

جاسوسی دنیا نمبر 17

# بھیانک جزیرہ

(مکمل ناول)

## بُوڑھا تیغ زن

رات بھر مولانا دھار بارش ہوتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قیامت سے پہلے عی شہر کی اوپنجی اونچی عمارتیں ریت میں تبدیل ہو کر سندھ کے سینے میں سما جائیں گی۔  
کوچ دبازار دیران پڑے تھے۔ ہوا کے تیز جھوٹے کھڑکیوں اور جالیوں میں شور پختے دراتہ میں گھس رہے تھے۔ بادلوں کی گرج سے عمارتوں کی بنیادیں لک لرز رہی تھیں۔  
رات بھر طوفان خوف دہراں کے جھنڈے گاڑتا رہا۔

اور صبح شہر کی سب سے باروفی سڑک پر ایک لاش پڑی ہوئی دکھائی دی۔ لاش جس پر ایک نار بھی نہیں تھا بالکل تنگی لاش۔ جس کے چہرے کا سارا گوشت کاٹ لیا گیا تھا پیٹھانی پر بکھرے ہوئے بالوں کے نیچے آنکھوں کی جگہ دو بڑے غار نظر آ رہے تھے۔ ناک کی ابھری ہوئی ہڈی کے نیچے ڈاڑھوں تک پھیلے ہوئے دانت جسم کی تابنے جیسی رنگت سے ظاہر ہوتا تھا کہ شاید وہ کوئی غیر ملکی ہے۔

وہ راگھبر جنہوں نے اسے دیکھا تھا سوچ رہے تھے کہ اس دل ہلا دینے والے مختار کو وہ زندگی بھرنہ بھلا سکتی گے۔ لاش وہاں سے انہوادی گئی اور پوپس دالے قرب دجوار کی عمارتوں میں پھیل گئے۔ لیکن کسی کو اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا ہو سکتا ہے کہ متول نے تمیک اسی جگ حیچ کر دم توڑا ہو۔ لیکن طوفان کی ہنگامہ خیزیوں میں کے خبر ہوتی۔

حداد میں پول ہوئی کے سامنے ہوا تھا۔ ان پکڑ جکد لیش نے ہوا کار جڑ چیک کیا قیام کرنے والے مسافروں میں چھان میں کی لیکن متول ان میں سے نہ تھا۔ آخر تھک ہار کر دہ اور

کی آئی ذی اسپکٹر آصف ڈائینک ہال میں آپنے۔

”میں تو عکس آگیا ہوں اس شہر سے۔“ اسپکٹر جملش اپنی پیشانی کا پیسہ پوچھتا ہوا بولا۔ ”روز ایک قلہ ہوا ہے۔“

”یہ یقین کوئی غیر ملکی ہی تھا۔“ آصف نے کہا۔ ”اس رنگ کے لوگ اپنی طرف نہیں دھماکی دیتے۔“

”غیر ملکی..... لیکن آخ رکھاں کا۔“

”یہ بتانا دشوار ہے۔“ آصف کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”قاں نے صورت ہی بگاڑ دی ورنہ غیر ملکی سفارتخانوں میں تنشیش کر لی جاتی۔“

”ایسے ہی موقعوں پر بے اختیار فریدی صاحب یاد آ جاتے ہیں۔“  
”وہی کیا کر لیتا۔“ آصف منہ چڑھا کر بولا۔

”یہ مت کہو۔۔۔ انہوں نے ایسے ایسے بے سرو پا جرام سے پردہ اٹھایا ہے جن کی شاید فرشتوں کو بھی خبر نہ رہی ہوگی۔“

”ذہن پر ذرا ساز ورد ہے پر سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔“ آصف لاپرواں سے بولا۔

”تبھی تو وہ لوگ انور حسین افگیوں پر نچاہا رہتا ہے۔“ جملش نے مسکرا کر کہا۔

”تم غلام بھجے۔۔۔ نہ جانے کیوں مجھے اس پر رحم آ جاتا ہے۔“

”اس پر یا اس لڑکی پر۔۔۔!“ جملش اسے آنکھ مار کر مسکرا لیا۔

”کیا بات کر رہے ہو تم بھی۔۔۔ وہ میری لڑکی کے برادر ہے۔“

”لیکن وہ ہے کون!“ جملش نے کہا۔ ”جب سے اس نے داراب کو قل کر کے حکومت سے دس ہزار روپے وصول کئے ہیں مجھے الجھن کی ہو گئی۔ آخ رود ہے کون۔ کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ شاید انور بھی اس سے واقف نہیں ہے۔“

”اور وہ دلوں ساتھ رہتے ہیں۔“

”ہاں۔“

”اور انور یہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔“

”وہ بھی کچھ بھلی سا ہے۔ وہ ہمیشہ آم کھاتا ہے۔ جیزد سے اسے کوئی غرض نہیں ہوتی۔“

”تو گویا ان دونوں کی رہائش غیر قانونی ہے۔“ جکد لیش نے کہا۔

”یہ تو خدا ہی جانے۔ دیسے ان دونوں کا بھی کہنا ہے کہ وہ صرف ایک دسرے کے دوست ہیں۔“

جکد لیش نے مسٹی خیز انداز میں قہقہہ لگایا۔

”تعجب ہے کہ انور ابھی تک دکھائی نہیں دیا۔“ جکد لیش نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”تم نے نہیں دیکھا۔“ آصف نے مسکرا کر کہا۔ ”وہ نہ جانے کب سے قرب و جوار کی

عمارتیں سو گھنٹا پہر رہا ہے۔“

”بعض اوقات وہ اپنی حدود سے نکل جاتا ہے۔“ جکد لیش ناخن ٹھوکار لبھے میں بولا۔ ”اگر

مجھے فریدی صاحب کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑتا۔“

”لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ہمیشہ ایک نہ ایک لیفٹ تیار رکھتا ہے۔“

”ویکھو میاں آصف۔ آدمی اگر کرنے پر آجائے تو سب کچھ کر گزرتا ہے۔“

”خر بھی چھوڑ وہتا و..... اس لاش کے متعلق کیا کیا کیا جائے۔“

”ایسے محالات تو مقدرات پر چھوڑ دیے جاتے ہیں۔“ جکد لیش انکڑا لے کر بولا۔

”ٹھیک ہے۔!“ بچپن سے آواز آئی۔ جکد لیش اور آصف مژے۔ انور ایک میز پر جھکا

ہوا سگر بیٹ سلاکار رہا تھا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جکد لیش صاحب۔“ وہ ناک سے دھواں نکالا ہوا بولا۔

”مقدرات سے زیادہ ایسے موقعوں پر جیوش دیا کام دیتی ہے۔ نہیں تو پھر مل، کوڑیاں

چیخیے اگر سب پٹ پڑیں تو مقتول الال بادشاہ درستہ امر یک کار ریڈ اٹھین۔“

”میرا خیال ہے کہ میں نے بھی آپ سے مشورہ نہیں لیا۔“ جکد لیش ہوت سکوڑ کر بولا۔

”ریڈ اٹھین۔!“ آصف چک کر بولا۔

”ہاں بچپن میں کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ ریڈ اٹھین تانبے کی ٹھل کے ہوتے ہیں۔“

انور سکر اکر بولا۔

”مگر ریٹائرمن یہاں کہا۔“ آصف نے کہا۔ ”امریکہ کی حکومت انہیں امریکہ سے کب جانے دیتی ہے۔“

”لیکن وہ لوگ جو میکسیکو میں آباد ہیں ان پر اس قسم کی پابندیاں نہیں۔ اس لئے کہ وہ مہذب ہیں۔ خصوصاً اپنی نسلوں کے لوگ عموماً یورپی مالک سے براؤ راست تجارتی تعلقات رکھتے ہیں۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں امریکی سفارت خانے میں تنتیش کرنی چاہئے۔“ آصف نے کہا۔

”اب یہ تم چانو۔۔۔ میں تو آج بیٹھل رائل کلب میں میکسیکو کے ایک باشندے ڈان نسٹ کی تمع رانی کے کمالات دیکھوں گا۔ مطلب یہ کہ ڈان نسٹ ایک مشہور تمع زن ہے۔ رائل کلب کے شیرزنوں سے آج اس کا مقابلہ ہو گا۔ اس نے اپنے شہر کے سارے تمع زنوں کو جیت کیا ہے۔“

”اوہ.....!“ آصف اسے گھومنے لگا۔

”وہ بھی سرخ رنگ کا ہے۔“ انور احتتا ہوا بولا۔ وہ تھوڑی دریکھڑا سکر اتار رہا پھر باہر چلا گیا۔  
”دیکھا تم نے.....!“ آصف نے جکد لیش کو مخاطب کیا۔

”میں کیا دیکھوں تم دیکھو۔۔۔ اب بھی فریدی صاحب کے اعیاز کے قائل ہو جاؤ۔۔۔ یہ بہ انہیں کی محبت کا نتیجہ ہے۔“

”فریدی۔۔۔!“ آصف منہ بگاڑ کر بولا۔ ”میرے سامنے کا لڑکا ہے۔ یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ اسے اتنی شہرت نصیب ہو گئی ہے ورنہ وہ دراصل اس کا اہل نہیں۔ سراغ رسانی کے بنیادی اصولوں سے تو واقعہ نہیں ہے۔“

”بیس بنیادی لکھریں تو تم ہی بیٹھا کرو۔ انہوں نے نبی نبی رائیں نکالی ہیں۔“

”لیکن ان کا فن سے تو کوئی تعلق نہیں۔“ آصف نے کہا۔

”خیر اب تمہارا فن بھی دیکھ لیا جائے گا۔“ جکد لیش سر ہلا کر بولا۔ ”مجھے اچھی طرح معلوم

ہے کہ تم انور کی مدد کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔“

”یہ سراسر جھوٹ ہے۔“

”خیر ہوگا.....!“ جکد لیش اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں نے اپنا کام حمل کر دیا ہے۔ دو تین دن

ادھر اُدھر ہاتھ مارنے کے بعد کسی تمہارے مجھے کے پر درکرد دیا جائے گا۔“

”تو پھر بھل کلب کی کیا رہی۔“ آصف بولا۔

”اگر انور کج کہتا ہے تو ہمیں وہاں ضرور جانا چاہئے۔“

”لیکن ہم نے اس سے یہ بھی نہ پوچھا کہ مقابلہ کس وقت ہو گا۔“ آصف نے کہا۔

”میں جھوٹ نہیں کہتا۔“ جکد لیش مسکرا کر بولا۔ ”جس کو تم اس لوڑے کی انگلی پکڑ کر چلے

ہو۔ بھل کلب دور ہی کتنا ہے۔ ابھی چل کر معلوم کئے لیتے ہیں۔“

آصف جھینپ گیا۔

بھل رانفل کلب پہنچ کر وہ دونوں سید ہے سیکریٹری کے کمرے میں چلے گئے۔ دروازہ اندر سے بند ہتا اور کئی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جکد لیش نے آہستہ آہستہ دلک دی۔

”ظہرو.....!“ اندر سے ایک آواز آئی اور جکد لیش کی بجنوئیں سکر گئیں۔ اس نے دروازے کو دھکا دیا اور دونوں پٹ کھل گئے۔

کرے میں تمن آدمی تھے۔ ایک تو کلب کا سیکریٹری اور دو کوئی غیر ملکی جن کی رنگت تابنے کی طرح سرخ تھی۔ آصف کی آنکھیں چکنے لگی۔

”اوہ آپ لوگ!“ سیکریٹری اٹھتا ہوا تھیر آمیز لبھے میں بولا ”محاف کیجئے گا۔ میں کچھ اور سمجھاتا تعریف رکھتے۔“

”میں نے ساہے کہ آج آپ کے یہاں کوئی مقابلہ ہونا والا ہے۔“ جکد لیش نے پوچھا۔ ”جی ہاں..... جی ہاں..... تھی زندگی کا مقابلہ.....!“ غیر ملکیوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”سی نورڈ ان ونسٹ..... میکیکو کے باشندے ہیں۔ آج شام کو کلب میں اپنی تھی زندگی کے کمالات دکھائیں گے۔“

سکریٹری نے ان سے ان دونوں کا تعارف کرایا۔ دوسراے کام ڈان افریڈ و تھا۔ دونوں اکٹھی اکٹھی اگریزی میں گفتگو کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر عک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر جلدیش اصل موضوع پر آگئی۔

”مسنونہت میں آپ کو تھوڑی سی تکلیف دوں گا۔“ جلدیش نے اگریزی میں کہا۔ ”کہے.....!“ نہست مکرا کر بولا۔ ”یہ ایک قوی الجسٹ اور طویل القامت آدمی، پیشانی کشادہ اور سر کے بال سیاہی مائل سرخ تھے۔ آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح، کبھی بلکل اور کبھی گہری بزر معلوم ہوتی تھیں۔ ناک سے ہونتوں کے فاسطے کی زیادتی نے چہرے کو غیر مناسب بنا دیا تھا۔ ہونٹ پتلے تھے اور خاموشی کی حالت میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے ہونٹ بچپنے ہوئے ہے۔

”آپ یہاں کب آئے ہیں۔“

”پرسوں.....کیوں؟“

”آپ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟“

”چار.....!“

”آپ میکیکو سے سیدھے یہاں آئے ہیں۔“

”نہیں ہم الگینڈ میں تھے۔ دراصل ہم دنیا کی سیاحت کیلئے لٹکے ہیں اور تج زندگی کے مظاہرے کر کے اپنا سفر خرچ نکالتے ہیں۔ آپ کا ملک بھی ہمارے پروگرام میں شامل ہے۔“

”آپ کے تین ساتھی کہاں ہیں۔“

”دل کشاہوں میں، ہم لوگ وہیں نہ ہرے ہوئے ہیں۔“

”کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کے تینوں ساتھی اس وقت بھی دل کشاہ میں موجود ہیں۔“

”کیوں.....؟“ اسکے لمحے میں تحریر تھا۔ ”ہم انہیں اس وقت وہیں چھوڑ کر آئے ہیں۔“

”بات یہ ہے کہ ہمیں ایک لاش ملی ہے نگلی لاش۔ اس کا چہرہ بگاڑ دیا گیا ہے۔ رجحت کے اعتبار سے متول آپ ہی کی طرف کا معلوم ہوتا ہے۔“

”اوہ.....!“ ڈان نہست کی آنکھیں خوف اور حیرت سے بچل گئیں۔ ”لاش آپ کو کس

وقت ملی۔"

"صحیح چجے بیجے۔"

"تب تو کوئی پریشانی کی بات نہیں۔" وہ فس کر بولا۔ "میرے چاروں ساتھی آٹھ بیجے تک زندہ تھے لیکن میں اس لاش کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ خدا کرے وہ میرا ہم وطن نہ ہو۔" تھوڑی دیر بعد جگد لیش انہیں ساتھ لے کر کوتوالی پہنچ گیا۔ انہیں لاش دکھائی گئی۔ ڈاں و سٹ لاش کو دیکھ کر کچھ پریشان سانظر آنے لگا۔

"بے شک یہ میرا ہم وطن معلوم ہوتا ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے؟"

"اس سے پہلے آپ کے ملک کا کوئی باشندہ یہاں دکھائی نہ دیا۔" آصف نے کہا۔

"ہم لوگ امریکن سفارت خانے کی وساطت سے غیر ممالک کا سفر کرتے ہیں میرے خیال سے آپ اس کا پڑھ دیں سے لگا سکتے ہیں۔"

"وہ تو ہم بھی جانتے ہیں۔" آصف بولا۔

"اچھا تو اب میں جاؤں۔" وہ ان سے ہاتھ ملاتا ہوا بولا۔ "مجھے امید ہے کہ آج شام کو آپ لوگ رائل کلب کا پروگرام ضرور دیکھیں گے۔"

"ضرور..... ضرور.....!" جگد لیش نے اسے یقین دلایا۔

اس کے چلے جانے کے بعد جگد لیش اور آصف ایک دوسرے کی طرف سمتی خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

لاش پوسٹ مارٹم کے لئے بیجع دی گئی۔ امریکن سفارت خانے میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان پانچ آدمیوں کے علاوہ میکسیکو کا کوئی اور باشندہ شہر میں نہیں داخل ہوا۔

"یا ر آصف میری تشغیل نہیں ہوئی۔" جگد لیش نے کہا۔

"پھر.....!"

"ہمیں آرکلیو چلنا چاہئے۔"

"تو تم ان لوگوں کے پیچے پڑ گئے۔" آصف مسکرا کر بولا۔

"ہاں میں ان کے تین ساتھیوں کو بھی ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

”چلو بھئی! حالانکہ ابھی میرا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں لیکن پھر بھی میں لچکی لینے کے لئے مجبور ہوں۔“

”کیوں.....؟“ جگد لیش نے پوچھا۔

”میں تمہیں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ صرف فریدی پر ہی دنیا نہیں ختم ہو گئی۔“

”اوہ.....!“ جگد لیش پس کر بولا۔ ”ضرور ضرور..... اس موقعے کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔“

”شاید تم مذاق بکھر رہے ہو۔“

”نہیں بھئی مذاق کیوں سمجھوں گا۔ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ فریدی صاحب الہائیہ سے واپسی پر کوئی اور دھندا دیکھیں۔“

آرچو بخشنخ کر انہوں نے سب سے پہلے ہوٹل میں قیام کرنے والوں کا رجسٹر دیکھا۔ پانچوں کے نام درج تھے۔ ایک ویٹر سے انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ پانچوں اس وقت ڈائیننگ ہال میں موجود ہیں۔ دونوں نے ڈائینگ ہال کا رخ کیا۔

پانچوں ایک بڑی میز کے گرد بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ آصف اور جگد لیش کنارے کی میز پر چلے گئے۔ آصف نے لنج کا آرڈر دیا اور تھوڑی دیر بعد وہ بھی کھانے میں مشغول ہو گئے۔

”ہیں تو پانچ ہی.....!“ جگد لیش بولا۔

”بھئی میرا خیال ہے کہ ان کے پیچے پڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“ آصف نے کہا۔

”ہاں..... آں.....!“ جگد لیش کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ اس کے چہرے پر توجہ کے آثار دیکھ کر آصف بھی مڑا۔

دروازے کے قریب انہیں دو آدمی دکھائی دیئے ان میں ایک بوڑھا تھا اور دوسرا جوان۔

بوڑھے کے چہرے پر بھورے رنگ کی فرجع کث ڈاہی تھی اور ہونتوں میں پاسپ دبا ہوا تھا۔ سر پر اطالوی طرز کی نیلی فلت ہیت تھی۔ اس نے اپنی پلکیں اس طرح سکوڑ رکھیں تھیں جیسے آنکھوں میں ہواں لگ رہا ہو۔ اس کا جوان ساتھی اس کی طرح کھیلے جسم کا نہیں تھا۔ اس کی ڈاہی سیاہ تھی اور آنکھوں سے مکاری جھلکتی تھی۔ بوڑھا اس سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا اور وہ اپنے ہوت بھیج کر بھئی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”یہ دلوں بھی غیر مکمل ہی معلوم ہوتے ہیں۔“ جگد لیش نے کہا۔

”آختر تھارے سر پر غیر مکمل کیوں سوار ہو گئے ہیں۔“ آصف ہنس کر بولا۔

”جگد لیش پھر کھانے میں مشغول ہو گیا۔“ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔

”اس تم کی لاش سے پہلی بار میرا سابقہ پڑا ہے۔ کم بخت قائل نے اس کے جسم پر کچڑے ہی رہنے دیے ہوتے۔“

”ظالم نے جو تے بھی تو نہ چھوڑے۔“ آصف کو انور کی آواز سنائی دی۔ جگد لیش اسے

محور نے لگا۔ لیکن انور اس کی پرواہ کئے بغیر ایک کری گھیث کر بینچ گیا۔

”اس وقت ہم لوگ کوئی حیرت انگیز خبر سننے کے موڑ میں نہیں ہیں۔“ آصف ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

”مطمئن رہو۔“ انور سنجیدگی سے بولا۔ ”میں بھی اس کیس میں اپنی ٹاکاٹی کا صدقی دل سے اعتراف کرتا ہوں۔“

”میں پہلی بار تھارے منہ سے ایسا جملہ سن رہا ہوں۔“ آصف کی آواز میں تحریر تھا۔

”جگد لیش صاحب..... جس چیز کا تذکرہ کر رہے تھے وہ تفتیش کے سلسلہ میں آخری کڑی تھی۔

اس کے بغیر کوئی اقدام سی لا حاصل ہو گا۔ کچڑوں پر کم از کم لاغری کے نشانات ضرور مل جاتے۔“

”قطی.....!“ جگد لیش کی آواز میں دبا سا جوش تھا۔

”اور یہ پانچوں ہی ہیں۔“ انور میکیو کے باشندوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

”ظاہر ہے کہ متوال ان میں سے نہیں ہو سکتا۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ یہ پانچوں ہی آدی

امر کی سفارت خانے کی وساطت سے یہاں آئے ہیں۔“ وہ خاموش ہو کر سگر ہٹ سلاکنے لگا۔

جگد لیش کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ہوٹ کے کلر ک نے ایک لفاف لے کر اس کی طرف بڑھا دیا

جس پر انپکڑ جگد لیش تحریر تھا۔

”کس نے دیا ہے۔“ جگد لیش نے پوچھا۔

”یہ تو میں نہیں جانتا۔“ کلر پشتا کر بولا۔

”کیا مطلب.....؟“ جگد لیش اسے گھورنے لگا۔

”میں لکھنے میں مشغول تھا۔“ کلر نے کہا۔ ”کوئی اس طرح میری میز پر رکھ گیا کہ مجھے خبر سکتے ہوئے۔“

”اچھا.....!“ جگد لیش نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور لفاظ کھولنے لگا۔ کاغذ پر کچھ تحریر تھا جسے پڑھ کر جگد لیش کی آنکھیں پھٹکتی جا رہی تھیں اس نے اسے میز پر رکھ دیا اور چاروں طرف تجسس آمیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

آصف کا تند اخماک پڑھ رہا تھا۔

”جگد لیش، آصف اور انور صاحبان! مجھے آپ سے ہمدردی ہے آپ حضرات نے شاید ابھی تک طریقہ قتل پر غور نہیں کیا۔ آپ یقین کیجئے کہ اس کے چہرے کا گوشت اس کے ختم ہو جانے کے بعد کاملاً گیا ہے اس سے اس کی موت کا کوئی تعلق نہیں لیکن اس کے بقیرہ جسم پر کوئی اور دوسرا ذخم بھی نہیں ہے۔ ذرا ذہن پر زور دیجئے متوال کی بائیں پنڈلی پر آپ نے ایک ٹیلے رنگ کی دھاری دیکھی ہو گی وہ دھاری ہی دراصل اس کی موت کا باعث نبی تھی۔ آپ یقین کیجئے کہ پوست مارٹم کے وقت اس دھاری سے ایک بار یک سو سوئی برآمد ہو گی۔ زہر میں بھائی ہوئی سوئی۔ جان لینے کا یہ طریقہ میکیسو کے قدیم باشندوں کی ایجاد ہے۔ ایکنی جرzel کرنے کے سینکڑوں پاسی انہیں زہری سوئوں کے شکار ہوئے تھے ان کے استعمال کا طریقہ بڑا دلچسپ ہے یہ چکی چکی نلکیوں میں رکھی جاتی ہیں استعمال کے وقت انہیں ہوتوں میں دبا کے پھوکھتے ہیں۔ اس عمل سے سوئیاں برق رفتاری سے اچھل کر شکار کے جا چیتی ہیں اور وہ دیکھتے ہیں دیکھتے ہیں۔ آپ ڈاکٹر کوفور امطلع کیجئے کہ وہ اس دھاری کا خاص طور سے خیال رکھے اور پھر اگر آپ وہ سوئی برآمد ہو جانے کے بعد بھی قاتل یا قاتلوں کو نہ پکڑ سکیں تو میں آپ حضرات کو خود کی کامشوورہ دوں گا۔“

”یہ کون ہو سکتا ہے۔“ جگد لیش آہستہ سے بولا۔

”کوئی بھی ہو۔“ انور نے کہا۔ ”لیکن ہمیں اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔“

”مطلوب.....!“ آصف متکران انداز میں بولا۔

”اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان سوئوں اور نلکیوں کے لئے ان کی ٹلاٹی لیتی چاہئے۔“

انور نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن پوٹ مارٹم کی روپورٹ ملے بغیر میں ایسا اقدام نہیں کر سکتا۔" جکد لش کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"آخر یہ مشورہ دینے والا کون؟" آصف نے کہا۔

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جکد لش کی نظریں پھر ان دونوں کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ قریب ہی کی میز پر کھانا کھا رہے تھے۔ بوڑھے کا جوان ساتھی ہال میں بیٹھی ہوئی عورتوں کو گھوڑا تھا۔

"میں اگر آپ کی جگہ ہوتا تو پوٹ مارٹم کی روپورٹ کا انتظار نہ کرتا۔" انور نے جکد لش سے کہا۔

"آپ ہوتے ہی کیوں میری جگہ۔" جکد لش منہ بنا کر بولا۔

"بہر حال یہ لکھ لجھتے کہ یہ آپ کے بس کاروگ نہیں۔" انور اٹھتا ہوا بولا۔

قبل اس کے کہ جکد لش کچھ کہتا وہ جا پکھا تھا۔ جکد لش اور آصف بڑی دیر مکث اس پر اسرار خط پر گفتگو کرتے رہے لیکن کسی خاص نتیجے پر پہنچنا امر محال تھا۔

انہوں نے ایک بار پھر کلرک پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی لیکن نتیجہ وہی صفر۔

ہوٹل سے نکلنے تو رائقل کلب کی ایک موڑ دکھائی دی جس پر سے شام کے مقابلے کے لئے اعلان ہو رہا تھا۔ داخلہ نکٹ کے ذریعے تجویز کیا گیا تھا۔

"میرے خیال ہے کہ خاصی بھیڑ ہو جائے گی۔" آصف بولا۔

"چیز دلچسپ ہوگی۔" جکد لش نے کہا۔ "میرے خیال سے شتمیں مخصوص کراں جائیں گی۔"

"میں اس کا انتظار کر لوں گا۔"

آصف چلا گیا۔ جکد لش کا ارادہ تھا کہ وہ بھی واپس جائے لیکن کچھ سوچ کر رک گیا۔ وہ ان ملکیکن لوگوں کا پچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر مکث سوچنے کے بعد فیصلہ کر لیا کہ وہ ان پر کڑی نظر رکھے گا۔ وہ پھر آرچو میں واپس آگیا۔ پانچوں غیر ملکی ڈائسینگ ہال سے اٹھ گئے تھے۔ جکد لش نے پھر ہوٹل کا رجسٹر لے کر ان کے کروں کے نمبر دیکھئے اور اوپری منزل کی طرف

روانہ ہو گیا۔

وہ ایک طویل راہداری سے گزر رہا تھا۔ جس کے دونوں طرف کرے تھے۔ یہ بھی کچھ عجیب اتفاق تھا کہ ان پانچوں کو سلسلے دار خالی کرے مل گئے تھے۔ جلدیش ان نمبروں پر اپنی سی نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ تھوڑی بھی دور گیا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اسے حاطب کیا۔ جلدیش مڑا جس بوڑھے کو اس نے ڈائینگ ہال میں دیکھا تھا اس کا جوان ساتھی اسے اشارے سے بارہا تھا۔ اس کے بلا نے کا طریقہ اتنا بحمد تھا کہ جلدیش اپنی توہین محسوس کئے بغیر شرہ سکا۔ بہر حال طوعاً و کرہا پلٹا۔

”تم جام ہو۔“ اس نے جھکلے دار بحدے لبجھ میں پوچھا۔ یہ سوال اس نے قطع سلط اُنگریزی میں کیا تھا۔

”تم ہوش میں ہو یا نہیں۔“ جلدیش بگز کر بولا۔  
اس پر اس نے جلدیش کو اٹھی سیدھی گالیاں سنا کر رکھ دیں قریب کے کروں سے بوڑھا بھی نکل آیا۔ اس نے اپنے جوان ساتھی کو سمجھ کر پیچھے ہٹا دیا اور خود جلدیش سے معافی مانگنے کے بعد اپنے ساتھی کو ایک ایسی زبان میں ڈانتنے لگا جو جلدیش کے لئے ناقابل فہم تھی۔

”آفیسر مجھے افسوس ہے کہ اس نے آپ کو جام کہہ کر حاطب کیا۔“ اس نے جلدیش سے اُنگریزی میں کہا۔ ”بات یہ ہے کہ یہاں پہلی بار آیا ہوں۔ ہمارے ملک میں صرف جام ہی اس جنم کا یونیفارم پہنتے ہیں۔“

”آپ کہاں سے آئے ہیں۔“ جلدیش نے پوچھا۔ اس کے لبجھ میں ابھی تک ناخوشگواری تھی۔

”ہم پر ٹھال کے باشندے ہیں۔“ بوڑھا خوش اخلاقی سے جھک کر بولا۔ پھر اپنے ساتھی کو حاطب کیا۔ ”آفیسر سے معافی مانگو۔“

”مجھے افسوس ہے۔“ اس نے لٹھا مار دیا۔ ”اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اب بھی جلدیش کو جام ہی سمجھنے پر مصروف ہے۔“

جلدیش گھورتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس بے موقع اور بے بکے واقعہ نے اس کا موز خراب

کر دیا تھا۔ وہ دوسرے کونے تک جا کر پھر واپس لوٹا۔ اس بار انور کی شرارت آمیز مسکراہت اس کا انتظار کر رہی تھی۔

”بڑے بد تمیز ہوتے ہیں یہ پر ٹکالی۔“

”لیکن تم یہاں کیا کر رہے ہو۔“ جگد لش اسے گھوڑ کر بولا۔

”کوئی کیا یہاں نہ لٹا منع ہے۔“

”میں تمہیں من لگانا پسند نہیں کرتا۔“ جگد لش نے خلک لجھ میں کہا۔

”لیکن میں تو آپ کو اپنکڑ پولیس سمجھتا ہوں۔“ انور سنجیدگی سے بولا۔ ”بھر حال یہ خبر

میرے اخبار کے لئے بہت دلچسپ ثابت ہو گی کہ پر ٹکال کے باشندے یہاں کے پولیس والوں کو جام سمجھتے ہیں۔“

انور جانے کے لئے مڑا۔

”شمہر.....!“ جگد لش آگے بڑھ کر بولا۔

اور پلٹ کر مسکر لیا۔

”میں فریدی صاحب کی وجہ سے تمہارا خیال کرتا ہوں۔“ جگد لش نے کہا۔

”اور اسی وجہ سے میں بھی تم سے آج تک نہیں الجھا کر فریدی صاحب تم پر مہربان ہیں۔“

جگد لش اسے گھوڑتا رہا۔

”یہ خبر اخبار میں نہیں چھپے گی۔“ جگد لش سخت لجھ میں بولا۔

”اچھا دیکھا جائے گا۔“ انور نے کہا اور مضموم سروں میں سیٹی بجاتا ہوا نیچے چلا گیا۔

جگد لش کی بیزاری اور بڑھ گئی۔ اب وہ یہاں کسی قیمت پر بھی شہرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی من لٹکائے ہوئے نیچے اتر رہا تھا۔

جگد لش شام تک پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن ہزار تقاضوں کے باوجود بھی نہ مل سکی۔ اس دوران میں آصف نے اسے اطلاع دی کہ تخت زنی کے مقابلے کے لکھت مل گئے ہیں اور سبھی بھی مل گئی ہیں۔ جگد لش کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی قسم کی تنفر میں حص لے۔ سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ وہ انور کا سامنا کرنا نہیں چاہتا تھا اور ہاں جانے پر اس سے

ملاقات ہی تھی۔ تقریباً چھ بجے آصف پہنچ گیا اور جکد لیش کو شدید انکار کے باوجود واس کے ساتھ جانا پڑا۔

پہل رانفل کلب کا وسیع میدان قاتلوں سے گمرا ہوا تھا۔ اور مختلف حرم کی کرسیوں سے درجنوں کی تھیل کی گئی تھی۔ نشتوں کا انتظام دائرے کی ٹھل میں کیا گیا تھا۔ وسط میں اٹھ بیٹا گیا تھا جو چاروں طرف سے کملنا ہوا تھا۔

نمیک سات بجے ڈان ونسٹ اٹھ پر خودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹکوار تھی۔

اہاؤ نہر نے مجھ سے اس کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔ ”ہمارے کلب کے چند نامور شمشیر زن ڈان ونسٹ سے مقابلہ کریں گے۔“ اس کے بعد اس نے کلب کے ایک مجرم کے نام کا اعلان کیا۔ ایک نوجوان شمشیر زن شمشیر زن توہا ہوا اٹھ پر آیا اور ٹکواروں کے جمنکار سے فضام ریش ہو گئی۔

چند ہی لمحوں کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ مقابلہ کرنے والے کی ٹکوار زمین پر پڑی اور ڈان ونسٹ کی ٹکوار اس کے سینے پر۔

”بہت پھر جلا ہے۔“ جکد لیش نے آصف سے کہا۔

”مجھے تو امید نہیں کہ کوئی اسکے مقابلے میں کامیاب ہو سکے۔“ آصف آہستہ سے بڑا ہوا۔ آصف کا خیال صحیح تھا۔ اس نے صرف آدمی گھنٹے میں سارے مقابلہ کرنے والوں کو زیر کر لیا۔ وہ کسی تدبیر سے ان کے ہاتھ سے ٹکوار نکال دیتا تھا۔

”خواتین و حضرات۔“ ڈان ونسٹ نے مجھ کو اپنی طرف حاصلب کیا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ آپ میں سے کوئی بھی مجھے زیر نہ کر سکا۔ میں نے آپ کے ملک کے تھی زنوں کی بڑی تحریق سنی تھی۔ لیکن میں آپ کو الراہ نہ دوں گا۔ یہ فن آہستہ آہستہ ساری دنیا سے ختم ہوتا چاہا ہے۔ ہاں دنیا کا ایک حصہ ایسا ہے جہاں کے لوگوں نے آتش گیر اسلحوں کی موجودگی میں بھی اس فن کی حفاظت کی ہے۔ اور مجھے فخر کے ساتھ اس بات کا اعلان کرنے دیجئے کہ وہ حصہ میرا اولی عزیز میکیکو ہے۔“

”یقینی جھوٹ ہے۔“ ایک گر جدار آواز سنائی دی۔ لوگوں کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں

اور جگد لیش کا منہ حرمت سے پچلی گیا۔ یہ وہی بوڑھا پر بھالی تھا جس کے جوان ساتھی نے اسے جام سمجھا تھا۔

”تم کیا کہتا چاہتے ہو۔“ ڈان ونسٹ نے اسے للاکارا۔

”میں کہتا چاہتا ہوں کہ سیکیو کے باشندے جھوٹی شخصی بھارتے ہیں۔“

”صاف صاف کہو۔“ ڈان ونسٹ گپڑ کر بولا۔

”میں تمھیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پر بھالی بھی کسی سے پچھے نہیں ہے۔“

”کیا زبانی؟“ ڈان ونسٹ کے لبھ میں تمسخر تھا۔

”نہیں..... اس کا انعامہ میری تکوار کرے گی۔“

”مجھے منکور ہے۔“ ڈان ونسٹ مسکرا کر بولا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ”آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا۔“

”قطی نہیں..... قطی نہیں.....!“ بے شمار آوازیں آئیں۔

بوڑھے کے لئے کلب کے سیکریٹری نے ایک تکوar منگوائی جسے وہ دو تین منٹ تک ہزاریے سے دیکھا رہا۔ پھر وہ اٹھ پر بھیج کر مجھے سے مخاطب ہوا۔ خواتین و حضرات! میں اپنی اس بے موقع دخل اندازی پر شرم سار ہوں۔ اگر سی نور ڈان ونسٹ ساری دنیا کو نہ للاکارتے تو میں یہ بدتریزی ہرگز نہ کرتا۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔“ مجھ بے تابانہ انداز میں چینا۔

اناڈنسر تھوڑی دریک بوڑھے سے سرگوشیاں کرنے کے بعد بلند آواز میں بولا۔

”موسید البر و نو پر بھال کے باشندے ہیں وہ خود کو تخت زنی کا ماہر نہیں سمجھتے لیکن پھر بھی اسی

نور ڈان ونسٹ جیسے مشہور تخت زن سے مقابلہ کرنے جا رہے ہیں۔“

اس کے بعد اناڈنسر نے ڈان ونسٹ کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دریک پھر سرگوشیاں ہوتی رہیں۔

”خواتین و حضرات۔“ اناڈنسر کی آواز پھر سنائی دی۔ ”یہ مقابلہ آدمی گھنٹے تک ہو گا۔“

موسید البر و نو کا دعویٰ ہے کہ وہ آدمی گھنٹے میں ایک درجن تکواریں توڑیں گے۔“

”جج نے اس اعلان پر پر جو شہزادیاں بجا کیں۔“

دوسرا لمحے میں دونوں تکواریں سوت رہے تھے۔ اچانک ڈان ونسٹ بوڑھے البرونو پر جھپٹا۔ البرونو نے اس کی تکوار اپنی تکوار پر روکی اور دونوں میں زور ہونے لگا۔ جج اس بوڑھے کی طاقت پر عش عش کر رہا تھا۔ دھننا البرونو حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ چکپے ہٹا اور ڈان ونسٹ اپنے زور میں تکوار سمیت زمین پر آ رہا۔ جج نے تالیاں بجا کیں ڈان ونسٹ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ لیکن اس کے ہاتھ میں آدمی تکوار تھی۔ اس نے جلا کر ٹوٹی ہوئی تکوار زمین پر پٹخ دی اور دوسری تکوار کے لئے چینا۔ بوڑھا اس انداز میں کھڑا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ دوسری تکوار ملتے ہی ڈان ونسٹ نے اسے للاکارا لیکن اس کے سنجھتے سے پہلے ہی اس پر فوٹ پڑا۔ یہ حملہ بڑا ہی خطرناک تھا۔ اگر البرونو ذرا سا بھی چوکتا تو تکوار اس کے سینے سے پار ہو جاتی۔ اما و نسر اور ریفری دونوں چینخنے لگے۔ قفر بھی مقابلہ خون کی پیاس میں تبدیل ہو چکا تھا لیکن ریفری ان کے چمیں آنے کی بہت نہ کرسکا۔ دونوں دھیانہ انداز میں تکواریں چڑا رہے تھے۔ خصوصاً ڈان ونسٹ تو جائے سے باہر ہو رہا تھا۔ دھننا پھر ایک زور دار جھنکار سنائی دی اور ڈان ونسٹ کی تکوار پھر فوٹ گئی تھی۔ اب کی اس نے ٹوٹی ہوئی تکوار بوڑھے البرونو پر پھینک ماری۔ لیکن البرونو نے اسے اپنی تکوار پر روک کر ایک طرف ڈال دیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار کی بجائے طفر آمیز مسکراہٹ تھی۔

جج نے جیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔

ڈان ونسٹ گھونسہ تان کر البرونو پر جھپٹا۔ بوڑھے نے اپنی تکوار ایک طرف ڈال دی لیکن اس اثناء میں ڈان ونسٹ کا گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑ چکا تھا۔ البرونو لا کھڑا کر چار قدم پہنچے ہٹ گیا لیکن اس کا جوابی حملہ اتنا سخت تھا کہ ڈان ونسٹ کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ وہ اٹٹی کے نیچے لا رہک کر بیہوش ہو گیا۔

البرونو کو بیٹھا رہا آدمیوں نے گھیر لیا تھا اور اسکی ترینیوں کے پلی باندھے جا رہے تھے لیکن وہ کچھ بوكھلا لیا بوكھلا لیا سا نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان سے چیچھا چھڑانا چاہتا ہو۔ ”وہ پھر آ رہا ہے۔“ دھننا البرونو چینا۔ لوگ دوسری طرف مڑے اور وہ نہایت صفائی سے

ان کے زندگی سے نکل گیا لیکن انکھڑ جلد لیش کی نظریں اس کا چیخنا کر رہی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک طرف کی قاتا چاقو سے چھاڑ کر باہر نکل گیا۔ جلد لیش اس کی طرف لپکا۔ وہ بھی اسی راستے سے باہر نکل ہی رہا تھا کہ کسی نے اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی۔ جلد لیش جلا کر پلانا لیکن وہ اتنے بڑے مجھ میں کے نوک سکتا تھا اور پھر ایسی صورت میں جبکہ اس نے کسی کو صریح طور پر دیکھا نہیں تھا۔

بہر حال اس پر اس کا بہت برا دعیل ہوا۔ وہ گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کوئی اسے دیکھ کر فہم تو نہیں رہا ہے اس بوکھلاہٹ میں وہ یہ بھی بھول گیا کہ کچھ دیر قبل البرونو سے دو دو باتیں کرنے کا تہبیہ کر چکا تھا۔

جلد لیش نے دیکھا کہ انور کچھ دور کھڑا اسکرا رہا ہے۔ جلد لیش بوکھلا کر اسکی طرف بڑھا۔ "اور اس وقت اس کم بخت نے تمہاری ٹانگ پکڑ لی۔" انور فہم کر بولا۔

"کون تھا.....؟" جلد لیش نے بے اختیار پوچھا۔

"وہی جس نے دوپہر کو تمہیں جام کہا تھا۔"

"اوہ..... اور تم کھڑے دیکھتے رہے۔"

"نہیں..... میں نے اسے پکڑنا چاہا تھا مگر کامیاب نہ ہوسکا۔"

"وہ گیا کدر.....!"

"اگر یہی معلوم ہوتا تو پکڑتی نہ لیتا۔" انور برا سامنہ بنا کر بولا۔

جلد لیش خاموش ہو گیا۔

"ڈاں وسدت زندہ ہے یا مر گیا۔" اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"مرا تو نہیں لیکن مردے سے بدتر ہے۔" انور نے سگھٹ سگھٹ ہوئے کہا۔

"میں نے اتنی خوفناک تیز زندگی آج تک نہیں دیکھی۔"

"اس بوڑھے کے جسم میں آدمی کی روح نہیں معلوم ہوتی۔"

"بچھے یقین ہے کہ اگر ڈاں وسدت قادرے سے مقابلہ کرتا تو بوڑھا اپنے وعدے کے

مطابق آدمی گھٹتے میں ایک درجن لکواریں ضرور توڑ دیتا۔" جلد لیش نے کہا۔

”مجھے تو اسے بوڑھا کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔“ انور نے کہا۔ ”مجھے شبہ ہے کہ وہ بوڑھا نہیں ہے۔“

”کیا مطلب.....؟“

”اگر تم اپنے چہرے پر مصنوعی سفید ڈاگزی لگا لو تو کیا جب تک بوڑھے ہو جاؤ گے۔“

”مگر اس کی ڈاگزی مصنوعی نہیں معلوم ہوتی۔“ جلدیش نے کہا۔

”معلوم تھا ہونا اور بات ہے۔ تم نے کھینچ کر تو دیکھی نہیں۔“ انور کچھ سوچتا ہوا بولا۔

## دوسراء جنگی

”وسرے دن کے اخبارات تھے زندگی کے حیرت انگیز مقابلے کی نت نہیں کہانیاں سنارہے تھے۔ پراسرار البرنو کی شخصیت پر نئے نئے زادویوں سے روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی۔ انور کا اخبار اس محاطے میں سب سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اس نے ایک پولیس انسپکٹر کی ٹاگ کے سینپیچے جانے والا واقعہ بھی چیش کیا تھا۔ لیکن پولیس انسپکٹر کا نام نہیں ظاہر کیا تھا۔

تفربیاً گیارہ بجے انسپکٹر آصف انور کے دفتر میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جیسے ہی انور دفتر پہنچا آصف اس پر جھپٹ پڑا۔

”یہ کس انسپکٹر کی داستان تھی۔“

”تم سے مطلب.....؟“ انور نے بے رغبی سے کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

”تمہاری شامت تمہارے گرد منڈلا رہی ہے۔“ آصف بھنا کر بولا۔

”اپنا کام دیکھو..... میں ہرگز یہ نہ بتاؤں گا کہ وہ کون تھا۔“

”پولیس تم پر تو ہیں کا مقدمہ چلا دے گی۔“

”خیر اس صورت میں اس انسپکٹر کا گریان پکلا کر عدالت میں کھینچ لے جاؤں گا۔“

آصف بینجھ گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک انور کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

”جگد لیش نہ جانے کیوں تم سے ناراض ہے۔“

”تعجب ہے۔“ انور حیرت کا اظہار کرتا ہوا بولا۔ ”میں نے آج تک اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا لیکن وہ پھر بھی ناراض ہے۔ میں اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔“

”خبر چھوڑو! البر و نو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔“

”وہی جو کچھ تم نے میرے اخبار میں پڑھا ہے۔“

”اس سے تو کوئی خاص خیال واضح نہیں ہوتا۔“

”تو پھر بس نی سمجھو لو کہ میرا کوئی خاص خیال نہیں۔“

”لیکن وہ پھر دونوں عائب کیوں ہو گئے۔“

”کون.....!“

”البر و نو اور اس کا ساتھی۔“

”کہاں عائب ہو گئے۔“ انور دلچسپی کا اظہار کرتا ہوا بولا۔

انہوں نے کل رات ہی کو آرچچو ہوٹل چھوڑ دیا۔

”اور تم لوگ ان کی تلاش میں ہو۔“ انور مسکرا کر بولا۔

”ہاں.....!“

”کیوں.....؟“

”ڈان ونسٹ کی حالت بہت ابتر ہے۔“

”اچھا اس لاش کے پوسٹ مارٹم کی روپورٹ کا کیا ہوا۔“

”انہائی حیرت انگیز۔“ آصف دیدے پھرا کر بولا۔ ”اس پر اسرار خط کے مطابق بیجی

اس کی پنڈلی سے ایک زہر ملی سوئی رہ آمد ہوئی ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ موت کا باعث اس سوئی کا زہر ہی ہوا ہے۔“

”اور پھر تم نے ڈان ونسٹ کے ساتھیوں کی تلاشی نہیں لی۔“

”اس وقت تو بھی کر کے آ رہا ہوں۔“ آصف نے کہا۔ ”آخر تم اتنے بد اخلاق کیوں

ہو گئے ہو۔ اتنی دیر سے تم نے ایک بھی سگر بیٹھ نہیں چیل کیا۔“

انور نے سگریٹ کا ڈبہ دراز سے نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”ہاں تو پھر کیا ہوا.....؟“

”کچھ نہیں..... ان کے پاس سے کوئی بھی قابل اعتراض پیز برآمد نہیں ہوتی۔“ آصف

سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔

”ہوں.....!“ انور کی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”تو تم نے ان کا جیچھا چھوڑ دیا۔“

”نہیں ایسا تو نہیں۔ ہماری نظر میں اب بھی ان پر ہیں۔ لیکن اب ہم سارا زور البرونو کا پختہ لگانے میں صرف کر رہے ہیں۔“

”آخر کیوں؟“ انور اسے گھوڑ کر بولا۔ ”کیا ڈاں، سست نے اسکے خلاف کوئی بیان دیا ہے۔“

”ہاں.....!“

”کیا.....؟“

”یہی کہ لندن میں اس کا بھگڑا چند پر ٹکالیوں سے ہو گیا تھا اور وہ ان کے جان کے دشمن ہو گئے تھے۔ ڈاں و سست کا خیال ہے کہ البرونو نہیں میں سے ہے اور اس کے ساتھیوں کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ اس کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کل والی لاش کا تعلق البرونو سے ہے۔“

”وہ کیسے.....!“

”ڈاں و سست کہتا ہے کہ شاید اس نے میرے ساتھی کے دھوکے میں کسی اور آدمی کو مار ڈالا ہے۔“

”بات تو کچھ قاعدے کی معلوم ہوتی ہے۔“ انور نے کہا۔

”اور ان دونوں کا اس طرح غائب ہو جانا بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ مجرم ہیں۔“ آصف درس سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔

”کیوں.....؟“

”ان کا طریقہ کار کچھ عجیب سا ہے۔ اگر وہ واقعی مجرم ہیں تو ایسے مجرم آج تک میری

نظر وں سے نہیں گزرے۔"

"کیا تم داراب کو بھول گئے۔" آصف نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن داراب نے بھی کبھی بھرے تھے میں کسی پولیس اسپکٹر کی ٹاگ کھینچنے کی  
ہست نہیں کی۔"

"اوہ تو کیا یہ حرکت البرنو نے کی تھی۔"

"نہیں اس کے ساتھی نے۔"

"کس کی ٹاگ پکڑی تھی۔"

"بہت اچھے۔ انور طنزیہ انداز میں مسکرا دیا۔"

"آخر تصادی نے میں کیا حرج ہے؟"

"میں غیر ضروری ہاتھیں کرنا پسند نہیں کرتا۔" انور نے قلم اٹھا کر کچھ لکھنا شروع کر دیا۔

"شاید تم اس کیس میں دلچسپی نہیں لے رہے ہو۔"

"قطعی نہیں۔"

آصف تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی بے تکلی ہائکنے کے بعد چلا گیا۔

انور رشیدہ کا انتظار کرنے لگا۔ وہ صح سے عائب تھی اور ابھی تک آفس بھی نہیں آئی تھی۔

یہ پہلا اتفاق تھا کہ وہ انور کو ہتھے بغیر اتنی دیر کے لئے عائب ہو گئی تھی۔ دونوں تقریباً دو ڈھانی سال سے ایک ساتھ رہتے آئے تھے اور ایک دوسرے کے عادات و اطوار سے اچھی طرح واقف تھے لیکن رشیدہ کا آج کا ردیہ انور کو ابھی میں ڈالے ہوئے تھا۔ وہ جھیل رات سے ہی کچھ بے چمن سی نظر آرہی تھی۔ انور اسے رانقل کلب والے مقابلے میں لے گیا تھا اور رات ہی سے اس نے اس کی بے چمنی محسوس کر لی تھی۔ لیکن رشیدہ نے کافی استفار کے باوجود بھی اس کی وجہ نہیں بتائی تھی۔

گھری نے بارہ بجائے اور انور سارا کام چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ رشیدہ ابھی تک

س آئی تھی۔ اس نے موڑ سائکل اٹھائی اور گھر کی طرف رو انہ ہو گیا۔

رشیدہ کے قلیٹ کا دروازہ باہر سے بند نہیں تھا۔ انور نے اطمینان کا سانس لیا۔

دھرے لئے میں وہ دروازے پر ہو لے ہوئے دھک دے رہا تھا۔ دروازہ کھلا۔ رشیدہ سامنے کھڑی تھی لیکن خلاف توقع اس نے انور کا استقبال مسکراہٹ سے نہیں کیا۔ اس کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی اور آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقت نظر آ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ہیسے وہ ساری رات جاگتی رہی ہو۔

”رشو.....!“ انور تھیر آمیز انداز میں بولا۔

رشیدہ خاموش رہی۔

”تم کہاں تھی؟“

رشیدہ تھوڑی دیر ہٹک اس کی طرف دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔ ”ابھی نہیں ہاتھتی۔“

”کیوں؟ کیا کوئی خاص بات.....؟“

رشیدہ نے سر ہلا دیا۔

”آخر کیا.....؟“

”کہہ تو دیا کہ ابھی نہیں ہاتھتی۔ ہو سکتا ہے کہ میرے اندر یہ شخص وہم ہوں۔“

”پھر تم نے سیلی بھجوادی۔“

”میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی مگر ابھی نہیں۔“

”اور اس وقت الجھن میرا خاتمہ کر دے گی۔“

”اوہ.....!“ رشیدہ کے ہونتوں پر ایک بے جان سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”تمہیں میری اتنی پرواہ کب سے ہو گئی۔“

”جب تم خفتی ہو تو مجھے ذرہ برا بر بھی تمہاری پرواہ نہیں ہوتی۔ لیکن جب اوس ہوتی ہو تو میرا دل ڈوبنے لگتا ہے۔“

”تم آج آدمیوں جیسی باقیں کر رہے ہو۔“ رشیدہ پھر مسکرائی۔

”رشو..... نہ جانے کیوں میں آج تم سے لانے کے لئے موڈ میں نہیں ہوں۔“

”کیوں.....؟“ رشیدہ اسے مخلوق نظر وہ سے دیکھنے لگی۔

”میں تو میں نہیں جانتا۔“

رشیدہ اسے پرستور گھوڑی رہی۔

"تم رات سے پریشان نظر آ رہی ہو۔" انور پھر بولا۔ "آخر کیوں؟"

"میری طبیعت رات سے نمیک نہیں ہے۔"

"خبر اب تم مجھے بہلانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"چلو سیکی بجھ لو۔" رشیدہ نے بے دلی سے کہا اور دوسرا سے کرے میں چلی گئی۔  
انور چھوڑی دیر یک کھڑا سوچتا رہا پھر اپنے کرے میں چلا آیا۔

رشیدہ کا یہ عجیب غریب روایہ اس کی سمجھے میں نہیں آ سکا۔ انور خیالات میں ڈوبا ہوا نسلی فون کا ڈائل گھمانے لگا۔ پھر ماڈٹھے خیں میں آہستہ آہستہ کچھ بڑیزانے کے بعد بولا۔ "بیٹو۔۔۔ میں انور بول رہا ہوں۔۔۔ ذرا جکد لیش صاحب کوفون پر بلا دیجھے۔" اس نے رسیور میز پر رکھ کر ایک سگرہٹ سلکایا اور دھوئیں کا گنجان بادل چھوڑتا ہوا پھر رسیور کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "بیٹو۔۔۔ جکد لیش صاحب۔۔۔ اوہ۔۔۔ مجھے افسوس ہے۔۔۔ لیکن میں نے آپ کا کام تو نہیں دیا۔ آپ کے علاوہ وہاں اور بھی کئی پولیس انسپکٹر موجود تھے۔۔۔ اور پھر اس طرح میں نے وہ کام کیا ہے کہ آپ کو اس کا فائدہ بھی معلوم ہو گا۔۔۔ نہیں سمجھے۔۔۔ اچھا تو سمجھے۔۔۔ میں نے یہ نہیں لکھا کہ ہمگی سکھنے والا البرفو کا ساتھی تھا۔۔۔ اس سے وہ دونوں اس بات پر مطمئن ہو جائیں گے کہ پولیس ان کی طرف زیادہ دھیان نہ دے گی اور آپ اپنا کام کر گزریں گے۔۔۔ ہاں ہاں۔۔۔ لیکن اگر میری نیت میں انور ہوتا تو میں جام والے دافعے کو سے پہلے لکھتا لیکن میں نے اس کا ذکر یک نہیں کیا۔۔۔ خیر ہاں تو البرفو اور اس کے ساتھی کا کیا رہا۔۔۔ اوہ۔۔۔ ابھی یک لاپتہ ہیں۔۔۔ خبر اچھا ہے۔"

انور نے رسیور رکھ دیا۔

سارا دن اسی لمحن میں گزر گیا کہ رشیدہ کی حالت میں غیر متحق تبدیلی کا کیا باعث ہے  
وہ اپنے کرے ہی میں رہی۔ انور نے کئی بار اس سے ملتا چاہا۔ لیکن دروازہ نہ کھلا۔ رات کو تقریباً آٹھ بجے وہ باہر ٹکلی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سفری بیگ تھا اس نے انور کے دروازے پر دھک دی۔

دھرے لمحے میں انور دروازے میں کھڑا سے جرت سے گھور رہا تھا۔

”یہ کیا خط ہے؟“

”میں باہر جائی ہوں۔“

”آخِرِ جمیں کیا ہو گیا ہے؟“

”میں ایک بہت بڑے خطرے کی بوسنگھ رہی ہوں۔“ وہ اپنے نیک ہوتوں پر زبان پھیر کر بولی۔

”رسو میں کان اکھاڑوں گا۔“ انور نے کہا لیکن رشیدہ پر اس بھٹلے کا کوئی اثر نہ ہوا۔

انور سمجھا تھا کہ وہ پھر اپنے پرانے موڑ میں آجائے گی مگر اس کے چہرے کی زردی میں کسی قسم کا تغیرت نہ ہوا۔

”اوہ بیا تم کچھ بتاؤنا.....؟“ انور چکر کر بولا۔

”وقت نہیں ہے۔ میں جلد ہی واپس آ جاؤں گی۔ ہو سکتا ہے کہ سب وہم ہو۔ لیکن مجھے احتیاط برتنی پڑے گی۔ میں جمیں سب کچھ بتاؤں گی..... مگر.....!“

بار بے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ رشیدہ چونک کر مڑی۔ آنے والا رک گیا۔ وہ اندر ہرے میں تھا اور رشیدہ کے چہرے پر انور کے کمرے کی روشنی پڑ رہی تھی۔

”کون ہے؟“ انور نے سخت لبھے میں پوچھا۔

”سی قورا رہموی.....؟“ ایک تیز قسم کی آواز سنائی دی اور رشیدہ لاکھڑا کر انور کے بازوؤں میں آرہی۔ وہ نہی طرح کانپ رہی تھی۔

”انور..... جلدی..... انور.....!“ وہ انک کر کر بولی۔ انور نے اسے کمرے کے اندر کھینچ کر ایک صوف پر ڈال دیا اور خود دروازے پر جم گیا۔

”تم کون ہو.....؟“

آنے والا اندر ہرے سے روشنی میں آ گیا۔ یہ ایک پرستہ تھا مگر مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ انور اس کی رنگت دیکھ کر بے اختیار چونک ڈالتا نہیں جیسا سرخی مائل رنگ مگر وہ ڈان و نسٹ کے ساتھیوں میں سے نہیں تھا۔ انور کو ان سب کی صورتیں بخوبی یاد تھیں۔

"دوسٹ.....!" اس نے آہستہ سے انگریزی میں کہا۔

"یعنی.....؟" انور نے سوالیہ انداز میں کہا۔ اس کے لمحے میں سختی تھی۔

"مجھے اندر آنے دو میں خود کو محفوظ نہیں سمجھتا۔" اس نے کہا اور کمرے میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ انور کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کا ہاتھ میز پر پڑے ہوئے چاقو پر تھا۔

"جہاں کھڑے ہو دہاں سے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرنا۔" انور تیز لمحے میں بولا۔ "میرا نشانہ کبھی خطانہیں ہوا۔"

اجنبی نے مسکرا کر اپنے دونوں ہاتھوں پر انخادیے۔

"سی فوراً رو ہوں.....!" وہ پھر آہستہ سے بولا۔

رشیدہ انھوں کر کھڑی ہو گئی تھی اور اجنبی کو اس طرح محصور رہی تھی جیسے اسے بیچانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"تم کون ہو۔" انور پھر گرجا۔

"دوسٹ..... میں دوسٹ ہوں..... ابھی سی فوراً خود بتائے گی۔" اس نے اپنے چہرے پر گلی ہوئی سمجھی موجیں اتنا دیں۔

"ڈیگار لیکا.....!" رشیدہ آہستہ سے بولی اور تیزی سے اس کے قریب آگئی۔ انور کے ہاتھ سے چاقو چھوٹ گیا۔

اجنبی رشیدہ کے سامنے دوز افون ہو گیا۔

انور کی حیرت اپنی انتہائی منزلیں طے کر رہی تھی۔

ان دونوں نے ایک ایک زبان میں گفتگو شروع کر دی۔ جس کا ایک لفظ بھی انور کی سمجھ میں نہ آسکا۔

رشیدہ پہلے تو ہس پس کر باتیں کرتی رہی پھر اچاک خوفزدہ نظر آنے لگی۔

تحوڑی دیر بعد وہ انور کی طرف مڑی۔

"انور اب تمہیں بہت جلد میرا راز معلوم ہو جائے گا لیکن ہم اس وقت جلدی میں ہیں۔"

میں اس وقت چارہی ہوں کل کسی وقت تمہیں میرا نہ کہانے معلوم ہو جائے گا۔"

انور نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن اس کے منہ سے ایک لفڑی بھی نہ نکل سکا۔

رشیدہ اور وہ اپنی دروازہ کھول کر باہر نکل گئے اور پھر اچانک ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کوئی بہت وزنی چیز بارجے پر گر پڑی ہو۔ انور جھپٹ کر باہر نکلا لیکن دوسرا لمحے میں اس کی کہنی کے قریب بکھلی سی چمکی اور وہ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

تھے جانتے کہتی دیر بعد وہ اندر ہیروں کے تانے بانے سے آزاد ہو سکا۔ کہنی نہی طرح دکھ رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کئے اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے کا ارادہ کیا لیکن اچانک اس کا ذہن جاؤ اٹھا اور کچھ دیر قبل پیش آئے ہوئے واقعات آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ اس نے رشیدہ اور پسر اراپنی کو باہر جاتے دیکھا تھا پھر ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کہی پر اچانک حملہ کیا گیا ہو۔ وہ پھرتی سے باہر نکلا تھا اور شاید وہ کسی کام کا ہی تھا جس نے اس کے سر کی ہڈیاں تک ہلا دی تھیں۔ انور نے آہتہ آہتہ آنکھیں کھونے کی کوشش کی۔ وہ اپنے ہی کمرے میں تھا لیکن اسے پھر آنکھیں بند کر لئی پڑیں اور وہ سوچنے لگا کہ وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا ہے۔ بوڑھا البرنو ایک صوفے پر بیٹھا نیلی لیپ کی روشنی میں کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔

انور کا سر چکرنے لگا۔ آخر یہ بوڑھا آدمی ہے یا بھوت۔ لیکن اسکی موجودگی کا مطلب؟ کیا اسی نے اس پر حملہ کر کے بے ہوش کر دیا تھا۔ انور کا ذہن تیزی سے سوچنے لگا۔ کیا رشیدہ اسی لئے خائف تھی وہ پسر اراپنی کون تھا جسے دیکھ کر پہلے تو وہ نہی طرح خائف ہو گئی تھی لیکن پھر اس انداز میں گفتگو کرنے لگی تھی جیسے اسے رسول نے جانتی تھی۔ رنگت کے اعتبار سے وہ بھی ڈان و سندھ ہی کا ہم وطن معلوم ہوتا تھا لیکن رشیدہ اپنی زبان کیا جائے۔ وہ اس طرح اپنی زبان میں گفتگو کر رہی تھی جیسے وہ اس کی مادری زبان ہو۔ اس کا ذہن پھر البرانو کی طرف گیا تو کیا جس البرانو ہی اس غیر ملکی کا قائل تھا مگر کیوں؟ کیا اس وقت اس نے رشیدہ اور اس اپنی کو بھی قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور تو کیا، اس نے رشیدہ کو قتل کر دیا ہو گا..... رشیدہ کو۔

انور کے دماغ میں آندھیاں سی ٹلنے لگیں اس نے پھر آنکھیں کھولیں۔ البرنو بدستور کتاب میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے ہوتوں میں ایک موٹا سا سگار تھا جو شاید بجھ چکا تھا۔ انور لیئے

لیئے اچلا اور یک لخت البرونو پر جا پڑا۔ بوزھا اس اپنک جملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن وہ پھر بھی سنجل گیا۔ دوسرے لمحے میں اس کی فولادی انگلیاں انور کی کلاموں میں نہی طرح چھپ رہی تھیں۔ بوزھے کی نشست میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے انور کو اپنی ٹانگوں میں جکڑ لیا اور اب وہ اس کا سراپے ہاتھ میں لئے اس طرح اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی چشمہ کا شیر خوار چچے ہو۔

”شور مچانے کی ضرورت نہیں۔“ وہ آہستہ سے انگریزی میں بولا۔

انور پر سکتہ سا ہو گیا تھا۔ اسے ایسا حسوس ہوا تھا جیسے وہ اب زندگی بھر اس کی ٹانگوں کی گرفت سے آزاد نہ ہو سکے گا۔

”البرونو تمہارا دشمن نہیں۔“ وہ پھر بولا۔ ”اگر وہ دشمن ہوتا تو یہاں تھہرتا ہی کیوں؟ تم کوئی اعتمانہ حرکت نہیں کرو گے۔“

البرونو نے گرفت ڈھیل کر دی اور انور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ البرونو کی حالت میں کسی قسم کا کوئی تغیر واقع نہیں ہوا تھا۔ وہ بدستور پہلے کی طرح پر سکون نظر آ رہا تھا۔ اس کے ہونتوں پر سکراہٹ تھی لیکن آنکھیں جذبات سے عاری اور سرد تھیں۔ انور کے سارے جسم میں سناہٹ دوڑ گئی۔ البرونو نے سامنے والی کری کی طرف اشارہ کیا۔ انور خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں البرونو کے چہرے پر جھی ہوئی تھیں۔

”میں جانتا ہوں تم جو کچھ سوچ رہے ہو۔“ البرونو بولا۔

”کیا.....؟“ انور نے اپنے خلک ہونتوں پر زبان پھیری۔

”میں کہ کاش اس وقت تمہارا دوست انپکڑ آصف یہاں آ جاتا۔“

انور بے اختیار چوک پڑا۔ اسے حرمت ہو رہی تھی کہ آخر البرونو سے اس کا کیا تعلق اور وہ اس کے بارے میں اتنی معلومات کیسے رکھتا ہے؟

”تمہیں یہاں میری موجودگی پر حرمت ہو رہی ہے۔“ البرونو پھر سکرایا۔

”آخر تم چاہتے کیا ہو؟“ دھننا انور اٹھ کر چینا۔

”میر... میر...!“ البرونو نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ”اگر میں موقع پر نہ بیٹھ جاتا تو تم

کہیں اور ہوتے۔"

"وہ لڑکی کہاں گئی؟" انور بے صبری سے بولا۔

"یہ ابھی نہیں بتایا جاسکتا۔ میں خود نہیں جانتا۔ لیکن وہ خود نہیں گئی زبردستی لے جائی گئی

ہے۔"

انور پھر اسے گھومنے لگا۔

"دیکھو بوڑھے، میں بہت خراب آدمی ہوں۔" انور بولا۔

"وہ تو تمہاری صورت سے ظاہر ہے۔"

انور پھر جلا کر اٹھا۔

"دیکھو بولا کے! تم شاید اپنے ہاتھ پر تراکر ہی رہو گے۔"

"میں ڈاں و سٹ نہیں ہوں۔" انور طنزیہ انداز میں بولا۔ "میں تمہارا غرور توڑ دوں گا۔"

البرونو نے قہقہہ لگایا۔

"جلد بازی ٹھیک نہیں مسٹر انور۔" وہ تھوڑی دیر بعد سنجیدگی سے بولا۔ "مجھے اطلاع ملی تھی کہ جرام کی دنیا میں تم ایک بہترین دماغ ہو لیکن شاید وہ محض افواہ تھی۔ تم ایک معمولی آدمی سے بھی بدتر معلوم ہوتے ہو۔"

اتھے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ انور نے اٹھنا چاہا۔

"خہرو.....!" البرونو اٹھتا ہوا بولا۔ "شاید یہ فون میرے لئے ہے۔"

اس نے رسیور ہاتھ میں اٹھایا۔ "ہیلو..... ٹھیک..... میں یہاں دس منٹ تک اور انتظار

کروں گا..... جلدی کرو۔"

اس نے رسیور رکھ کر بجھا ہوا سگار لے گایا اور دیوار سے گلی ہوئی ایک تصویر پر نظریں بھاڑاں۔ انور نے طرح بولکھایا تھا۔ نہ جانے وہ کیوں خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اس کی ساری تیزی اور طراری رخصت ہو گئی تھی۔ وہ بوڑھے کی بے پناہ طاقت کا بھی اندازہ لگا چکا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ برقرار ہے۔

کسی نے دروازے پر دستک دی۔ انور نے پھر اٹھنا چاہا لیکن بوڑھے کے ہاتھ میں

اعشار یہ تین آٹھ کار بیالور دیکھ کر بہت جواب دے گئی۔ بیوڑھار بیالور کا رخ انور کی طرف کے ہوئے آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ مکھا لیکن وہ داہنے پٹ کی آڑ میں ہو گیا۔ آنے والا اپنکھ آصف تھا۔ انور اسے اشارہ کرنے کا ارادہ کری رہا تھا کہ دھنٹا اسے البرانو کی آنکھوں میں سفا کی کی جھلک دکھائی دی اور ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کی گردش کرنے کی صلاحیت یک لخت مقود ہو گئی ہو اور اب وہ زندگی بھرا پتی آنکھیں اس کے چہرے پر سے نہ ہٹا سکے گا۔

”اوہ.....!“ آصف چک کر بولا۔ ”کیا بت بننے کی مشق کر رہے ہو۔“

اس کے اس جملے پر بھی انور کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی اور پھر آصف بے خودی میں پیچھے کی طرف رہا۔ اس کا من چھیل گیا۔

”مش.....!“ البرونو پر سکون لجھ میں بولا۔ ”شور نہیں..... ورنہ یہ ریوالور تم سے زیادہ شور مچانا جانتا ہے۔“

آصف کے دونوں ہاتھ اور پر اٹھ گئے۔

”بیٹھ جاؤ۔“ وہ ایک کری کی طرف اشارہ کر کے چھماٹہ لجھ میں بولا۔

آصف بیٹھ گیا۔ بھی وہ انور کی طرف دیکھتا تھا اور بھی البرونو کی طرف۔

”مسڑ آصف کی جیب سے پسول نکال کر سامنے میز پر رکھ دو۔“ البرونو نے انور سے کہا۔ انور نے چھیل کی۔ لیکن میز کے قریب پہنچ کر وہ دھنٹا گھوم پڑا۔ البرونو کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا اور انور کے ہاتھ میں دیا ہوا ریوالور اچھیل کر دور جا گرا۔

”میں اپنے ریوالور میں بے آواز کا رو س استعمال کرتا ہوں۔“ البرونو مسکرا کر بولا۔ ”میں شور نہیں پسند کرتا۔“

انور گھبرا کر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن البرونو کی گولی پسول کی ہال پر پڑی تھی اور اس کا ہاتھ حفظ تھا۔

”بیٹھ جاؤ۔“ البرونو کری کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”میں یہاں دوسری کال کا انتظار کر رہا ہوں مجھے تم لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔“

آصف تھیزانہ انداز میں البروفو کو دیکھ رہا تھا۔ انور بے بُی سے بیٹھ گیا۔

”لیکن تم... لیعنی کرم...!“ آصف اپنے خلک ہوتوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔

”اس کمرے میں میری موجودگی کا سبب پوچھنا چاہتے ہو۔“ البروفو مسکرا گیا۔

آصف جواب طلب نظرتوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”ڈان ونسٹ کی حالت ابتر ہے۔“

”تو پھر اس سے کیا۔ وہ ایک مقابلے کے دورانِ زخمی ہوا تھا۔ سب سے پہلے اسی نے مجھ پر جارحانہ حملہ کیا تھا۔ خیر ہو گا میں کسی قسم کی مقامی نہیں پیش کرنا چاہتا۔ مجھے اطمینان ہے کہ جس وقت چاہوں گا یہاں سے چلا جاؤں گا۔ مجھے صرف ڈان ونسٹ کی موت کا انتظار ہے۔“

”یہ تم ایک سی آئی ڈی انپکٹر کے سامنے کہہ رہے ہو۔“ آصف اسے گھور کر بولا۔

”میں تمہیں اچھی طرح پیچھا نہ ہوں۔“ البروفو نے مسکرا کر کہا۔

انپکٹر آصف کو زندگی میں شاید ہی کبھی کوئی ایسا الحاد آیا ہو جب کسی مجرم نے اس سے اس قسم کی گلگولوں کی ہو۔ وہ انور سے بھی بوكھلا یا ہوا نظر آنے کا تھا۔

”لیکن تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے۔“ آصف ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔

”میرا نشانہ کسی خطا نہیں کرتا۔“ البروفو نے روپا اور کارخ آصف کی طرف پھیر دیا۔

”بیٹھ جاؤ.....!“ انور جلا کر بولا۔ پھر البروفو سے کہنے لگا۔ ”اگر یہ صحیح ہے کہ تم اس جگہ ابھی قیام کرو گے تو میں تمہیں چیخنے کرتا ہوں کہ.....!“

”نہی بات..... نہی بات۔“ البروفو اس کی بات کاٹ کر بولا۔ ”ذرائع اسی باتوں پر ہاراض نہیں ہوا کرتے۔“

”لیکن یہاں اس وقت اس کی موجودگی کا مطلب۔“ آصف نے انور سے پوچھا۔

”ان لوگوں نے رشیدہ کو اخوا کر لیا ہے۔“ انور دانت پیش کر بولا۔

”یہ بکواس ہے۔“ البروفو نے تخت بجھ میں کہا۔

”پھر وہ کہاں گئی۔“

”کہہ تو دیا کہ میں نہیں جانتا۔“

”مجھ پر کس نے حملہ کیا تھا۔“

”میں یہ نہیں بتا سکتا۔“

”اس طرح تم ایک بہت بڑے جرم کے مرکب ہو رہے ہو۔“ آصف نے کہا۔

”جرائم تو میری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔“ البروفور اپر والی سے بولا۔

انتے میں پھر ٹھیلی فون کی تھنی بھی۔ البروفور نے بڑھ کر رسیور اٹھایا لیکن روپا الور کا رخ ابھی تک آصف اور انور رعی کی طرف تھا۔

”یلو۔!“ وہ ماڈتھے چیز میں بولا۔ ”تم بہت دری کر رہے ہو۔ کہو کیا رہا۔۔۔ وہ صحیک ہے مگر مرنے کی امید تو نہیں۔۔۔ صحیک بہت اچھا۔۔۔ تم وہیں نہ ہو۔۔۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

البروفور رسیور رکھ کر ان کی طرف مڑا۔

”اچھا دوستو! شب بخیر۔ تم دونوں دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ چلو جلدی کرو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ضرورت پڑنے پر میں قل بھی کر سکتا ہوں صحیک۔۔۔ ہاں اسی طرح کھڑے رہو۔“

البروفور نے کمرے سے ٹکل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا اور پھر بارجے میں پھیلی ہوئی تار کی میں اس کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی رہی۔

آصف دروازے کی طرف چھٹا۔

”بیکار ہے۔“ انور مردہ دلی سے بولا۔ ”باہر سے دروازہ بند کر گیا ہے۔“

”بہر حال اسوقت بڑی بے عزتی ہوئی۔“ آصف نے پریشانی سے پینت پوچھتے ہوئے کہا۔

”ابھی اس سے بھی زیادہ بے عزتی ہوئی باقی ہے۔“ انور خلک لجھ میں بولا۔

”میں نہیں سمجھا۔“

”اس کمرے سے نکلنے کے لئے شور چاکر چلی منزل والوں کو بلاتا پڑے گا۔“

یہ سن کر آصف سنائے میں آگیا۔ کم از کم اس عمارت کے لوگ اسے اچھی طرح جاتے تھے۔

”چیخو بھی چیخو۔“ انور برا سامنہ بنا کر بولا۔ ”ورتہ رات چھیمنیں برس کرنی پڑے گی۔“

”یار یہ تو بڑا برآ ہوا۔“

”میں اس کم بخت سے سمجھ لوں گا۔“ انور بھنا کر بولا۔

”وہ تو بعد کی باتیں ہیں..... اس وقت کیا کیا جائے؟ اگر جیچ جیچ کر لوگوں کو بلاتے ہیں تو

خواہ متوہ اجتہ بننا پڑے گا۔“

”بھی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔“

”رشیدہ کا کیا قصہ ہے۔“ آصف نے بینتھے ہوئے کہا۔

”خود میں ہی نہیں سمجھ سکا تمہیں کیا بتاؤں گا۔“ انور نے کہا۔ ”لیکن اس وقت تم کیسے

آگئے۔“

”ادھر سے گزر رہا تھا سوچا تم سے مٹا چلوں۔“

”ایتھے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”کون.....؟“

”چائے والا.....!“ باہر سے آواز آئی اور آصف کا چہرہ چمک اٹھا۔

”باہر سے بند ہے کھوں لو بھی۔“ آصف پر سرت لجھے میں بولا۔

دروازہ کھلا اور قریب کے ہوٹل کا ایک لاکاڑے میں چائے لئے ہوئے داخل ہوں۔

”تم سے چائے کے لئے کس نے کہا تھا۔“ انور اٹھتا ہوا بولا۔

”لڑکا کا ہم گیا۔

”ایک صاحب نے۔“

”کون تھا.....؟“

”میں پچھا نہیں لیکن انہوں نے آپ کا پتہ بتایا تھا۔“

”اس کا حلیہ.....!“ آصف نے پوچھا۔

”بوز ہے تھے، ڈاگی تھی۔ ہرے رنگ کا سوت پہنے ہوئے تھے۔“

انور آصف کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا اس نے تمہیں سے کہا تھا۔“ انور نے پوچھا۔

”نہیں..... فیر صاحب سے میں قریب ہی کھڑا تھا۔“

”کیا تم اگر بزی سمجھ لیتے ہو۔“

”میں تبیر صاحب نے مجھے بتایا تھا، وہ صاحب چائے کے پیسے بھی دے گئے ہیں۔“

”اچھا..... اچھا تھوڑی دری بعد برلن لے جانا۔“ انور نے کہا۔

لڑکا چلا گیا۔

”یار اس بوڑھے نے حق مجھ دماغ خراب کر دیا ہے۔“ آصف کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”میں نے بڑے بڑے مجرموں کا سامنا کیا ہے..... لیکن یہ بوڑھا.....“ انور سُکریت سُکاتے سُکاتے کچھ سوچنے لگا۔

”کیوں.....؟ کیا بات ہے؟“

”کچھ نہیں! رشیدہ کا معاملہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔“

”آخر بات کیا ہے۔“ آصف نے پوچھا۔

”ٹھہرو.....!“ انور اٹھتا ہوا بولا۔ ”بوڑھا ہمیں مستقل طور پر یقوقف بنانے جا رہا ہے۔ کیا تم چائے پیو گے؟ عجیب احس ہو۔ انہوں نے جلدی کرو۔“

آصف کھڑا ہو گیا۔ دونوں باہر نکلے۔ آصف اس کے کہنے پر غل تو کر رہا تھا لیکن بے دل سے۔ اس نے کہی بار انور سے کچھ پوچھتا چاہا لیکن انور جلدی میں تھا۔ اس نے نیچے آ کر گیراج سے موڑ سائکل نکالی اور دونوں اس پر بینچ کر ایک طرف روانہ ہو گئے۔

”کہاں چلو گے؟“ آصف نے پوچھا۔

”ٹلی فون ایکسچن.....!“

”کیوں.....؟“

البرنو کی دوسری کال ٹھیک دس بیج کر پانچ منٹ پر آئی تھی۔ ہمیں یہ معلوم کرنا چاہئے کہ وہ کہاں سے آئی تھی۔

”معلوم تو ہو جائے گا۔“ آصف نے کہا۔ ”لیکن بوڑھا بہت چالاک ہے۔“

”کیا مطلب.....؟“

”وہ اس قسم کی غلطی نہیں کر سکتا جس سے کچلے جانے کا امکان پیدا ہو سکے۔“

”خیر دیکھا جائے گا۔ تم اندر جا کر پہ لگاؤ۔ میرا فون نمبر تو جانتے ہی ہو۔“ انور نے کہا۔  
ٹلی فون اچھیجن کے قریب پہنچ کر انور نے موڑ سائیکل روک دی اور آصف اتر کر عمارت  
میں داخل ہوا۔

انور فٹ پاتھ پر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ رشیدہ کے متعلق آصف کو بتائے یا نہ بتائے۔ خود رشیدہ  
کے روئے نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ وہ کون سی ایسی بات تھی جس کے لئے رشیدہ اتنی  
رازداری سے کام لے رہی تھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس پر اسرار اجنبی کے ساتھ اپنی خوشی سے گئی  
تھی اور پھر اس کے بعد کے واقعات نے حالے کو اور بھی الجھا دیا تھا۔ آنے والا ڈان و سفت  
ہی کا ہم ڈلن معلوم ہوتا تھا اور ڈان و سفت کے بیان کے مطابق پہنچانی بوز حا البر، نو اس کا دش  
تھا۔ لیکن وہ اجنبی ڈان و سفت کے ساتھیوں میں سے نہیں تھا۔ انور کو ان کی شلیں اچھی طرح یاد  
تھیں۔ پھر وہ کون تھا۔ انور سوچنے لگا۔ کہاں سے آیا تھا۔ ان پاچ غیر ملکیوں کے علاوہ  
سفر تھا نے میں کسی اور کا کوئی ریکارڈ نہیں تھا۔ پھر وہ متخل کون تھا.....؟ اور وہ اجنبی.....؟  
انور کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کے دماغ کی رگیں چھت جائیں گی۔

تحوڑی دیر میں آصف مدھم سروں میں سیٹی بجا تا ہوا عمارت سے نکلا۔

”میرا خیال عموماً غلط نہیں ہوتا۔“ اس نے کہا۔

”کیا ہوا.....؟“

”ذی بجلک پاچ منٹ پر تمہارے فون کی کال دولت گنج پیلک ٹلی فون پوسٹ سے ہوئی تھی۔“

”اوہ.....؟“ انور مایوسانہ انداز میں بولا۔ ”تب تو بیکار ہے۔ وہاں سے کیا معلوم ہو سکے گا۔“

”تم نے رشیدہ کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

”تجھیں کیا بتا سکتا ہوں جبکہ خود مجھے ابھی تک کچھ نہیں معلوم۔“

”لیکن ابھی تھوڑی دیر قبل تم البرنو پر اسکے اخواہ کا الزام لگا رہے تھے۔“ آصف نے کہا۔

”بھی معاملہ کچھ عجیب سا ہے۔ رشیدہ کہیں باہر جانے کے لئے تیار تھی۔ میں اس کے

ساتھ باہر نکلا تھا کہ کسی نے اچاک بجھ پر حملہ کر دیا جب مجھے ہوش آیا تو دیکھا کہ میں پنچ پر پڑا۔

ہوں اور البرانو کمرے میں بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا ہے۔“

”اور شیدہ.....!“

”میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں گئی۔“

”وہ کہاں جانے کے لئے تیار تھی۔“

”اس نے بتایا نہیں تھا۔“

”عجیب بات ہے۔“ آصف نے کہا اور انور کو گھوڑے لگا۔

انور نے ایک سگریٹ سلاکائی اور دو تین گھرے گھرے کش لینے کے بعد بولا۔ ”سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ البرانو کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ ابھی تک اس کی کوئی حرکت سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ وہ ہمیں عجک نہیں کرنا چاہتا۔!“

”کیوں؟ کیا وہ ابھی تک ہماری پوچا کرتا رہا ہے۔“ آصف نے طنزی بجھے میں کہا۔

”نہیں..... اگر وہ عجک کرنا چاہتا..... تو ہم سچ عجک کرے سے باہر نہیں کل کتے تھے۔“

”اوہ نہ ہو گا۔“ آصف گردن جھک کر بولا۔ ”ابھی مجھ سے سروکار ہی کیا.....؟ جب کیس

مجھ عجک پہنچے گا اس وقت دیکھا جائے گا۔“

”جی ہاں..... اس دن تو وہ خود ہی ہاتھ پا عدھے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر

ہو جائے گا۔“ انور ختم بجھے میں بولا۔

”خیر..... خیر..... میں ابھی اس پر رائے زنی کرنا غیر ضروری سمجھتا ہوں۔“ آصف نے سکرا کر کہا۔ ”اچھا بھی میں تو چلا..... بس آرہی ہے۔ اس کے بعد کوئی دوسری بس نہ مل سکے گی۔ شب تھیر۔“

آصف انور کی طرف ہاتھ ہلاتا ہوا بس پر چڑھ گیا۔

انور نے ختم ہوتی ہوئی سگریٹ سے دوسری سگریٹ سلاکائی اور خیالات میں ڈوبتا ہوا اس پر کش لیتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ شاید زندگی میں پہلی بار اسے اتنی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ بوڑھے البرانو کا تصور اس کے غصے کی آگ بھڑکا دینے کے لئے کافی تھا۔ اس نے تھیر کر لیا تھا کہ دوسری ملاقات پر وہ بے دریغ اپنار بیوالہ استعمال کرے گا۔ خواہ

بعد میں پھانسی ہی کیوں نہ ہو جائے۔

دھڑا ایک ٹیکسی اس کے قریب سے گزری اور وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ البرونو کا توجہ ساتھی چھپلی نشست پر بیٹھا پاسپ پی رہا تھا۔ اس کے قریب سے گزرتے وقت ٹیکسی کی رفتار کم ہی۔ لیکن آگے جا کر اس کی رفتار تیز ہوتی ہوئی معلوم ہوئی۔ انور اچھل کر اپنی موڑ سائکل کی سیٹ پر آ رہا۔ دوسرے لمحے موڑ سائکل ٹیکسی کا تعاقب کر رہی تھی۔ ٹیکسی شہر سے ایک ویران راستے پر ہوئی۔ انور بدستور اس کا تعاقب کئے جا رہا تھا۔ انور کا ارادہ شخص تعاقب کا تھا مگر پھر ایک خیال نے اسے اس ارادے سے باز رکھا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ البرونو کے ساتھی کو سینہ روک کر پکولیا جائے۔ ممکن ہے کہ منزل مقصود پر پہنچ کر البرونو سے بھی نہ بھیز ہو جائے اُسی صورت میں وہ تھا کیا کر سکے گا۔

اس نے جیب سے روپالور نکالا اور پے در پے فائر کرنے شروع کر دیئے۔ ٹیکسی رک گئی۔ انور کو موقع تھی کہ ادھر سے بھی فائر ہوں گے مگر ایسا نہیں ہوا۔

ایجے میں اس کی موڑ سائکل ٹیکسی کے برادر پہنچ گئی۔ ڈرائیور نیچے اتر آیا لیکن چھپلی سیٹ خالی تھی۔

”وہ ڈاکو کہاں گیا.....!“ انور گرج کر بولا۔

”ڈوڈو ڈاکو.....!“ ڈرائیور بوكھلائے ہوئے الجے میں ہکلایا۔

”ہاں ڈاکو! میں پولیس کا آدمی ہوں۔“

ڈرائیور نے چھپلی سیٹ کی طرف دیکھا اور ”ارے“ کہہ کر اچھل پڑا۔

”لیعنی..... گلیا..... ڈوڈا کو..... ارے ارے۔“ ڈرائیور تری مطرح بوكھلایا ہوا تھا۔

”ہاں وہ کہاں گیا۔“

”سینہ تھا..... سینہ۔“ اس نے چھپلی سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

انور نے ابھی تک مشین بند نہیں کی تھی اور دونوں طرف زمین پر جو دیکے موڑ سائکل ہی پر بیٹھا ہوا تھا۔ دھڑا کوئی چیز اس کی پیٹھے میں چھپی۔

”خبردار.....!“ چھپے سے آواز آئی۔ ”پتا ریوالور زمین پر ڈال دو۔“

ڈرائیور جیج کر چکی میں گھس گیا اور انور نے اپنار بیو اور زمین پر گرا دیا۔ البرونو کا ساتھی نہایت اطمینان سے اس کی موڑ سائکل کے کیریز پر بیٹھا اس کی کرم میں اپنے پتوں کی ہال چھبو رہا تھا۔ اس نے جگ کر انور کا ربیو اور اٹھلیا اور اپنی جیب میں ڈال لیا۔

”اب چلاو موز سائکل.....!“ البرونو کا ساتھی اکھڑی اکھڑی انگریزی میں بولا۔

”ذرہ بر ابر بھی میرے حکم کے خلاف کیا تو یہیں ختم کر دوں گا۔ سیدھے چلو۔“

موز سائکل چل پڑی۔ انور بُری طرح بیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ موز سائکل کسی درخت سے سکردا رہے۔ ایسی لگت اس کے خواب و خیال میں بھی تھی۔

”واہنی طرف موز دو.....!“ البرونو کا ساتھی تھمانہ لجھے میں بولا۔

انور نے موز سائکل موز دی۔ لیکن کچھ دور جا کر خود بخود بیڑدا نہ لگا۔ آخر ایسی بھی کیا بزدلی۔ اس نے جلا کر مشین بند کر دی۔

”چلاو.....!“ البرانو کا ساتھی چیخا۔

”خہیں.....!“

”میں شوت کر دوں گا۔“

”کروو.....!“

”میں پھر سمجھتا ہوں۔“

”خہیں سمجھتا..... میں بزدل نہیں۔“

## ایک زخمی

ان دونوں میں بکرار ہو رہی تھی کہ کسی طرف سے ایک فائر ہوا اور گولی البرونو کے ساتھی کے کان کے قریب سے گزرنگی۔

”بیوقوف آدمی بھاگو.....!“ وہ انور کو دھکا دیتا ہوا بولا۔

دوسرا فائر ہوا اور اس نے انور کا ہاتھ پکڑ کر جهازیوں کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اس بار انہیں وہ سمت معلوم ہو گئی تھی جدر سے فائر ہو رہے تھے۔

"یہ ڈان ونسٹ کے ساتھی معلوم ہوتے ہیں۔" وہ آہستہ سے بڑیلیا۔ پھر انور سے بولا۔

"شکار کھیلو گے۔"

انور کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے۔ اس نے سوچا ممکن ہے پولیس کے آدمی ہوں اور اگر نہ بھی ہوں تو وہ خواہ ٹوواہ ڈان ونسٹ کے ساتھیوں سے کیوں الجھے۔ البرنو کا ساتھی اسے خاموش دیکھ کر بولا۔ "ہم بھاگ بھی سکتے ہیں مگر تمہاری موڑ سائکل سینیں رہ جائے گی۔ اور اگر ان لوگوں نے اسے پولیس کے سامنے پیش کر دیا تو تم مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔"

انور جواب دینے ہی والا تھا کہ پھر فائر ہوا۔

"آدمی ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔" البر انو کا ساتھی بڑی بڑی لیا۔

"تو پھر تم بھی فائر کیوں نہیں کرتے۔" انور نے کہا۔

"نہیں اسے سمجھنے دو کہ ہمارے پاس پتوں نہیں ہے۔"

"کیوں.....؟"

"میں اسے زندہ پکڑنا چاہتا ہوں۔ اس طرح وہ سامنے آ جائے گا۔"

"آختم لوگوں نے یہ کیا تقویت پھیلا رکھی ہے۔" انور بولا۔

"اے تقویت نہ کہو۔ وہ دن دو رہنیں جب تم ہماری شان میں قصیدے گاتے پھر گے۔"

انور اسے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس نے اسے چپ کر دیا۔

"شش..... خاموش وہ موڑ سائکل کی طرف آ رہا ہے۔"

موڑ سائکل کے قریب کوئی کھڑا ادھر دیکھ رہا تھا۔

"جلدی کرو..... ورنہ موڑ سائکل گئی۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاید ہم بھاگ گئے۔"

اس نے انور کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ جملہ آور موڑ سائکل پر بیٹھنے ہی والا تھا کہ وہ

اس پر ٹوٹ پڑا۔ دونوں گھٹے ہوئے زمین پر آ رہے۔

”خداتم دونوں پر اپنی رحمت نازل کرے۔“ انور نے بلند آواز میں کہا اور اچھل کر موڑ سائکل پر بینجھ گیا۔

البرونو کا ساتھی چیننے لگا۔ مگر موڑ سائکل اسٹارٹ ہو چکی تھی اور اب اوپنی اوپنی زمین پر اچھلی کو تی آگے بڑھی جا رہی تھی۔ انور اسے کاٹھن کے بے تحاش بھاگ رہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد اچانک پچھلے پیسے کا ٹارِ ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا اور اسے جھوٹا موڑ سائکل روک دینا پڑی۔ مگر وہ خطرے کی یوسوٹھ پکا تھا۔ ٹارِ خود بخوبی نہیں پھٹا تھا بلکہ اس پر کسی نے قار کیا تھا۔ انور کو کر جھاڑیوں کی طرف بھاگنے لگا۔

”تمہرو.....!“ اسے پشت پر آواز سنائی دی۔

انور نے پلٹ کر دیکھا ایک آدی رانفل لئے کمڑا تھا۔ اندھیرے میں صورت تو نہیں دکھائی دی۔ لیکن اس کے قد و قامت سے انور نے یہ اندازہ ضرور لگایا کہ وہ اس سے پہلے بھی کہیں اسے دیکھ چکا ہے۔

وھٹا اس کے چہرے پر تارچ کی روشنی پڑی اور اجنبی نے قہقہہ لگایا۔

”تو یہ تم ہو۔“ اجنبی نے اگریزی میں کہا اور انور نے اسکی آواز بیچان لی۔ یہ البرونو تھا۔

”تم نے مجھ پر کوئی کیوں چلائی۔“ انور گرج کر بولا۔

”مجھے غلطانی ہوئی تھی۔“ البرونو نے آہستہ سے کہا اور اس کے قریب آگیا۔

”لیکن تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو۔“

”تم سے مطلب.....!“

”میں تمہاری دلیری کے قصے سن چکا ہوں۔“ البرونو نہیں کر بولا۔ ”لیکن میر ایک ہی گھوسر تھیں بہشت کی سیر کر رہے گا۔“

”میں نے بھی تمہارا خاتمہ کر دینے کا تھیہ کر لیا ہے۔“

”بہت اچھے۔“ البرونو نے قہقہہ لگایا۔ پھر سجدگی سے بولا۔ ”ممکن ہے تم حق کہتے ہو لیکن میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ موڑ سائکل سنجا لو اور میرے ہمراہ چلو۔“

”نہیں جاؤں گا۔“ انور جھلا کر بولا۔

”چلو.....!“ البرنو نے اس کے سینے پر ہال رکھ دی۔

مجوہر انور نے موڑ سائیکل اٹھائی اور اسے دھکلایا ہوا البرنو کے ساتھ چلنے لگا۔

کلکت پر گلکت۔ انور بڑی طرح جھلایا ہوا تھا۔ البرنو کی شخصیت حد درجہ پر اسرار ہوتی جا رہی تھی۔ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔ پھر اس کا ذہن البرنو کے ساتھی کی طرف منتقل ہو گیا۔ معلوم نہیں اس کا کیا اتجام ہوا۔ بہت ممکن ہے کہ اس پر حملہ آور پولیس ہی کا کوئی آدمی رہا ہو۔ کیا البرنو اس سے واقع تھا۔ انور نے سوچا کہ اسے کچھ دیر قبیل والا واقعہ ہتا دے۔ مگر پھر ارادہ بدلتی گیا۔ آخر وہ اسے بتائے ہی کیوں۔

”کیا سوچ رہے ہو۔“ البرنو تھوڑی دیز بعد بولا۔

”میں کہ میرا اور تمہارا اعلیٰ ہی کیا؟ نہ جانے کیوں تم لوگ میرے پیچے پڑ گئے ہو۔ رشیدہ کو انخواہ کرنے کا مطلب کیا تھا۔“

”تو ابھی تک یہ خیال تمہارے دل سے نکلا نہیں۔“ البرنو نے کہا۔ ”خیر..... خیر..... ابھی تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔“

البرنو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے راستے کر رہا تھا۔ کئی کھائیاں اور نالے پھلانکنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے مکان کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

”اندر چلو.....!“ البرنو نے حکماتی لمحے میں کہا۔

انور نے موڑ سائیکل ایک طرف کھڑی کر دی۔ وہ اس مکان کی ساخت پر غور کر رہا تھا۔ جس کی قصیر کے سلسلے میں زیادہ تر لگوی استعمال کی گئی تھی۔ قرب دیوار میں کچھ اور بھی نوٹے پھونٹے جھوپڑے دکھائی دیئے۔ لیکن وہ سب دیران معلوم ہوتے تھے۔ غالباً یہ جھوپڑے خانہ بدھوں کے ہائے ہوئے تھے۔ جن میں وہ مقام فوت قائم کرتے رہے ہو گئے۔ انور نے اس طرف کے خانہ بدھوں کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا۔ فصل کئنے کے زمانے میں وہ ان اطراف میں پھیل جاتے تھے دن میں تو کھلیاں تو میں محنت مزدوری کرتے اور رات کو چوریاں کرتے تھے۔

”دروازہ ادھر ہے۔“ البرنو نے ایک طرف اشارہ کیا۔

”آخر تم چاہئے کیا ہو۔“

"تمہاری دعوت کروں گا۔" البرانو سے دھکا دیتے ہوئے بولا۔ انور بے تحاش پلٹ پڑا۔  
البرانو کے ہاتھ سے رائفل گر گئی اور انور کا گھونسہ اس کی پیشانی پر پڑا۔  
البرنو نے لکڑا کر ایک قدم بچھے ہٹ گیا۔ انور پھر جپتا تھا اس پار البرانو نے تری طرح  
اس کی گردن پکولی کر اسے در سے لمحے میں اپنی زندگی محال نظر آئے گی۔

"احمق کہیں کے..... گدھ۔" البرانو آہستہ سے بڑبڑایا اور انور کو دھکیل کر اندر کر دیا۔  
اندر منی کے تھل کا چاغ جل رہا تھا۔ جس کی مسم روشنی میں لکڑی کے اس کمرے کی فضا  
حد وچ پر اسرار معلوم ہو رہی تھی۔ سامنے نظر پڑتے ہی انور بے تحاش چونک پڑا۔ ایک چار پاؤں پر  
وہی اپنی پڑا دکھائی دیا جس کے ساتھ رشیدہ کہیں جا رہی تھی۔ انور نے پلٹ کر البرانو کی طرف  
دیکھا جو حقیقت خیز امداد میں مسکرا رہا تھا۔

"کیا تم نے اسے مار ڈالا۔"

"نہیں..... آہستہ بولو۔ وہ سورہ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کے سر میں پیش ابندگی  
ہوئی ہیں۔"

"وہ لڑکی کہاں ہے۔" انور نے بے ساخت پوچھا۔

"اے ڈان ونسٹ کے آدمی لے گئے۔"

"کہاں.....؟"

"ابھی یہ نہیں معلوم۔"

"تم جھوٹے ہو۔" انور گرج کر بولا۔

"تم پھر جیتنے لگے۔" البرنو نے تخت لجھ میں کہا۔ "چلو باہر چلو۔"

دونوں باہر نکل آئے۔

تحوڑی دیر بعد ایک سایہ دکھائی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بھاری وزن اٹھائے  
ہوئے ان کی طرف آ رہا ہو۔ البرنو نے ٹارچ کی روشنی ڈالی اس کا ساتھی کسی کو پیشہ پر لا دے چلا  
آ رہا تھا۔

"یہ کیا.....؟" البرنو نے پوچھا۔

”شکار.....!“ اس نے اس آدمی کو زمین پر ڈالنے ہوئے کہا۔ البرونو کی ٹارچ بیہوں آدمی کے چہرے کے گرد روشنی کا دائرہ بنارہی تھی۔ انور نے پہلی عی نظر میں اسے پیچان لیا۔ وہ ڈان ونسٹ کے ساتھیوں میں سے ایک تھا۔

”تم ہم سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے۔“ البرونو کے ساتھی نے انور کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

انور نے اس کے ہاتھ کو جھٹک دیا۔ لیکن دوسرا بی لمحے میں اس کے گال پر ایک تمپر پڑا۔ انور نے بھی مکا ہاں لیا لیکن البرونو درمیان میں آگیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی کو ڈان شروع کر دیا۔ پھر دونوں نے مل کر ڈان ونسٹ کے ساتھی کو اٹھایا اور کمرے میں لے آئے۔ البرونو نے اسے ایک لکڑی کے ستون کے سہارے کھڑا کیا۔ بخی سے اوپر تک رسی سے جکڑ دیا۔

”یہ تمہیں ملا کہاں.....؟“ البرونو نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

”بیہنیں جگل میں.....! میں انور کو گرفتار کر کے یہاں لا رہا تھا کہ درمیان میں آ کووا۔“

”لیکن تم انور کو کیوں لا رہے تھے۔“ البرونو بگز کر بولا۔

”اس نے میرا تعاقب کرنے کی کوشش کی تھی۔“ اس نے کہا اور سارا واقعہ دہرا دیا۔

البرونو ہنسنے لگا۔

ڈان ونسٹ کے ساتھی کو جلدی ہوش آگیا۔ وہ آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

”ہیلو کاہر یہ.....!“ البرونو طنزیہ انداز میں بولا۔ ”ہمارے پیچے لگنا آسان کام نہیں ہے۔“

ڈان ونسٹ کا ساتھی خوفزدہ نظر آنے لگا۔

”رومی کہاں ہے۔“ البرونو نے تحکمانہ لمحے میں پوچھا۔

”میں نہیں جانتا۔“

”تمہیں بتانا پڑے گا۔“

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نظریں زخمی آدمی پر جمی ہوئی تھیں جو ابھی تک ہوش میں نہیں آیا تھا۔

”میں نہیں جانتا۔“

البرنو نے اس زور کا تھپڑا اس کے گال پر سید کیا کہ پانچوں الگیوں کے نشان میں گئے۔

”ہتاو.....!“

”نہیں.....!“

اب کی اس کے ہوتوں پر گھونسہ پڑا اور منہ سے خون بہنے لگا۔

”ہتاو کہاں ہے روموی.....؟“

”نہیں.....!“

البرنو اپنے ساتھی کی طرف مڑا۔

”آتش دان میں کوئی دھکاؤ۔“

اس کا ساتھی کمرے سے چلا گیا۔ انور خاموش تھا۔ وہ البرنو کی اس حرکت کو اچھی نظر دیں سے نہیں دیکھ رہا تھا۔ البرنو نے پھر اس کے منہ پر تھپڑا مارا۔

”یہ طریقہ بذلاتہ ہے۔“ انور بے اختیار بولا۔

”بکومت.....!“ البرنو خلیج میں بولا۔ ”تم ان لوگوں سے واقع نہیں ہو۔۔۔ یہ اس قابل نہیں کہ ان کے ساتھ کوئی شریغانہ برناو کیا جاسکے۔“

”تم نے آگ کیوں جلوائی ہے۔“ انور نے کہا۔

”ایک خاص طبق نہ جو صرف اپنے پند قسم کے مریضوں کے لئے ہے۔“ البرانو مکرا کر بولا۔

ذخیر نے کراہ کر کروٹ بدی اور یہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ آہتہ آہتہ ہوش میں آ رہا تھا۔ اس کا منڈان و نست کے ساتھی کی طرف تھا اور آنکھیں کھلتے ہی سب سے پہلے اس کی نظری پر پڑی۔

”ڈی سالٹ.....!“ اس نے آہتہ سے کہا اور گڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ستون سے بندھے ہوئے آدمی کی آنکھوں سے نفرت جما لئے گئی۔

پھر اس کی نظریں البرنو کے چہرے پر پڑیں اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"لیئے رہو۔" البرنو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم نبڑی طرح زخمی ہو گئے ہو۔ جھیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"مگر.....!"

"جھیں ڈان ونسٹ کے ساتھیوں نے زخمی کر دیا۔ روموی کو اپنے ساتھ لے گئے اور میں جھیں بھاں اٹھا لایا۔"

"رومولی کو لے گئے۔" وہ مختصر پانہ انداز میں بولا۔ "بہت نہ رہا ہوتا تھا ہوا۔"

"لیکن تم اسے کہاں لے جائے ہے تھے۔" انور گرج کر بولا۔

"سی فور.....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے امید ہے کہ تم اب بھی ایک اچھے دوست ٹابت ہو گے۔"

انور تھیر انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ڈی گاریکا۔" البرنو نے آہت سے کہا۔ "جھیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"اوہ تم! میرا نام بھی جانتے ہو۔" وہ تھیر انداز میں البرنو کی طرف ہڑا۔

"ڈان ونسٹ کے دشمنوں کو مجھ سے زیادہ کون جانے گا۔" البرنو مسکرا کر بولا۔

"میں نے ششیر زنی کے مقابلے میں تمہارے کالاٹ دیکھے تھے۔"

"خیر یہ بعد کی باتیں ہیں۔" البرنو سگار سلاگا تا ہوا بولا۔ "ہمیں سب سے پہلے رومولی کا پہنچانا ہے۔"

"لیکن کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ تم رومولی میں کیوں پچھی لے رہے ہو۔" ڈی گاریکا نے تھیر ان لہجے میں پوچھا۔

"پر کوئی خاص بات نہیں۔ مجھے ہر اس ہستی سے ہمدردی ہے جس سے ڈان ونسٹ دشمنی رکھتا ہے۔"

"لیکن تم رومولی کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے۔" ستون سے بندھے ہوئے آدمی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

البرنو کا ساتھی اسی کے قریب کھڑا تھا۔ اس کے منہ سے دھرا جملہ لٹکنے سے پہلے ہی اس

نے اس کے منہ پر الٹا ہاتھ درسید کر دیا۔

”چپ رہو خرگوش کے بچے۔“ اس نے دوسرا چھپر رسید کرتے ہوئے کہا۔

”کوئی دیکھ گئے۔“ البرونو نے اس سے پوچھا۔ اس نے سر ہلا دیا۔

”ایک لوپے کی سلاخ آتشدان میں ڈال کر لاؤ۔“ البرونو نے کہا اور وہ باہر چلا گیا۔

ستون سے بندھا ہوا آدمی کا پینے لگا۔

”تو کیا تم.....!“ ذیگار لیکا چکلایا۔

”ہاں میں اس کی جربی نکالوں گا لیں اگر یہ ہمیں رومنی کا پتہ تادے گا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔“

”ہرگز نہیں..... ہرگز نہیں“ ستون سے بندھا ہوا آدمی خوفزدہ آواز میں چینا۔

البرونو کچھ کہنے والی جا رہا تھا کہ اس کا ساتھی گھبراۓ ہوئے انداز میں داخل ہوا۔

”کیا ہے.....؟“ البرونو نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔

”پولیس..... محاصرہ کیا جا رہا ہے۔“

”کدر.....!“

”سامنے کی جہاڑیوں میں کچھ آدمی دکھائی دیتے ہیں۔“

”اوہ..... اچھا.....!“ البرونو نے کہا اور ڈان و سٹ کے ساتھی کی کٹتی پر ایک زور دار

گھوٹسہ رسید کر دیا۔ اس کی گردان ایک طرف جھول گئی وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ البرونو اور اس کے

ساتھی نے جلدی جلدی اسے ستون سے کھول کر الگ کیا۔ انور تحریر انہ انداز میں ان کی یہ ساری

کارروائیاں دیکھ رہا تھا اور خودا بھیں میں جانا تھا کہ اس کا کیا رو یہ ہونا چاہئے۔

”تم ادھر آؤ.....!“ البرونو نے اسے ستون کے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

”کیوں.....؟“

”جلدی کرو..... ورنہ تم بھی مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ تمہاری موڑ سائیکل اس قابل نہیں

ہے کہ تم اسے کہیں لے جاسکو۔ اگر وہ پولیس کے ہاتھ لگ گئی تو سارا کام بگز جائے گا۔“

البرونو کے ساتھی نے اسے دھکیل کر ستون کے قریب کر دیا اور پھر دونوں مل کر اسے

بانہ منے لگے۔

اس سے فارغ ہو کر البرنو نے بے ہوش میکسیکن کو پیٹھ پر لاد لیا اور وہ دونوں ڈیگار ریکا سیت دوسری طرف سے باہر نکل گئے۔

انور کی عجیب حالت تھی۔ اس وقت نہ تو اسے غصہ ہی تھا اور نہ رنج۔ کبھی اس کا دل چاہتا کہ وہ قہقہہ مار کر بخس پڑے اور کبھی بذیان بکنے کا دل چاہتا تھا۔ بوڑھے البرنو نے اس کی عص خبط کر دی تھی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اسے اپنی پوزیشن کا احساس ہونے لگا۔ اگر البرنو واقعی رشیدہ کا دوست تھا تو اس وقت اس نے اسے ستون سے باندھ کر بڑی ٹکنندی کا شوت دیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو پولیس اس کے پیچے پڑ جاتی اور یہ تو ظاہر ہی تھا کہ وہ موثر سائکل دہاں سے نہیں لے جاسکتا تھا۔ ایسی صورت میں پولیس یقیناً اسے ٹکر کر دیں۔ یہ دو تین فارٹ ہونے اور گلیاں دیوا کے باہر ہی ہے سے نکلائیں۔ انور نے آنکھیں بند کر کے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔

تحموزی دیر بعد بہت سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔

”ارے.....!“ جگد لیش کی حرمت زدہ آواز انور نے پہچان لی۔ ”یہ تو انور ہے۔“

پھر کسی نے اس کا سر ہلا�ا۔ انور نے اپنی گردان ایک طرف ڈھلکا دی۔

”بے ہوش ہے۔“ کسی نے کہا۔

”لیکن وہ کہاں گئے۔“

”پیچے چلو..... پیچے۔“ کسی نے کہا۔

تحموزی دیر بعد کسی نے انور کو کھول کر زمین پر ڈال دیا۔ وہ بدستور بے ہوش ہتا رہا۔

”ند جانے کجھت کدھر نکل گئے۔“ جگد لیش کی آواز آئی۔ ”اچھا اسے اٹھا کر لے چلو۔“

انور نے سوچا شاید انہوں نے اس کی موثر سائکل نہیں دیکھی البتہ اب اسے ہوش میں آ جانا

چاہئے۔ ورنہ موثر سائکل تینیں رہ جائے گی۔

## دوسری لاش

دو کاشیل اسے اخنانے کے لئے بڑھے ہی تھے کہ اس نے کراہ کر کروٹ بدی۔ جگد لش اسے آوازیں دینے لگا۔

دفعاً وہ پوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور آنکھیں مل مل کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”اے.....!“ وہ اٹھ کر کپڑے جماڑتا ہوا بولا۔ ”مگر میری .....!“

”تم یہاں کہاں .....؟“ جگد لش آگے بڑھ کر بولا۔

”تم نے میری موڑ سائیکل دیکھی ہے؟“ انور نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

”جی..... میں یہ پوچھتا ہوں کہ تم یہاں کیسے پہنچے۔“

”ایک بھی داستان ہے.....“ انور نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم نے انہیں گرفتار کر لیا یا نہیں۔“

”جی..... وہ نکل گئے۔“

”بہت بُرا ہوا..... بہت بُرا ہوا۔“ انور مضطرب بات انداز میں بڑھ لیا۔

”تم یہاں کس طرح پہنچے۔“ جگد لش نے پھر سوال دہرا لیا۔

”تجھیں شاید یہ نہیں معلوم کر سکو تو اور اس کے ساتھی رشیدہ کو پکڑ کر لے گئے۔“ انور نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے محضوں کیا کہ ان لوگوں کے ساتھ ڈان منٹ کے ساتھیوں میں سے بھی ایک موجود ہے۔

”اس کے ساتھی .....؟“ جگد لش نے تحریر آمیز انداز میں دہرا لیا۔ ”تو کیا وہ کی کی ہیں۔“

”میرا تو بھی خیال ہے کیونکہ میں نے یہاں تین آدمیوں کو دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک رُخی تھا۔“

”تو کیا تجھیں بھی وہ لوگ پکڑ لائے تھے۔“

”جی.....“ انور نے کہا اور پورا واقعہ دہرانے کے بعد مجرمی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں

البرنو کے ساتھی کو جملہ آور سے لوتے چھوڑ کر نکل بجا گا لیکن تھوڑی ہی دور گیا ہوں گا کہ کسی نے فائر کر کے موٹر سائیکل کا پچھلا پیپر بے کار کر دیا اور جب وہ قریب آیا تو میں نے اسے پھینا۔ ”البرنو تھا۔ میں نے جلا کر اس پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد کے واقعات مجھے یاد نہیں۔

”ڈان ونسٹ کے ساتھیوں میں سے کوئی دکھائی نہیں دیا۔“ جملہ نے کچھ سوچنے ہوئے پوچھا۔

”نہیں.....!“ انور نے کہا۔ ”مجھے اپنی موٹر سائیکل خلاش کرنی چاہئے۔“

”موٹر سائیکل خلاش کرو۔“ جملہ نے دوسرا ہیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”لیکن تم یہاں کس طرح پہنچے۔“ انور نے جملہ کی طرف سفر گئی بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

جملہ نے ایک سفر گئی بڑھاتے اور متکرانہ انداز میں پھٹ کی طرف دیکھنے لگا۔

”مجھے اس نے اطلاع دی تھی کہ۔“ جملہ نے ڈان ونسٹ کے ساتھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”اس کا بیان ہے کہ البرنو اور اس کا ساتھی کسی لاکی کو زبردست اخالے جا رہے تھے۔ اس نے اور اس کے ساتھی نے ان کا تعاقب کیا پھر یہ اپنے ساتھی کو یہاں چھوڑ کر ہمیں اطلاع دینے کے لئے باہر چلا گیا۔ بہر حال تو وہ لڑکی تمہاری دوست رشیدہ تھی۔ مگر تمہارے بیان سے تو یہ حکوم ہوتا ہے کہ وہ اس اجنبی کے ساتھ اپنی خوشی سے گئی تھی۔“

”میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اجنبی البرنو کا ساتھی تھا۔“ انور نے کہا۔

”افسوس تو اس بات کا ہے کہ آصف سے کچھ نہ ہو سکا۔“ جملہ نے بولا۔

”آصف.....!“ انور تھیر آمیز لمحے میں بولا۔ ”بے چارہ آصف کیا کر سکتا تھا۔“

جملہ کچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ دونوں کا نیبلوں نے واپس آ کر موٹر سائیکل مل جانے کی اطلاع دی۔

”آخر البرنو کا رشیدہ سے کیا تعلق۔“ جملہ نے تھوڑی دری بجد کہا۔

”میں کسی کھنے سے بھی تھی سلجنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

”وہ اس کے چیخپے تو نہیں لگ گئی تھی۔“ جملہ نے پوچھا۔

”ممکن ہے لیکن اس نے مجھ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔“

”ضروری بھی بات ہے۔“ جگد لیش کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”لیکن پھر سوال یہ یہدا ہوتا ہے کہ البر و نو اتنی دیر یک تمہارے یہاں کیوں نہیں رہا۔“

”ممکن ہے کہ وہ مجھے اپنی غیر معمولی قوتوں سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتا رہا ہو۔“ جگد لیش خاموش ہو گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر یک مجس نظر وہ سے کرنے کا جائزہ لیتا رہا پھر اپنے ہونٹ تک اس طرح سکوڑ لئے جیسے کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

”قرب و جوار کی جھوپڑیاں اجائزہ دو۔“ وہ کاشیلوں کی طرف مڑ کر بولا۔ ”اور اس لکڑی کے مکان کو چور چور کر دو۔“

”مگر اس سے فائدہ۔“ انور نے حیرت کا انکھار کرتے ہوئے کہا۔

جگد لیش نے اسکی طرف اس طرح دیکھا جیسے اس بات کا جواب دینا کسر شان سمجھتا ہو۔ انور نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ابھی اسے پولیس ہی کی لاری پر داپس جانا تھا۔ موڑ سائکل تو بیکار ہی ہو چکی تھی۔

جو چھوپڑیاں اجائزہ دی جانے لگیں۔ وہ لوگ باہر نکل آئے تھے اور اب لکڑی کا مکان بھی توڑا جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ویران بستی اور زیادہ ویران ہو گئی۔

دہاں سے واپسی پر راستے میں جگد لیش نے انور کو پھر چھیڑا۔

”رشیدہ کون ہے۔“

”میں نہیں جانتا۔“

”تم جھوٹے ہو۔“ جگد لیش بگز کر بولا۔ ”تمہیں یہ بھی بتانا پڑے گا کہ اس کا البر و نو سے کیا تعلق ہے۔“

”اگر میں بھی جانتا ہوتا تو تم مجھے اس حالت میں نہ دیکھتے۔“

”میں تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔“ جگد لیش منہ سکوڑ کر بولا۔

”میں نے تمہیں اس پر مجبور تو نہیں کیا۔“ انور نے شراحت آمیز سکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”میں تمہیں بند کر دوں گا۔“

”یہ بھی کر کے دیکھ لو۔“ انور سنجیدگی سے بولا۔

”میں جو کہتا ہوں کر گز رتا ہوں۔“

”مجھے اس کا حال بھی خوب معلوم ہے۔ دعا میں دو فریدی صاحب کو جن کی بدولت کوتواں

انچارج بنے ہو۔“

”کیا مطلب.....!“

”یہ کہانی بہت جلد اخبارات میں آنے والی ہے۔“

”مجھ پر تمہاری دھمکی کا رگرنٹیں ہو سکتی۔“ جلد لش جھلا کر بولا۔

”کسی کو دھمکی دینا شریقوں کا کام نہیں۔“ انور نے مخصوصات انداز میں کہا۔ ”میں تو صرف وہ حقائق پیلک کے سامنے لاوں گا۔ جن کی بناء پر تم نے ترقی کی ہے۔“

”میں فریدی صاحب کے خیال سے تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ ورنہ تم اب تک سڑ گئے ہو تے۔“

”میری استدعا ہے کہ تم فریدی صاحب کا خیال کرنا چھوڑ دو۔“ انور نے ملجنے انداز میں کہا اور جلد لش دانت پینے لگا۔

”محوزی دیر تک خاموشی رہی۔

”تمہیں میرے ساتھ کوتوالی چلانا پڑے گا۔“

”وہ تو میں خود ہی چلوں گا۔“ انور نے کہا۔ ”کیا تم البرفو کے خلاف میری روپورث نہ لکھو  
گے۔“

”ای لئے لے چلوں گا۔“

پھر خاموشی چھا گئی۔ لاری کے انجن کی آواز نائنے میں دور دور تک پھیل رہی تھی۔ انور سکرپٹ سلاک کر خیالات میں ڈوب گیا۔ رشیدہ اسے نہی طرح یاد آ رہی تھی۔ ابھی تک وہ اس سے لاپرواہی برستا آیا تھا مگر اب اسے ایسا محسوں ہو رہا تھا جیسے وہ رشیدہ کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ آخر ڈان ونسٹ کے آدمیوں سے اس کا کیا تعطیل؟ کیا واقعی رشیدہ کی ذات سے کوئی گمرا راز وابستہ ہے لیکن ان غیر ملکیوں سے اس کا کیا تعطیل؟ اپاٹک انور چونک پڑا۔ ایک خیال تیزی سے اُس کے ذہن میں ابھرا تھا۔ اس نے جلد لش کی طرف دیکھا جو باہر پھیلی ہوئی تار کی میں مکھور رہا تھا۔

”ڈاں نسٹ کے ساتھی نے البرنو کو کس وقت دیکھا تھا۔“ انور نے جگد لش سے پوچھا۔  
”سازھے نوبیے۔“

”اور اس کے ساتھ رشیدہ بھی تھی۔“

”ہاں..... لیکن میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ رشیدہ ہی تھی۔ اس نے تو صرف ایک لوکی کا  
تذکرہ کیا تھا۔“

”بہر حال اس کا یہ بیان حد درجہ دلچسپ ہے جبکہ البرنو سازھے نوبیے سے سوا دس بیجے  
لکھ میرے کمرے میں رہا۔“

”معلوم ہوتا ہے کہ تم البرنو سے مل گئے ہو۔“ جگد لش اُسے گھور کر بولا۔

”تو پھر آصف بھی مل گیا ہو گا۔“ انور نے لاپرواہی سے کہا۔

”کیا مطلب.....؟“

”مطلب یہ کہ میرے اس بیان کی تصدیق آصف سے بھی کی جاسکتی ہے۔“  
جگد لش اُسے پھر گھورنے لگا۔

”اگر یہ صحیح ہے تو ڈاں نسٹ کے ساتھی کو کیا سمجھا جائے۔“

”بندل.....!“ انور نے بندگی سے کہا اور سگرہت سلاکنے لگا۔

”میں تمہاری طرف سے ملتنے نہیں ہوں۔“ جگد لش کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”ایک عرصے سے  
یہ دیکھا جا رہا ہے کہ شہر میں ہونے والی بڑی وارداتوں میں تمہاری شخصیت کہیں نہ کہیں ضرور ابھتی  
ہے۔“

”یہ بھی تم لوگوں کی خوش قسمتی ہے۔“ انور نے کہا اور دوسرا طرف دیکھنے لگا۔

جگد لش نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہوا تھا کہ وہ دل  
ہی دل میں یقین و تاب کھا رہا ہے۔

تحوڑی دیر بجد وہ کو تو ای بخیج گئے۔ جگد لش نے انور کا بیان قلمبند کرنے کے بعد اسے  
جانے کی اجازت دے دی۔ انور نے موڑ سائکل دہیں کو تو ای میں چھوڑی اور ایک ٹکسی کر کے  
کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے شدت سے بھوک لگ رہی تھی۔ لیکن اس وقت شاید ہی کوئی ہوئی

کھلا ہو کیونکہ دونوں رہے تھے۔

گھر پہنچ کر اس نے اسٹوپ جلایا اور ہوٹل سے آئی ہوئی سختی چائے کو دوبارہ گرم کرنے

لگا۔

اس وقت بچھے اس کی حالت بالکل پاگلوں جیسی ہو رہی تھی۔ زہن نبڑی طرح الجھا ہوا تھا۔ یکے بعد دیگرے بے شمار سوالات زہن کے تاریک گوشوں سے ابرتے اور پھر ڈوب جاتے اسے ایسا عجوس ہو رہا تھا جیسے آہستہ آہستہ سوچنے کی ملائیں ختم ہوتی جا رہی ہوں کیا وہ اب رشیدہ کو کبھی نہ پا سکے گا۔

پے در پے چائے کے دو تین کپ خالی کرنے کے بعد وہ پلٹک پر گزیا۔

دوسرے دن صبح آنکھ مکھلتے ہی سب سے پہلے اسے اپنی رات کی حادثت کا احساس ہوا۔

اس نے رات کو توالی سے گھر واپس آنے کی بجائے ڈان ونسٹ کے اس ساتھی کا تعاقب کیوں نہ کیا جو پولیس والوں کے ساتھ تھا۔ البرنو کی تحریر کن حركتیں خواہ کتنی ہی پر اسرار کیوں نہ رہی ہوں لیکن رشیدہ کے محاٹے میں اس کا بیان کچھ نہ کچھ سچائی ضرور رکھتا تھا۔ انور سوچنے لگا کہ اگر ڈیگار یا کا البرنو ہوئی کا گرگا تھا تو اس نے ہوش میں آنے کے بعد البرنو کی موجودگی پر حرمت ظاہر کیوں کی تھی۔ اس کا وہ انداز انتہاب قطعی مصنوعی نہیں تھا۔

انور بے اختیار اٹھ بیٹھا۔ ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کپڑے پہنے اور اس ہپتال کی طرف روانہ ہو گیا جہاں ڈان ونسٹ آصف کے بیان کے مطابق زندگی کی آخری گھریاں گزار رہا تھا۔ کو توالی راستے میں ہی پڑتی تھی۔ اس نے سوچا کہ لگے ہاتھ موڑ سائکل بھی لیتا چلے۔ وہ کو توالی کے چھانک کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک سپاہی نے اس کا راستہ روک لیا۔

”کس سے ملتا چاہتے ہو۔“ سپاہی نے پوچھا۔

”میں اخبار کا رپورٹر ہوں۔“

”اندر جانے کا آرڈر نہیں۔“

”کب سے۔“

”آج سے ابھی سے۔“

”لیکن میں اخبار کا روپورٹ ہوں۔“ انور نے احتیاج کیا۔

یہ بحث ہوئی رہی تھی کہ اندر آصف دکھائی دیا اور انور کو دیکھتے ہی اس نے اسے آنے کا اشارہ کیا اور سپاہی ایک طرف ہٹ گیا۔

آصف پکھ پریشان سانظر آ رہا تھا۔

”آج پھرے والے روک کیوں رہے ہیں۔“ انور نے اس سے پوچھا۔

”جگد لش کی جگہ ہے ورنہ اس سے کیا ہوتا ہے۔“ آصف نے کہا۔

”آخر بات کیا ہے؟“

”کوئی نئی بات نہیں۔“ آصف منہ بنا کر بولا۔ ”یہاں کافدم روائج ہے کہ یہاں ایک قتل ہوالا شوں کی بارش ہو جاتی ہے، کیوں؟“

”آج صحیح ڈی سالٹ کی لاش ملی ہے۔“

”ڈی سالٹ.....!“ انور چونک کر بولا۔ اس نے یہ نام کہیں سناتھا۔ ”ڈی سالٹ۔“ اس نے ایک بار پھر دہر لیا۔

”ہاں وہ ڈان ونسٹ کے ساتھیوں میں سے تھا۔“ آصف نے کہا۔

انور کو یاد آ گیا۔ ڈیگاریکا نے اسے ڈی سالٹ ہی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ تو کیا البروفون نے اسے قتل کر دیا۔

”اور اس کی موت بھی اسی زہریلی سوئی کی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔“ آصف سگرہت

سلکتا ہوا بولا۔

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ پہلی لاش بھی ڈان ونسٹ ہی کے ساتھی کی تھی۔“ انور نے کہا۔

”دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈان ونسٹ اپنے بقیر ساتھیوں سمیت کہیں عائب ہو گیا۔“

”ارے.....!“ انور کی لمحے میں تغیر تھا۔ ”مگر تم تو کہہ رہے تھے کہ وہ نفل و حرکت بھی نہیں

کر سکتے۔“

”اس کی ظاہری حالت تو ایسی ہی تھی اور ڈاکٹروں کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ ایک ماہ سے

قتل نہیں اٹھ سکے گا۔“

”تو ڈاکٹروں نے اسے جانے کیوں دیا۔“

”ڈاکٹروں کو اس کی روائی کا علم ہی نہیں۔ یہ بات تو اش ملنے کے بعد معلوم ہوئی۔ ڈاں ونسٹ پر ایسی بھت وارڈ میں تھا اور اس کے ساتھی بھی وہیں مقیم تھے۔ اش ملنے کے بعد جگد لش نے ہپتال فون کیا تب یہ بات معلوم ہوئی۔“

انور کا دماغ چکرانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ البرونو نے ڈی سالٹ کو قتل کیا تھا تو ڈاں ونسٹ وغیرہ کیوں غائب ہو گئے۔

”کیا سوچ رہے ہو۔“ آصف نے کہا۔ ”ہاں رشیدہ کا کیا ہوا۔“

”کچھ نہیں..... کچھ بھی نہیں۔“ انور بے چینی سے بولا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا کروں؟“

”اڑے یہ تم بول رہے ہو۔“ آصف نے حیرت سے کہا۔ ”میں نے اس سے قبل تمھیں اتنا پریشان نہیں دیکھا۔“

”میری ساری صلاحیتیں جواب دے گئی ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اب رشیدہ مجھے کبھی نہ ملے گی۔ میں ابھی تک خود کو قریب دیتا رہا ہوں۔ میں اسکے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔“ آصف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اسے انور سے ایسے الفاظ کی توقع نہیں تھی۔ وہ تو اسے بالکل جانور اور عورت کے معاملے میں پتھر کی طرح بے جان سمجھتا تھا۔

انور وہاں زیادہ دیر تک نہیں رکا۔ اس نے اپنی موڑ سائکل اخراجی اور اسے گھینٹا ہوا قریب ہی کے ایک کارخانے تک لاایا۔ وہاں اسے مرمت کے لئے چھوڑ کر ایک طرف چل چکا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کہاں جائے؟ آگے چل کر ایک پلک نیلی فون پوسٹ کے قریب پتھر رکا۔ آج وہ آفس نہیں جانا چاہتا تھا اور جا کر کرتا بھی کیا۔ جب کہ دماغ قریب قریب بے کار ہو کر رہ گیا تھا۔

”اس نے خیبر کو فون کر دیا کہ وہ آج دفتر نہ آ سکے گا۔“

”لیکن..... پتھر..... اب کہاں جائے اور کیا کرنے؟ اب تو اسے اپنی بے بھی پر غصہ آنے لگا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ڈاں ونسٹ کو جلاش کرے یا البرونو کو۔ اور ڈی گاریکا تو

البر ونو کے ساتھ تھا۔ ممکن ہے وہ اب بھی اسی کے ساتھ ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ خود کو مھلکہ خیز لگنے لگا۔ فٹ پاتھ پر اس طرح گم سم کھڑے رہنا کوئی اچھی علامت نہ تھی۔ وہ گزیدا کر پاس کے ایک ریستوران میں مکھس گیا۔ ابھی وہ دروازے میں ہی تھا کہ ایک آدمی اسے دھکا دیتا ہوا تیزی سے اندر داخل ہوا۔ انور کی نگاہیں اس کا تعاقب کرنے لگیں اور یہ دیکھ کر اسے حیرت ہوئی کہ وہاں بیٹھنے کی بجائے وہ دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔ یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ انور اسکی صورت بھی نہ دیکھ سکا۔ وہ اس دروازے کی طرف بڑھا لیکن باہر فٹ پاتھ پر چلنے والوں میں وہ شخص نہیں دکھائی دیا اور پھر انور کو اپنی حفاظت پر فٹی آنے لگی۔ رہا ہو گا کوئی۔ کسی غلط قسم کی بنا پر یہاں چلا آیا ہو گا اور پھر اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی دوسرے دروازے سے نکل گیا۔

انور ایک خالی میز کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن چونکہ آپ کا تھا اس لئے کچھ نہ کچھ ملکوانا ہی پڑا۔ چائے اور چیزیوں کا آرڈر دے کر اس نے سکریٹ نکالنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ہی تھا کہ کوئی سخت سا کاغذ اس کی اگلیوں میں کڑکڑایا۔ یہ ایک بند لفاظ تھا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔

لیکن وہ اس کی جیب میں کیسے پہنچا؟ تو کیا اس آدمی نے اسی لئے اسے دھکا دیا تھا۔ انور نے لفاظ چاک کیا۔ اس میں اسی کے نام ایک ناپ کیا ہوا خط تھا۔

انور خط ملتے ہی سرکلر روڈ کی عمارت ”آشیانہ“ میں پہنچ گا۔ ”تمہیں کمی بار فون پر بلانے کی کوشش کی گئی لیکن جواب نہ ملا۔ غالباً تم سمجھتے ہی گئے ہو گے کہ میں کون ہوں مجھے تم پر اعتماد ہے کرم اپنے ساتھ پہلیس نہیں لاوے گے۔“

خط پڑھ کر انور نے لفاظ جیب میں رکھ لیا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ یہ وہ چائے رکھ کر چلا گیا۔ اس نے جلدی جلدی دو ایک چیزیاں کھائیں اور چائے اٹھیل کر بڑے بڑے گھوٹ لینے لگا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ خط کس کا ہو سکتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مل ادا کر کے باہر آیا۔ ایک لیکسی کی اور سرکلر روڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔

## ناقابل یقین

سرکلر روڈ پر بہت زیادہ عمارتیں نہیں تھیں اس لئے "آشیانہ" ڈھونڈنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ یہ ایک طویل و عریض عمارت تھی۔ سامنے ایک پائیں باغ تھا لیکن ابتر حالت میں، شاید اس کی دیکھ بھال نہیں کی جاتی تھی۔

انور چھاٹک سے گزرتا ہوا پائیں باغ طے کر کے برآمدے میں آیا۔ یہاں سناٹا تھا اس کی نظر دیوار میں لگے ہوئے سونچ بورڈ پر پڑی جس پر کھنچی کا بنی موجود تھا اس نے کئی بار تھوڑے تھوڑے و قرنیکے ساتھ بنی دبایا مگر جواب ندارد۔

اس نے دوست سک تو قف کیا پھر واپس لوٹنے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ سونچنے لگا ہو سکا ہے کہ یہ سب کچھ اسے پھسانے کے لئے کیا گیا ہو۔ وہ برآمدے کی سیر ہیاں طے کر رہا تھا کہ اسے کسی نے پہنچے سے آواز دی۔ انور مرڑا..... دروازے میں البرونو کھڑا تھا۔

"میں اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ تم تھا ہی آئے ہو۔" وہ سکرا کر بولا۔ "اے لئے تمہیں انتظار کرنا پڑا۔ اندر آ جاؤ۔" انور چند لمحے اسے گھوٹا رہا پھر خاموشی سے اندر چلا گیا۔

وہ متعدد کردوں سے گزرتے ہوئے ایک وسیع ہال میں پہنچے جہاں ڈی گاریکا اور البرونو کا ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انور کو دیکھ کر البرونو کے ساتھی نے معنی خیز انداز میں سرہلا یا۔ البرونو نے صوفے کی طرف اشارہ کیا اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ انور کی نظریں ڈی گاریکا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو بہت زیادہ مصلحت نظر آ رہا تھا۔

تھوڑی دیر سک خاموشی رہی پھر دھنٹا البرونو بولا۔

"ڈاں وسٹ اپنے ساتھیوں سمیت کہیں غائب ہو گیا ہے اور ہم میڈ موز نکل روہولی کا سراغ لگانے میں ناکام رہے۔"

انور اسے گھوٹنے لگا۔

"تم نے ڈی سالٹ کو مار ڈالا.....!" انور نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں اس نے خود کشی کر لی۔" البروفو بولا۔

"خود کشی.....!"

"ہاں..... اس نے اپنے جسم میں زہر ملی سوئی چبھوئی۔ ہم اس سے روموی کے متعلق

پوچھ رہے تھے۔"

"رومولی..... رومولی.....!" انور بھتنا کر بولا۔ "اس کا نام رومولی نہیں رشیدہ ہے۔ تم

اے خواہ تو وہ کوئی غیر ملکی نام کیوں دے رہے ہو۔"

"اس کا تو یہی اور نہ ہی نام رومولی ہی ہے۔" البروفو مسکرا کر بولا۔

"تم اس سے متعلق مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔" انور جھلا کر بولا۔ "تے جانے تم لوگوں نے

کس حم کا چال پھیلا رکھا ہے اور مجھے بھی یہی قوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"میں تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا۔" البروفو نے ڈی گاریکا سے کہا۔ "یہ دشواری ضرور چیز

آئے گی۔" پھر انور کی طرف مڑ کر بولا۔ "اچھا تم اس کے متعلق کیا جانتے ہو۔ چلو میں کہتا ہوں

اس کا نام رشیدہ ہی کی۔ پھر وہ کون ہے کس کی بیٹی ہے کس سرزمن سے تعلق رکھی ہے۔ اگر تم یہ

سب جانتے ہو تو مجھے بتاؤ۔"

انور کے من سے ایک لفڑا بھی نہ نکل سکا۔ وہ خاموشی سے البروفو کی صورت دیکھ رہا تھا۔

"تم اس کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔" البروفو نہیں کر بولا۔ "اور تم وہ تمہارے متعلق کچھ

جانتی ہے لیکن میں تم دونوں کے متعلق سب کچھ جانتا ہوں۔"

"ہونہہ.....!" انور طنزیہ انداز میں مسکرا یا۔ "تم میرے متعلق کیا جانتے ہو۔"

"سنو گے۔" البروفو نے مسکرا کر کہا۔ "اچھا تو سنو! تم نواب وجاهت علی خاں کے لڑکے ہو۔"

انور بے اختیار اچھل پڑا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر البروفو کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے پچاشاہت علی خاں نے تمہیں اپنے بھائی کی ناجائز اولاد ثابت کرائے ان کے

ترکے سے محروم کر دیا۔ حالانکہ مجھے اچھی طرح علم ہے کہ تمہاری ماں ان کی بیوی تھی۔"

"تم کیسے جانتے ہو۔" انور مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھ جاؤ..... بیٹھ جاؤ۔" البروفو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں یہ بھی

جاننا ہوں کہ تمہاری زندگی کا یہ حادث تھیں غلط راستوں پر نکال لے گیا۔ تمہاری نظرؤں میں یہ عظیم کائنات اور اس میں متحرک زندگی محس ایک ڈھکو سلا اور بے معنی چیز بن کر رہ گئی۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔"

"مجھے تمہاری ہمدردیوں کی ضرورت نہیں۔" انور ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"تو پھر اٹھا کر باہر پھیل دیا جائے۔" البروفو کے ساتھی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"چپ چاپ بیٹھے رہو۔" البروفو نے اسے ڈانٹا اور وہ پھر بیٹھ گیا۔ لیکن وہ اب بھی حسر

آمیز نظرؤں سے انور کو دیکھ رہا تھا۔

"اور رشیدہ کے متعلق سننے کے بعد تھیں اپنے پر یقین نہ آئے گا۔" البروفو مسکرا کر بولا۔

"لیکن جس طرح میں نے تمہارے متعلق بتایا ہے اسی طرح رشیدہ کے متعلق بھی بتا سکتا ہوں۔"

انور اسے استقہامی نظرؤں سے دیکھ رہا تھا۔ البروفو نے رک کر سگریٹ سلاکیا اور تن کش

لینے کے بعد کہا۔

"رشیدہ ایک غیر مسرووف جزیرے کی شہزادی ہے۔"

انور کو بے اختیار بھی آگئی۔

"اب تم مجھے پریوں کے دلیں کی کہانی سناؤ گے اور مجھے اپنی نافی اماں یاد آ جائیں گی اور

پھر کہانی کے خاتمے پر کہہ دینا کہ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔" انور نے پھر قہقہہ لگایا۔

البروفو کے ہوتوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

"سی فور، البروفو کا بیان صحیح ہے۔" ڈی گاریکا آہستہ سے بولا۔

"تم لوگ مجھے یوقوف نہیں بنا سکتے۔" انور اٹھتا ہوا بولا۔ "تم یہاں کوئی بہت عی خوف

تک جرم کرنا چاہتے ہو۔ اس سے پہلے بھی کئی مجرموں نے ہمیں اپنے راستے سے ہٹانا چاہا ہے۔"

"بیٹھ جاؤ۔" البروفو تھکانہ لے جئے میں بولا۔

انور غیر ارادی طور پر بیٹھ گیا۔

"تمہاری حقیقت ہی کیا ہے۔" البروفو نے کہا۔ "اگر میں تھیں اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا

تو کل رات ہی ہٹا دیتا۔ تم میری نظرؤں میں ایک طفل کتب سے زیادہ نہیں ہو۔"

"البرفو تھیک کہہ رہا تھا۔" انور کا سر پچھا نے لگا اور پھر دھنٹا سے یاد آگیا کہ رشیدہ اپنے کسی راز کو چھپانے کے لئے داراب کے قفل پر کمر بستہ ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ کوئی معمولی واقعہ نہ رہا ہو گا لیکن اگرچہ جو وہ کسی ملک کی شہزادی تھی تو ایک معمولی عورت کی طرح کبھی زندگی بر کردی تھی اور پھر سب سے حرمت انگیز بات یہ تھی کہ وہ سو فصلی ہندوستانی معلوم ہوتی تھی۔

بخلاف وہ کسی غیر ملک کی شہزادی کیسے ہو سکتی ہے۔"

"کیا سوچنے لگے۔" البرفو اسے خاموش دیکھ کر بولا۔

"میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔ میرا دماغ بے کار ہوتا جا رہا ہے۔" انور نے آلتائے ہوئے لمحے

میں کہا۔

"سب کچھ سمجھ سکتے ہو بڑھ لیکہ دوسروں پر اختداد کنا سمجھو۔"

انور بے بی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"تمہیں حق اس لئے حرمت ہے کہ تم اس جزو سے کے عجیب و غریب رسم درواج سے واقف نہیں ہو۔" البرفو نے کہا۔ "دہاں کے تاج اور تخت کا حقدار بچپن ہی سے دہاں سے ہٹا کر کسی دوسرے ملک میں رکھا جاتا ہے اور سن بلوغ کے پہنچنے پر پھر دیہیں واپس چلا جاتا ہے اور حکمران کے مرلنے کے بعد عہان حکومت خود سنبھالا ہے۔ اگر حکمران ولی عہد کی کسی ہی میں مرجائے تو اس کا قریبی عزیز اس کے بالغ ہونے تک امور سلطنت انجام دیتا ہے اور رسولی یا رشیدہ اپنے باپ کی پہلی اولاد ہونے کی حیثیت سے تخت کی حقدار تھی اس لئے اسے جزو سے ہٹا دیا گیا۔ اسی دوران میں اس کا باپ حادث کا شکار ہو گر گیا۔ لہذا رشیدہ کا پیچا عارضی طور پر دہاں حکومت کرنے لگا۔ رشیدہ کو میکیو میں رکھا گیا تھا۔ ایک دن اپاٹک اس پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ذی گاریکا اس کا اتنا لگت تھا۔ اسی نے کسی طرح پر لگایا کہ رشیدہ کا پیچا اسے ختم کر کے خود بیٹھ بیٹھ کے لئے تخت کا مالک بننا چاہتا ہے۔ لہذا اس نے دوراندری سے کام لے کر یہ شہر کر دی کہ رشیدہ کو کسی نے مارڈا اور پھر اسے لے کر ادھر ادھر کی خاک چھاتا رہا۔ نہ جانے کبھی اسے یہ خیال آیا کہ رشیدہ صرف ہندوستان میں محفوظ رہ سکتی ہے۔ لہذا تم یہ خود سوچ سکتے ہو کہ جس پیچے کی پروردش ہندوستانی ماحدوں میں ہوئی ہو وہ سو فصلی ہندوستانی ہی ہو گی۔ ذی

گاریکا نے اس کی پرورش بالکل ہندوستانی طریقے پر کرائی۔ رشیدہ اپنی اصلاحت سے چھپی طرح واقع تھی۔ لہذا فطری طور پر کسی ایک ایسے آدمی کی اسے ٹلاش ہوئی جو اس کی حفاظت کر سکے۔ اس کے لئے اس نے تمہیں منتخب کیا۔ ڈی گاریکا رشیدہ کو یہاں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ لیکن اکثر وہ اسے دیکھنے کیلئے آتا رہتا تھا۔ اس دوران میں شاید رشیدہ کے پیچا کے جاسوسوں کو اس کا علم ہو گیا انہوں نے اسکی اطلاع اس کے پیچا کو دی اور اس نے ڈان ونسٹ کو یہاں بھیجا، تاکہ رشیدہ کو پکڑوا سکے۔ اس بار جب ڈی گاریکا اپنے لڑکے اور لڑکی کے ساتھ ہندوستان آیا تھا ڈان ونسٹ اور اسکے ساتھی پیچے لگ گئے تم نے اس دن منج جو لاش دیکھی تھی وہ ڈی گاریکا کے لڑکے کی تھی۔ ڈان ونسٹ کے ساتھیوں نے اسے قتل کیا تھا۔ ”البرونو خاموش ہو گیا۔

انور کی نہایں ڈی گاریکا کی طرف اٹھ گئیں جس کی آنکھوں میں دموم نے موٹے قطرے جھلک لارہے تھے۔ وہ اٹھ کر کمرے سے چلا گیا۔

”بے چارہ۔“ البرونو نے کہا اور انور کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔

”لیکن ڈی گاریکا یہاں پہنچا کس طرح۔“ انور نے کہا۔ ”اس کا ریکارڈ کسی سفارتخانے میں نہیں ہے۔“

”وہ باقاعدہ اور جائز طور پر یہاں داخل نہیں ہوا۔“ البرونو نے جواب دیا۔

”اور تم.....!“ انور نے مختصر بات انداز میں کہا۔ ”تم کس سفارت خانے کے ذریعے سے یہاں آئے ہو۔ تمہارا بھی کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔“

”ہم لوگوں کو کسی ذریعے کی ضرورت نہیں۔“ البرونو کے ساتھی نے کہا پھر البرونو سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”میں نے ڈی گاریکا کی لڑکی کو نہیں دیکھا، کیا وہ کافی صیئن ہے۔“

”بکومت.....!“ البرونو اسے گھورنے لگا۔

”تو یہ ڈرامہ کب ختم ہو گا۔“ انور نے کہا۔ اس کے لبھ میں بے اعتباری تھی۔

”تم شاید ابھی تک اسے مذاق ہی بکھر رہے ہو۔“ البرونو بولا۔

”حقیقت سمجھنے کی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔“

”آخر تمہیں کس طرح یقین آئے گا۔“

”کسی طرح نہیں۔“ انور نے لاپرواں سے کہا۔ ”الف لیلے کی یہ بھی چوڑی داستان نہ کے بعد اسے سو فصدی یقین ہو گیا تھا کہ البرونو اسے یوقوف بنا رہا ہے۔ وہ سوچنے لگا کہ رشیدہ کا راز اتنا بے سروپا نہیں ہو سکتا۔ یقین البرونو اس سے رشیدہ کی آڑ میں کوئی بھی اک جرم کرانا چاہتا ہے۔ البرونو بغور اسکے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ دھڑا وہ اٹھا اور انور کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

”میرے ساتھ آؤ۔۔۔!“

انور پہلے تو پچھلایا لیکن پھر اس کے ساتھ ہولیا۔ البرونو اسے ایک کمرے میں لا لیا اور دروازہ بند کر دیا۔

”تم نے ابھی کہا تھا کہ تمہیں اس کہانی پر یقین نہیں آ سکتا۔“ وہ مسکرا کر بولا۔

”اور اب بھی سمجھی کہتا ہوں۔“

”اچھا تو ادھر بیٹھ جاؤ۔“ البرونو نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

”کیوں اب کوئی شعبدہ دکھانے کا ارادہ ہے۔“ انور مسکرا کر بولا۔

”سمجھ لو۔“ البرونو نے لاپرواں سے کہا۔

البرونو دوسری طرف چلا گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک ایک میز پر رکھے ہوئے کاغذات الٹا پلتا رہا پھر اپنے ہاتھ میں ایک اخبار دبائے ہوئے واپس آیا۔ کاغذ کی رنگت بتاریخ تھی کہ وہ بہت پرانا اخبار ہے۔ البرونو نے وہ اخبار انور کے سامنے پھیلا دیا اور ایک تصویر پر انگلی رکھ کر انور کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ ایک تنفسی سی بچی کی تصویر تھی جس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔

”کسی بے درد نے اس مخصوص بچی کو قتل کر دیا۔ لاش ایک پیلک پارک میں پائی گئی۔ قتل کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔“

انور تصویر کو بغور دیکھ رہا تھا۔ دھڑا وہ اچھل پڑا۔ لیکن شاید اس کا یہ رویہ البرونو کے لئے غیر متوقع تھا۔ وہ انور کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہ تو کچھ بچہ رشیدہ کے بچپن کی تصویر معلوم ہوتی ہے۔“ انور نے کہا۔

”تمہیں کیسے معلوم ہوا۔“ البرونو کے لبھ میں حیرت تھی۔ ”کیا اس کے پاس اس کے بچپن کی تصویر تھی۔“

”ہاں... میں نے اسکے لاکٹ میں دیکھی تھی۔ یہ لاکٹ اس کے ہار میں لگا ہوا ہے۔“

”بہر حال اب تمہیں اس پر یقین ہو جانا چاہئے۔“ البرونو نے کہا۔ ”یہ میکسیکو کے شہر اور بندگاہ، ویرا کروز کا اخبار ہے۔“

انور نے اخبار انھیا اور ویرا میک دیکھا رہا۔ پھر البرونو کو گھور کر بولا۔

”مگر اس میں کسی شہزادی کا ذکر نہیں۔ تم کہہ رہے ہے تھے کہ ڈی گاریکا نے اس کے قتل کی خبر مشہور کر دی تھی۔“

اس کی شہرت اس جزیرے میں ہوئی تھی۔ مہذب دنیا تو یہ بھی نہیں جانتی کہ اس جزیرے میں کوئی آبادی بھی ہے۔ دنیا کے ویران جزیروں میں اس کا بھی شمار ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے نہیں چاہتے کہ مہذب دنیا ان کے وجود سے واقف ہو۔ حالانکہ وہ خود بھی کافی ترقی یافت ہیں اور ترقی یافتہ ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔

”البرونو کیا تم مجھے پوچھتے ہو۔“ انور سنجیدگی سے بولا۔ ”میں نہیں جانتا کہ تمہارا مقصد کیا ہے لیکن مجھے یہ وقف ہنانے کی کوشش کر رہے ہو۔“

”مجھے اس دشواری کا علم تھا کہ تم یقین نہ کرو گے۔“ البرونو مسکرا کر بولا۔ ”خود مجھے بھی حیرت ہے کہ اس جزیرے کے باشندے الی صورت میں اپنا وجود کیوں کر چھائے ہوئے ہیں جبکہ وہ دوسرے ممالک سے بھی تعلقات رکھتے ہیں۔“

”جب تمہیں خود اس پر یقین نہیں آتا تو مجھے کیوں یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہو۔“ انور نے کہا۔ ”میں نے یہ تو نہیں کہا کہ مجھے اس پر یقین نہیں۔ یقین ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ حیرت بھی۔“

انور خاموش ہو گیا۔ البرونو بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ وھلا انور بولا۔

”ڈان ونسٹ نے پولیس کو بیان دیا تھا کہ تمہاری اس سے الگینڈ میں لڑائی ہو چکی ہے اس لئے تم اس کے جانی دشمن بن گئے ہو۔“

”یہ قطعی غلط ہے۔ اس کا تعاقب میں الگینڈ ہی سے کر رہا ہوں لیکن یہاں چکنے سے قبل شاید اس کا علم بھی نہ ہو۔ تم نہیں جانتے اس نے یہ شوہر گھن اس لئے چھوڑا تھا کہ ڈی گاریکا

کے لا کے کا قتل میرے سر تھوپ دیا جائے اور اسے اس میں کامیابی بھی ہوئی۔ پولیس نے اسے چھوڑ کر میرا تعاقب کرنا شروع کر دیا اور میں نے بھی دیدہ دانست پولیس کو اس کا موقع دیا تھا۔

”کیوں.....؟“ انور چوک کر بولا۔

”مخفی اس لئے کہ ڈان و نسٹ جس مقصد کے لئے ہندستان آیا تھا اسے آسانی سے پورا کر سکے۔“

”تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“

”تم سمجھے شاید میں اختلاف بیانی سے کام لے رہا ہوں۔“ البرونو مکرا کر بولا۔ ”میں یہ ضرور جانتا تھا کہ ڈان و نسٹ ہندستان جا رہا ہے.....“ البرونو خاموش ہو گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ انور اس کی باتوں میں دلچسپی لینے کی بجائے دوسری طرف دیکھ رہا ہے۔ البرونو کے ہوتوں پر ایک پر اسرار مکراہٹ پھیل رہی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنے چہرے پر گلی ہوئی گھنی ڈاڑھی الگ کر دی۔ انور ابھی تک دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے جہاں سے بات ختم کی تھی وہیں سے پھر شروع کر دی۔ ”میں جانتا تھا کہ ڈان و نسٹ ہندستان جا رہا تھا لیکن اس کے مقصد سے واقع نہیں تھا۔ یہاں آ کر.....!“

”بس ختم بھی کرو۔“ انور یک بیک اس کی طرف مڑ کر بولا۔ لیکن دوسرے عی لمحے میں اس کے من سے ایک تحریر آمیز حیثیت کی اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”آپ.....!“ انور کا من پھیل کر رہا گیا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو۔ البرونو کی جگہ ایشیا کا جوان سال اور دلیر سراغ رسائی انسپکٹر فریدی مکراہتا تھا۔

”اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔“ انور آہستہ سے بڑیڑا۔

”تمہاری بے یقینی سے خدا ہی پچائے۔“ فریدی نے کہا۔

”جی نہیں..... یہ بات نہیں۔“ انور جلدی سے بولا۔

”خیراب زیادہ بدحواسیاں دکھانے کی ضرورت نہیں۔ ہم آج ہی ڈان و نسٹ کے تعاقب میں روانہ ہو رہے ہیں۔“

”لیکن آخر آپ اس بھیس میں کیوں ہیں۔“ انور مضطربانہ انداز میں بولا۔

"یہ بھیں میں نے سین آکر بدلا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "میں دراصل خاموشی سے کام کرنا چاہتا تھا۔ اس دن میے پول ہوٹل میں میں نے ہی تم لوگوں کو ایک خط بھجوایا تھا حالانکہ میں نے غلطی کی تھی اور اسی غلطی کی تلافی کے لئے مجھے رائق کلب والے مقابلہ میں حصہ لیتا ہے۔ پھر پولیس اسے چھوڑ کر میرے پیچے لگ گئی۔ اگر ڈان ونسٹ کی نقل و حرکت دیکھی جاتی تو وہ مکمل کر کام نہ کر سکتا۔ کل رات کو بھی عجیب اتفاق پیش آیا تھا۔ ڈی گاریکا سے میں کل رات ہی واقع ہوا۔ ڈان ونسٹ کے ساتھی اس کا تعاقب کر رہے تھے اور میں ان کے تعاقب میں تھا اور پھر مجھے یہ معلوم ہوا کہ انہیں جس لڑکی کی علاش تھی وہ رشیدہ تھی۔ لہذا اس صورت میں مجھے خاص طور پر دلچسپی لئی پڑی۔"

"پولیس والے آپ کی علاش میں بڑی طرح سرگردان ہیں۔"

"ان لوگوں کو یہ تو قوف بنتانا مشکل نہیں۔" فریدی نے کہا اور بجا ہوا گار سلاک نے لگا۔

"اچھا تو دوسرے صاحب میاں حید ہیں۔"

"ظاہر ہے۔"

"رشیدہ کے متعلق آپ کو یہ ساری باتیں ڈی گاریکا سے معلوم ہوں گیں۔"

"ہاں..... کل رات کو اس نے مجھے سارا دا اقتدار تباہا۔"

"وہ آپ کو البر و نو ہی کی حیثیت سے جانتا ہے۔"

"ہاں..... اور یہی نحیک بھی ہے۔ ورنہ وہ بہتر ک جائے گا۔ میں اس اندیختے جزیرے کا سفر کرنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن آپ ڈان ونسٹ کے پیچے کس طرح لگ گئے تھے۔"

"ایک دن ہم لوگ لندن کے جنریز ہوٹل میں رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ ہمارے ساتھی اسکاٹ لینڈ یارڈ کا چیف اسپلائز براؤن بھی تھا۔ ہمارے قریب ہی ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھی بھی موجود تھے۔ براؤن نے مجھے بتایا کہ یہ ان لوگوں کو خشتہ سمجھتا ہے اور اس دوران میں انہوں نے کچھ ایسی حرکتیں بھی کیں کہ مجھے دلچسپی لینے پر مجبور ہو جانا پڑا اور پھر مجھے ان کی گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان جا رہے ہیں۔ میں تھوڑی بہت ایکنی بول اور سمجھ لیتا ہوں۔ میں نے

ڈی گاریکا کا نام انہیں کی زبان سے سنا تھا۔ وہ اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا خیال تھا کہ ڈی گاریکا کی منزل ہندوستان ہو ہی نہیں سکتی ممکن ہے وہ وہاں سے کہیں اور بھی جائے پھر کسی لڑکی کا تذکرہ آگئی ہے وہ پکڑ کر اپنے ساتھ کہیں لے جانا چاہئے تھے۔ بہر حال ان کی ٹھنڈگوای تم کا معمر تھی۔

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"جب آپ کو یہ نہیں معلوم کر ڈال نہ سمجھ گیا کہاں تو آپ اس کا تعاقب کس طرح کریں گے۔"

"ظاہر ہے کہ وہ رشیدہ کو پا جانے کے بعد اس جزیرے کا رخ کرے گا اور یہ واضح ہے کہ وہ چوری چھپے یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرے گا۔ اس کے لئے کوئی غیر معروف عی راستہ کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ لہذا ہم کہیں سے بھی روانہ ہوں انہیں اس جزیرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی جائیں گے۔"

فریدی انٹھ کر میر کی طرف چلا گیا اور آئینے میں دیکھ دیکھ کر دوبارہ اپنے چہرے پر مصنوعی ڈاگی لگانے لگا۔

"تم شاید ابھی تک یقین اور شہبے کی سکھی میں جلا ہو۔" فریدی نے تھوڑی دری بعد کہا۔

"نہیں تو.....!" انور جلدی سے بولا۔ "میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو شاید وہ لوگ مجھے ختم کر دیتے۔"

"اس میں تو شک نہیں۔" فریدی نے مڑ کر ہنتوں میں نیا سگار دباتے ہوئے کہا۔

انور نے پھر کچھ پوچھنا چاہا لیکن کچھ سوچ کر رک گیا۔

"اب سوچتا ہوں تو خود مجھے حرمت ہوتی ہے۔" فریدی تھوڑی دری بعد بولا۔ "کوئی صحیح الدماغ آدمی اسکی حرکت نہیں کر سکتا۔ جیسی میں نے کی ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے کہ میں ان لوگوں کے پیچھے لدن سے یہاں تک دوڑتا چلا آیا اور یہ سب کچھ ڈال نہ سمجھ کھض ایک جملے پر ہوا۔ اس کا ایک ساتھی کہہ رہا تھا کہ کہیں وہ

ہندوستان میں کسی مصیبت میں جلا نہ ہو جائیں جس پر ڈان ونسٹ نے کہا کہ وہاں سب گدھے  
لئے ہیں وہاں کی پولیس اتنی ذیں نہیں ہے کہ کام میں حارج ہو سکے۔  
”اوہ.....!“

”اور پھر میں ان کے پیچھے لگ گیا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اگر ڈی سالٹ خود کشی نہ  
کر لیتا۔!“

باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی اور فریدی اپنے اپنے خاموش ہو گیا۔ آنے والا ڈی گاریکا تھا۔  
وہ ایک زبان میں کچھ کہتا رہا اور فریدی سر ہلا ہلا کر سخنا رہا۔ بہر حال ڈی گاریکا کے انداز سے تھر  
ظاہر ہو رہا تھا۔ پھر فریدی نے اس سے کچھ کہا اور وہ مسکرا کر واپس چلا گیا۔

”یار میں حمید سے عاجز آگیا ہوں۔“ فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

”کیوں؟ کیا ہوا۔“

”ڈی گاریکا نے شاید اس سے اپنی لڑکی کا تذکرہ کیا تھا جو نہیں کہیں ہوئی میں نہبھی ہوئی  
ہے۔ لہذا وہ اسے بختا نت تمام بہاں لانے کا وعدہ کر کے گیا ہے۔ ڈی گاریکا افسوس ظاہر کر رہا  
تھا کہ اس نے اس کام کے لئے اپنی خوبصورت ترین ڈاڑھی چیل کر رکھ دی اور ایک ہندوستانی  
کے بھیں میں گیا ہے۔ اسے اس بات پر حیرت ہے وہ ہم لوگوں سے اس تری طرح مرعوب ہوا  
ہے کہ ہمیں اپنے پراسرار جزیرے میں لے جانا چاہتا ہے حالانکہ یہ اس قوم کی تاریخ میں پہلا  
واقع ہو گا۔ وہاں آج تک کسی غیر ملکی کے قدم نہیں پہنچے۔“

”یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“ انور نے کہا۔

”میری معلومات کا انحصار حضن ڈی گاریکا کے بیان پر ہے۔ حقیقت کیا ہے اس کے متعلق  
میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ ڈی گاریکا نے بتایا ہے کہ اس جزیرے کے باشندے نہ لائیں  
ہیں۔ اچیں کے پہ سالار کوئی نے جب میکیکو پر حملہ کیا تھا اس وقت وہاں موئی زوما کی  
حکومت تھی۔ اتنا تھا کوئی کا ایک سردار اپنے دستے سیست موئی زوما سے مل گیا۔ اس غداری  
کا باعث موئی زوما کی حسین لڑکی اور نائی تھی وہ اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ کوئی نے موئی زوما  
کو ٹکست دے دی اور وہ سردار اور نائی اپنے دستے سیست ٹکوریٹا ہوتا ہوا جائز بہادر کی طرف

فرار ہو گیا۔ پھر انہوں نے ایک غیر آباد جزیرے میں پناہ لی جو جزیرہ اینڈروس اور جزائر والنگ کے درمیان میں واقع ہے۔ چونکہ آج بھی لوگوں کو یقین ہے کہ وہ جزیرہ غیر آباد ہے اسلئے وہ بیرن آئی لینڈ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن وہاں کی آبادی میں لاکھ کے قریب ہے۔ ذی گاریکا کا کہنا ہے کہ وہ جزیرہ بھی غیر آباد نہیں تھا۔ وہاں اب بھی جنگلوں میں کہیں کہیں قدیم قبائل ملتے ہیں۔ لیکن وہ نیم دشی ہیں۔ وہاں اب تک شہنشاہیت قائم ہے۔“

انور کے ہوتوں پر گویا ہم لگ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بولے۔ اگر فریدی کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو وہ اسے الف لیلے کی ہی کوئی داستان سمجھتا۔ مگر اب وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ذی گاریکا کا بیان غلط بھی ہوتا بھی رشیدہ کی شخصیت پر اسرار ہی رہتی ہے۔ اگر وہ ہندوستانی ہے تو کسی غیر ملکی کا اس میں اس طرح دلچسپی لینا کیا منع رکھتا ہے۔

”تو پھر تم ہمارے ساتھ چلو گے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”میں رشیدہ کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں۔“ انور آہستہ سے بولا۔

”نمیک مجھے تم سے بھی امید ہے۔ ذی گاریکا تمہارا احسان مند ہے کہ تم نے رہنوالی کی حفاظت کی۔ ذی گاریکا اکثر اس سے ملتا رہتا ہے۔ رشیدہ نے تمہارے متعلق اسے سب کچھ بتا دیا ہے وہ تمہارے کروار کی بلندی کا مترف ہے۔“

انور نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اپنے متعلق سوچ رہا تھا کہ اس کے یہاں کیا کامیاب ہونے پر کیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ پولیس اپنا شہر یقین میں بدل دے۔ وہ کافی دیر یک الجھتا رہا لیکن یہ خیال کر کے پھرطمیمان ہو گیا کہ اپکڑ فریدی اس کے ساتھ ہو گا۔ اس نے تھیرے کر لیا کہ وہ آج ہی باقاعدہ طور پر اپنی طازمت سے مستغفی ہو جائے گا۔ بہانہ رشیدہ کی تلاش کا ہو گا۔ جن کی گشتنی سے لوگ واقف ہو چکے ہیں۔

## روانگی

”بیکار اتفاقات ہیں۔“ فریدی آہستہ سے بڑا بڑا۔ ”کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی

مصطف نے کسی نادل کا پلاٹ بکھیر دیا ہو۔ جو واقعات مجھ پر گزرے ہیں بعض اوقات میں انہیں بھی کہانیاں سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔“

فریدی خاموش ہو گیا۔ انور کی نظر میں اس کے چہرے پر جھی ہوئی تھیں۔

”تم خود سوچو۔“ فریدی بجھا ہوا سگار ایش ثرے میں ڈالتا ہوا بولا۔ ”کیا اس وقت میری شخصیت کسی نادل کے پراسرار جاؤں کی شخصیت سے کم ہے۔ اگر کبھی کسی نے یہ واقعہ لکھنے کی کوشش کی تو کیا پڑھنے والے اسے شاندار گپ نہیں سمجھیں گے۔“

”مجھے تو آج کل کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کسی دوسری دنیا میں سانس لے رہا ہوں۔“

انور نے کہا۔

”بہر حال ہم حقائق سے دچار ہیں جنکی صداقت مستقبل کے ہند لکے میں کھوئی ہوئی ہے۔“

”لیکن ہم سفر کس طرح کریں گے؟“ انور نے پوچھا۔

”یہاں سے خلیج فارس تک ہم چوری چھپے جاسکتے ہیں۔ ڈی گاریکا نے اس کا انتظام پہلے ہی کر رکھا ہے۔ اس سے قبل بھی وہ بحرین تک باضابطہ طور پر آیا کرتا تھا اور بحرین سے یہاں تک غیر قانونی طریقے پر۔ ہاں تو ہم یہاں سے بحرین تک معمولی قانون لٹکنی کرنے والوں کی طرح جائیں گے اور بحرین سے میں انتظام کر لوں گا۔“

”تو اس بار بھی وہ لندن سے بحرین آیا تھا۔“ انور نے پوچھا۔

”ہاں.....!“

”لیکن ڈان ونسٹ وغیرہ تو باضابطہ طور پر آئے تھے۔“ انور نے کہا۔ ”اس طرح ان دونوں کے راستے الگ ہو گئے۔“

”ہاں..... بے چارہ ڈی گاریکا اس سے ناداً واقف تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اسے ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھیوں کی موجودگی کا علم یہیں آکر ہوا۔ لیکن شاید ڈی گاریکا کا لڑکا اس بات سے پہلے ہی واقف ہو گیا تھا۔ اس لئے ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔“

”مگر اس کے بعد وہ لوگ اچانک مختصر عالم پر کیوں آگئے تھے۔ تیز زندگی کے مقابلے کی وجہ سے ان لوگوں کی خاصی شہرت ہو گئی تھی۔“

درائل ان لوگوں سے حمایتوں پر حماقیں سرزد ہوئیں۔ ”فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ ”انہوں نے بوکھلاہٹ میں اسے قتل تو کر دیا لیکن چونکہ باضابطہ طور پر یہاں آئے تھے اور ان کا ریکارڈ موجود تھا اس لئے خوف دا من کیر ہوا کہ پولیس انہیں سمجھ کرے گی لہذا وہ حکمل مکھلا سانے آگئے۔ شاید انہوں نے یہ بھی سوچا کہ اس طرح ڈی گاریکا دھوکا بھی کھا جائے گا۔ وہ بھی سمجھے گا کہ یہ لوگ کمانے کھانے کے لئے نکلے ہیں لیکن ہوا اس کے بر عکس۔ ڈی گاریکا کے لڑکے کی ٹھل بگاڑ دی گئی۔ اس لئے وہ اسے کوئی اتفاقی حادثہ سمجھنے کیلئے تیار نہیں تھا اور پھر اچاک ڈان و نست وغیرہ کا سامنے آ جانا اس کے شبہات کی تقویت کیلئے کافی تھا۔ اسی لئے ڈی گاریکا نے بھیں بدلت روشنیدہ سک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ ”

فریدی اور انور کافی دری تک سفر کی ایکم پر بحث کرتے رہے پھر انور والپیں آگیا۔ آفس پہنچ کر اس نے استھنا لکھا لیکن پھر بذات خود اس نے فوج تک پہنچانے کا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ وہ اس سلسلے میں زیادہ بات چیز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح بات کے قبل از وقت ہی پھیل جانے کا اندریش تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا پولیس انور کے چیچے پڑ جاتی۔ ڈان و نست غائب ہو چکا تھا اور البر و نو پہلے ہی سے پولیس والوں کے لئے چھڑا دینا ہوا تھا۔ اب روشنیدہ کی شخصیت بھی پر اسرار طریقے پر ہونے والے حادثات سے نسلک ہو چکی تھی۔ لہذا پولیس کے لئے تاش کا آخری پڑی انور ہی تھا۔ انور سوچنے لگا کہ اگر اب اس سے کوئی غیر معمولی حرکت سرزد ہوئی تو وہ فریدی کی بنائی ہوئی ایکم میں حصہ لینے سے پہلے ہی پریشانوں میں جلا ہو جائے گا۔ لہذا اس نے یہ طے کیا کہ وہ اپنا استھنا بذریعہ ڈاک سمجھے گا۔ روشنیدہ کے غائب ہونے کی خبر پھیل چکی تھی۔ دفتر کے لوگ انور سے اسکے بارے میں پوچھتے رہے اور وہ انہیں ادھر ادھر کی باتوں میں ہاتا رہا۔ تقریباً چھ بجے شام کو وہ سرکلر رود کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں کوئی اس کا تعاقب نہ کر رہا ہو۔ لہذا اس نے پانچ روڑ کے چوراہے سے تکسی چوڑ دی اور پیدل چلنے لگا۔ ”

سرکلر رود سنان پڑی تھی۔ دور دور تک کسی کا پہنچنے تھا۔ انور اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد ”آشیانہ“ میں داخل ہو گیا۔ اس پار اس نے گھٹٹی بجائے کی زحمت گوارہ نہ کی۔ دروازہ مکھا ہوا تھا وہ بے درہ ک اندر گھستا چلا گیا۔

”پر دہ ہے اندر رہنا ہے۔“ کسی نے قریب ہی سے اردو میں کہا۔  
انور نے پلٹ کر دیکھا چیچے سرجنت حمید کھڑا مسکرا رہا تھا۔

”تو تم جامد انسانیت میں آگئے۔“ انور نے کہا۔

”جان میں کسی لڑکی کے سامنے ایسا حلیہ نہیں بناتا کرو، مجھے لفٹ ہی نہ دے۔“

”تو پھر اسی محل میں اسے بلا نے گئے تھے۔“

”قطعنی..... میں فریدی صاحب کی طرح بزدل نہیں ہوں۔“ حمید اکڑ کر بولا۔

”خیر چھوڑوان باقتوں میں کیا رکھا ہے۔ اس بار تمہاری بھی ساری شنی ہوا ہو گئی۔“

”لوغتے ہو۔“ انور نے اسامنے بنا کر بولا۔

”میں تو خیر لوٹا ہوں لیکن تم لوغتے سے بھی بدتر ہو۔ کل رات کو میں نے تمہیں چوہا بنا دیا

تھا۔“

”ایسے اتفاقات بہادروں ہی کو چیز آتے ہیں۔“ انور نے کہا اور سگر ہٹ سلاکا نے لگا۔

”بہادر میاں ذرا اپنے آنسو تو سکھالو۔ بہت روئیں گے ان کو ہم یاد کر کے چڑے دل کی دنیا

جو بر باد کر کے۔“

دفعہ فریدی ان کے چیچے آ کر کھڑا ہو گیا اور جملائے ہوئے بجھ میں آہتہ سے بولا۔

”تم لوگ سب چوپٹ کر دو گے۔“ پھر حمید کی گردن پکڑ کر کہا۔ ”تمہاری شامت آجائے گی۔“

”شامت بھی اتفاق سے موئٹ ہے۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔

فریدی اسے گھوڑتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

”میرا خیال ہے کہاب تم رشیدہ کا چکر چھوڑ دو۔“ حمید نے انور سے کہا۔

”مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں۔“

”کیوں خواہ تجوہ اپنی بھی جان دو گے۔ اگر تم باز آ جاؤ تو میں فریدی صاحب کو کسی نہ کسی

طرح روک ہی لوں گا۔“ حمید نے کہا۔ ”ویسے تو ہمیشہ اسکے سر پر اینہوں پنچ کا بجوت سوار رہتا ہے۔“

”اگر فریدی صاحب نہ جائیں تب بھی ڈی گاریکا کی ساتھ میں جاؤں گا۔“

”مشق رہی بلا ہے۔“ حمید منہ سکھا کر بولا۔ ”خدا بروز قیامت تمہیں جتوں کے دیدار سے

شرف کرے۔ آمن چلے تشریف لے چلے۔“

حید نے سامنے والے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

ہال میں ڈی گاریکا اس کی لڑکی اور فریدی بیٹھے گنگوکر رہے تھے۔

”سی نور انور سعید۔“ فریدی نے اٹھ کر تعارف کرایا۔ ”اور سی نور رہنا ڈی گاریکا۔“

رمونا کھڑی ہو کر بڑے چکلے انداز میں انور کی طرف جگی جس پر انور نے بھی اس کی تحلید کی۔ پھر دونوں بیٹھ گئے۔ سرجنت حید رہمنا سے اجازت لے کر اپنا پاس سلاکا نے لگا۔

”مجھے تمباکو کے دھوئیں سے نفرت نہیں ہے۔“ وہ مسکرا کر بولی۔

”میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں۔“ حید نے کہا اور وہ بھی ایک خالی صوفے کے

بجھے پر بیٹھ گیا۔

”ہم ساحل تک کس طرح جائیں گے؟“ ڈی گاریکا نے فریدی سے پوچھا۔

”یہ ساری باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔“

”شاید آپ کو معلوم نہیں۔“ انور سگر ہٹ سلاکا تا ہوا بولا۔ ”پولیس نے آپ کی گرفتاری کے لئے پانچ ہزار روپے کا انعام مقرر کیا ہے۔ لہذا اس وقت آپ کو کوئی ایسی سرزک نہیں ملے گی جس پر گاڑیاں تردد کی جا رہی ہوں۔“

”اوہ..... یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ تم لوگ بس دیکھتے رہو۔“ فریدی نے کہا اور اٹھ کر بیٹھنے لگا۔ پھر حید کی طرف اشارہ کر کے ڈی گاریکا سے بولا۔ ”میرا دوست اپنی ڈاڑھی صاف کریں چکا ہے اب میری بھی صاف ہو جائے گی۔“

”بجھے بہت افسوس ہو گا۔“ ڈی گاریکا متاسفانہ لبھے میں بولا۔ ”اتی شامدار ڈاڑھی۔“

فریدی بیٹھنے لگا۔

”کوئی بات نہیں پھر آگ آئے گی۔“

حید اس کی گنگوکو میں کوئی لچکی نہیں لے رہا تھا۔ اس کی نظریں رہمنا کے ہوتوں پر جمی ہوئی تھیں جن کا سلگتا ہوا بھمار اس کے ہوتوں میں سرسر اہٹ پیدا کر رہا تھا۔

”ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ حید سمجھ دی سے بولا۔

"وہ کیا.....؟" فریدی نے اسے گھوکر پوچھا۔

"لہی کہ اب ہم لوگ یقین زندگی یاد خدا میں گزار دیں۔" حمید نے اتنی سمجھی گی سے کہا کہ رہوں بے اختیار نفس پڑی۔

"اور دوسری بات یہ کہ اب تم میری اجازت کے بغیر ایک لفڑی بھی نہ بولو گے۔" فریدی نے اسے تین نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اجازت ہوتی میں یہ عرض کروں کہ میں نے آپ کا کہا مان لیا ہے۔"

"شٹ اپ.....!" فریدی تھیج کر بولا اور حمید دوسری طرف من پھر کر سکرانے لگا۔ رہوں مزکر اسے دیکھ رہی تھی۔

"اب ہمیں تیاری شروع کر دیتی چاہئے۔" فریدی تھوڑی دری بعد بولا۔ "چھڑی گاریکا سے کہنے لگا۔ مجھے تمہارا حلیہ بھی بدلتا پڑے گا ورنہ تمہاری رنگت بڑی دشواریاں پیدا کر دے گی۔ رہوں تو خیر اتنی زیادہ غیر یور و پین نہیں معلوم ہوتی۔"

"تو کیا تم میری رنگت بھی بدلتے گے۔" ذی گاریکا حرمت کا انکھار کرتا ہوا بولا۔

"یقیناً..... ورنہ پھر میک اپ سے فائدہ ہی کیا۔"

"البر و نوم اس دنیا کے آدمی معلوم نہیں ہوتے۔"

"ہاں یہ فرشتہ ہیں۔" حمید خلک لجھے میں بولا۔

"تم پھر بولے۔" فریدی اسے گھومنے لگا۔

رہوں نہیں پڑی اور حمید بچکانے انداز میں طرح طرح کے منڈنائے لگا۔

"تم بہت دلچسپ آدمی ہو۔" رہوں نے اس سے کہا۔

"اگر اجازت ہو۔" حمید فریدی کی طرف مزکر بولا۔ "تو میں ان سے یہ کہوں کہ ہاں واقعی میں دلچسپ آدمی ہوں۔"

"خدا کے لئے تم باہر چلے جاؤ۔" فریدی تھک آ کر بولا۔

"شاہید میرا دوست اب کچھ بہت خوفناک تم کی باتیں کرنے جا رہا ہے۔" حمید نے رہوں سے کہا۔ "اسی لئے یہاں میری موجودگی پسند نہیں کرتا۔ میں ابھی کسی ہوں گا..... اچھا میں تو چلا۔"

"ٹھیک ہے۔" رونا مسکرا کر بولی اور وہ بھی انھ کو حمید کے ساتھ چلی گئی۔

"میرا دوست نیک آدمی ہے مگر تمہوا شریب ہی ہے۔" فریدی نے ڈی گاریکا سے مخدودت آمیز لمحے میں کہا۔

"پچھے ہے پچھے ہے۔" ڈی گاریکا نے کہا۔ "رونا اپنے بھائی کی موت کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔ اچھا ہے اس کا دل بھی بیہل جائے گا۔"

اس کے بعد سفر کے سلسلے میں ضروری اسہاب کے تعلق گفتگو ہونے لگی۔ پھر تمہوڑی دیر بعد فریدی ڈی گاریکا کو میک اپ کے لئے درمرے کر رے میں لے کر چلا گیا۔

انور چد لمحے تک ہال میں تھا بینخا سگر ہٹ پیتا رہا۔ پھر وہ بھی انھ کو تمہلا ہوا باہر رہ آئے میں آگیا۔ وہ طرف کے در پیچے کے قریب رونا اور حمید کھڑے باشیں کر رہے تھے۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" رونا نے حمید سے کہا۔

"حید یوف.....!"

"حید یوف.....!" رونا نے دہرایا۔ "مگر یہ نام پر بھائی تو معلوم نہیں ہوتا۔"

"میں دراصل زارروں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔ "میرا باپ سعید یوف زارروں کا رشتے کا بنتجا گلتا ہے۔"

"اوہ تو تم شاہی نسل سے ہو۔"

"ہاں انتخاب روں کے بعد میرا باپ پر بھائی چلا آیا تھا۔" حمید نے کہا اور جھک کر پاپ سکانے لگا۔

انور سوچنے لگا کہ اب اس لاکی کی خیر نہیں۔

"اوہ تمہارے حیرت انگیز دوست البرونو.....!" رونا نے پوچھا۔

"وہ خالص پر بھائی ہے اور ایک معمولی کسان کا بیٹا۔"

"کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔" انور جیخ کر بولا۔

"اوہ تم.....!" حمید مڑ کر بولا۔ "کیا تم نے اندر شراب پی ہے۔ زیادہ چڑھ گئی ہے۔ تیز سے بات کرو۔ خیر میں نے معاف کیا۔ رونا یہ تمہاری شہزادی روہولی کا خادم ہے۔ اس لئے میں

اے محاف کرتا ہوں۔ شاید البرفو نے اسے زیادہ پلا دی۔"

انور دافت پیٹنے لگا۔ وہ کچھ کہنے ہی چارہ تھا کہ اسے فریدی کی بات یاد آگئی۔ وہ خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"نہیں نہیں خادم نہیں۔" رمونا جلدی سے بولی۔ "یہ شہزادی صاحب کے دوست ہیں۔"

"خیر ہو گا..... مجھ سے کیا غرض۔" حمید نے کہا۔ "میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ آدمی نئے میں بالکل چند ہو جاتا ہے۔"

"میں نئے میں ہوں۔" انور بیگز کر بولا۔

"خیر خیر..... میں کم رتبہ آدمیوں کو من لگانا نہیں پسند کرتا۔"

"کم رتبہ۔" انور آستین چڑھاتا ہوا بولا اور رمونا ان کے درمیان میں آگئی۔

"تم لوگ یہ کیا کرنے لگے۔" رمونا نے کہا۔ "یہ جھگڑا کرنے کا وقت نہیں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" حمید آہستہ سے بولا اور چیکھے ہٹ گیا۔ انور تھوڑی دیر تک کھڑا اسے گھوڑا رہا۔ پھر تمیاں بھیختا ہوا اندر واپس آیا۔ یہ کوئی خنی بات نہیں۔ سرجنت حمید سے اکثر اس کی جھگڑیں ہوتی رہتی تھیں۔ اور وہ آخر وقت تک ڈنارہ تھا۔ مگر آج اس کی روح غم کی گہرائیوں میں غوطے کھا رہی تھی۔ اس کی ساری ظرافت اور بذلہ سنجی رخصت ہو گئی تھی۔ طنز کے زہر میلے تیر کند ہو گئے تھے اور پھر وہ خود کو ایک معمولی آدمی تصور کرنے لگا تھا۔ اس کا دماغ صرف رشیدہ میں الجھ کر رہا گیا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی ذہانت اب کبھی واپس نہ طے گی جیسے وہ ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو گیا ہو۔

ہائی میں جنخ کردہ ٹھلنے لگا۔ اتنے میں فریدی نے اسے دوسرے کمرے میں آواز دی۔

"تم نے اپنے انتظامات مکمل کر لئے۔"

"مجھے کوئی خاص انتظام نہیں کرتا ہے۔" انور نے کہا۔ "ضروریات کے لئے صرف ایک سوٹ اور ایک بستر کافی ہو گا۔"

"تو وہ سب کہاں ہیں۔"

"میں ابھی لاتا ہوں۔"

”جلدی کرو..... تمہارا میک اپ بھی ضروری ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”پولیس تمہاری طرف سے مطمئن نہ ہوگی۔“

ایک گھنٹے بعد انور اپنے گھر میں ضروری سامان اٹھا کر رہا تھا۔ اس سے فرصت پا کر وہ اپنی موڑ سائیکل لے آیا جس کی مرمت ہو چکی تھی۔ اسے گیراج میں بند کرنے کے بعد اس نے سامان اٹھایا لیکن پھر سونپنے لگا سامان سمیت آشیانہ کی طرف جانا تھیک نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی پیچے لگتی ہی جائے۔ وہ تھوڑی دریکھ کھڑا سوچتا رہا پھر سامان لے کر نیچے اترنا۔ قریب ہی ایک تیکی کھڑی تھی۔

”ہوش آر لپچو.....!“ انور نے سامان رکھتے ہوئے جیکی ڈرائیور سے کہا۔

وہ بچھلی سیٹ پر بیٹھنے لی جا رہا تھا کہ غیر ارادی طور پر پیچے کی طرف مڑا۔ اپنکا آصف کھڑا مکرار ہاتھا۔

”ہوش آر لپچو کیوں.....؟“ اس نے مخفی خیز انداز میں پوچھا۔

”اوہ آصف.....!“ انور نے کہا۔ ”میں خطرے میں ہوں۔“

”دیکھی.....!“

”میرے پاس اتنا وقت نہیں کہہتا توں۔“

”ہوش میں آؤ..... جلدی میں نے تمہارے پیچے آدمی لگا رکھے ہیں۔“

”ہو گا بھی..... لیکن وہ آدمی میری جان نہیں بچا سکیں گے۔ میں فی الحال گھر میں نہیں رہتا۔“

”ڈر و نہیں۔“ آصف تشفی آمیز لجھے میں بولا۔ ”البر و نواب دوسرا حرکت کی ہمت نہ کر سکے گا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس کی گرفتاری کے انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔“

”مجھے سب کچھ معلوم ہے گرالبر و نواب آدمی نہیں بھوت ہے۔“

”یہ تم کہہ رہے ہو۔“ آصف تھیر ہو کر بولا۔

”اس میں تعجب کی بات نہیں۔ میں البر و نواب کے مقابلہ میں ہمت ہار چکا ہوں اور پھر اسی صورت میں جب کہ یہ نہیں معلوم کر دو۔ مجھ سے کیوں اپنھنا چاہتا ہے۔ میرے لئے بچاؤ کے

امکانات ختم ہو گئے ہیں۔"

"تم کل بھک اس کی لاش دیکھو گے۔" آصف نے کہا۔ "وہ جہاں بھی دکھائی دیا اسے کوئی مار دی جائے گی۔ کیونکہ وہ غیر قانونی طریقے پر ملک میں داخل ہوا ہے۔"

"خیر بھی..... اسے اپنے ہی سک رکنا کہ میں آرچو میں مقیم ہوں۔ تم مجھ سے دہال مل سکتے ہو کرہ نمبر بانوں۔"

انور نے ٹیکی میں بینچ کر دروازہ بند کر لیا اور ٹیکی چل پڑی۔

اسکے منہ سے خواہ تجوہ آرچو کل کیا درست ارادہ پکھ اور تھا..... بہر حال اسے اس اتفاق پر خوشی ہو رہی تھی کہ آصف دھوکہ کھا گیا۔ ڈرائیور دوسرا طرف ٹیکی موڑ نے والا تھا کہ انور بولا۔  
"آرچو نہیں..... گجراج گھاث۔"

ڈرائیور نے متنی خیز انداز میں سر ہلا�ا۔ انور کا خیال تھا کہ وہ لوگ گجراج گھاث ہی کی طرف جائیں گے۔ کیونکہ وہ ادھر سے غیر مالک کی ناجائز درآمد و برآمد کے متعلق پہلے ہی سن چکا تھا۔ گجراج گھاث پہنچ کر اس نے سامان ایک چھوٹے سے ہوٹل میں اتنا را اور اسی ٹیکی پر پھر شہر کی طرف روانہ ہوا۔ سرکار روڈ کے موڑ پر اس نے ٹیکی رکوالی۔ دس دس کے پانچ نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

"میں کہاں اتر ہوں۔" انور نے ڈرائیور سے پوچھا جو ان نوٹوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"آرچو ہوٹل میں۔" ڈرائیور مسکرا کر بولا۔

"بہت خوب! سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔" انور نے اس کا شانہ تھکتے ہوئے کہا۔

"جی..... میں جانتا ہوں کہ پولیس والوں سے آپ کی چلتی رہتی ہے۔"

"کیا تم مجھے چھانتے ہو.....؟" انور چونکہ کر بولا۔

"اے صاحب میں آپ کے قریب ہی رہتا ہوں۔"

"ٹھیک! بہت اچھے۔ ہاں میں نے تمھیں کم تو نہیں دیا۔"

"نہیں صاحب بہت ہے۔" ڈرائیور اپنا ہاتھ ماتھے کی طرف لے جاتا ہوا بولا۔ پھر اس نے ٹیکی بیک کی اور انور آگے بڑھ گیا۔ تھوڑہ چل کر وہ مڑا..... بہت دور ٹیکی کی سرخ روشنی

تاریکی میں غم ہوتی جا رہی تھی۔

دوفر لائگ پیدل چلنے کے بعد وہ آشیانہ کے کپاڈ غم میں داخل ہو گیا۔

فریدی وغیرہ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ انور نے رمنا کو پہلے نہ دیکھا ہوتا تو یہی سمجھتا کہ دھنٹلی سے کسی دوسری عمارت میں گھس آیا ہے۔ کیونکہ فریدی حمید اور ڈی گاریکا کی شکلیں بالکل بدلتی ہوئی تھیں۔ فریدی کو اس نے آواز سے پیچانا ورنہ یہ معلوم کرنا بھی دشوار تھا کہ ان میں سے فریدی کون ہے۔ اس نے ہندوستانی رجوازوں کے راجپوت سرداروں جیسی شکل بنارکی تھی۔ سرجنت حمید اور ڈی گاریکا فوجی لباس میں تھے۔ انور کو سب سے زیادہ حرمت ڈی گاریکا کی رنگت دیکھ کر ہوئی۔ فریدی نے اسے گندی رنگت کا ایک ہندوستانی ہنادیا تھا۔ سرجنت حمید انگلو اگرین معلوم ہوتا تھا۔

انور نے دیر سے چکنے کا سبب بیان کیا اور فریدی ہنسنے لگا۔

”تمہارا اندازہ سو فیصدی صحیح ہے۔ ہم گجراج گھاث ہی کی طرف روانہ ہوں گے۔“

فریدی نے کہا۔

”لیکن آپ لوگوں کے ساتھ میری موجودگی درست نہیں معلوم ہوتی۔“ انور نے کہا۔

”مگرراو نہیں۔ تمہارا بھی میک اپ کیا جائے گا۔ تمہارا وہی پادری والا پر اتنا میک اپ زیادہ

”درست رہے گا۔ آؤ میرے ساتھ۔“

فریدی انور کو دوسرے کمرے میں لے گیا۔ میک اپ کا سامان ایک بڑی سی میز پر بکھرا ہوا تھا۔ فریدی نے انور کے سر کے بالوں کی مناسبت سے اس کے چہرے پر سرخی مائل ڈاڑھی چپکا دی اور سوٹ کیس سے کھٹی رنگ کا ایک گاؤں نکال کر پہنادیا۔

اور پھر جب وہ باہر آئے تو ڈی گاریکا بے اختیار اچھل پڑا۔

”البر نو تم حقیق اس قابل ہو کہ پوچھ جاؤ۔“

”میں نے ایسا آدی آج تک نہیں دیکھا۔“ رمنا بولی۔

”اور مجھے جیسا آدی.....!“ حمید نے پوچھا۔

”تم آدی کب ہو۔“

”کیا مطلب.....!“

”مطلب یہ کہ تم آدمی نہیں شہزادے ہو۔“ رمونا نے شوخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

فریدی پھر اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ہاتھوں میں سوت کیس لٹکائے ہوئے

داپس آیا۔

”ہادا ضروری سامان پہلے ہی گجراج بینچ چکا ہے۔“ فریدی نے انور سے کہا۔

وہ سب مکان سے باہر آئے۔ تھوڑی دور پہل چلنے کے بعد انہیں ایک ٹیکسی مل گئی۔

راستے میں کئی پولیس والوں نے انہیں روکا اور ڈی گاریکا کو یہ دیکھ کر اور حیرت ہوئی کہ البروفو  
ہندوستانی زبان میں بھی گفتگو کر سکتا ہے۔

گجراج گھاث بینچ کر انور کو پھر اپنی سچی خل میں آ جانا پڑا۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنا  
سامان نہیں لے سکتا تھا۔

ایک کافی بڑی موڑ بوث سمندر کی پر سکون سطح پر ان کا انتظار کر رہی تھی۔ سامان بار کر دیا گیا  
اور وہ اطمینان سے اپنی اپنی جگہوں پر بینچ گئے۔ موڑ بوث کافی طویل و عریض تھی جس کے  
درمیان میں ایک بڑا سا کیبن تھا۔ کیben دو حصوں میں منقسم تھا۔ ایک حصہ مسافروں کے لئے تھا  
اور دوسرا موڑ بوث کے عملہ کے لئے۔

اسڑکرنے انہیں اشارت کیا ہی تھا کہ گھاث پر کئی ٹارچوں کی روشنیاں دکھائی دیں یہ کسی  
تم کا اشارہ تھا جس پر انہیں بند کر دیا گیا۔ بھاری بھاری قدموں کی آوازیں نزدیک آتی ہیں  
ہو رہی تھیں۔ وقتاً دو پولیس انسپکٹر اور کچھ کاشیبل موڑ بوث پر چڑھائے۔

”کہاں جائے گا۔“ ایک پولیس انسپکٹر نے بھاری بھر کم آواز میں پوچھا۔

”ریاست دیر گزٹھ۔“ فریدی پر غرور آواز میں بولا۔ ”یہ ریاست کی سرکاری موڑ بوث ہے۔“

”سامان کدھر ہے۔“

”کیوں اپنا اور ہمارا وقت بر باد کرتے ہو۔ ہم کوئی چیز ناجائز طور پر نہیں لے جا رہے  
ہیں۔“ فریدی نے کہا اور انسپکٹر سے گھورنے لگا۔

”کرٹل رکھو راج سکے.....!“ فریدی پر وقار انداز میں اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

”نہ آہہ معاف سمجھے گا..... راجہ صاحب۔“ سیاہ بندوق کا لب پر پھٹک کے  
لارپیس والے موڑ بوت سے اتر گئے۔ انہیں پھر اشارت ہوا اور موڑ بوت سندھ کے پھرے  
سینے پر قراٹے گھرنے لگی۔

”کیا بات تھی۔“ ذی گاریکا نے پوچھا۔ ”لارپیس“ لارپیس۔

”کوئی خاص بات نہیں۔“ فریدی مکرا کر بولا۔ ”میں نے انہیں ہنگادیا۔“

”واب خواہ خواہ جائے رہنا فضول ہے۔“ رونا اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھری کی طرف  
دیکھ کر بولی۔

”جیسیں تمہارے اس خیال کی قدر کرتا ہوں۔“ حمید مکرا کر بولا۔ ”مگر البر و کمرے کھڑے  
سوئے کا عادی ہے۔“

”کھڑے کھڑے.....!“ رونا نے متھر ہو کر پوچھا۔

”ہاں اور ایک آنکھ سے جا گتا رہتا ہے۔“ حمید نے رونا کی طرف دیکھ کر  
ایک آنکھ بند کرتے ہوئے کہا اور رونا جھینپ کر دوسرا طرف دیکھنے لگی۔

”ارے کم بخت تم اس کے باپ کے سامنے اسے آنکھ مار رہے ہو۔“ فریدی جلا کر اردو  
میں بڑھ لیا۔

”ذی گاریکا..... البر و نواس طرح سوتا ہے۔“ حمید نے ذی گاریکا کو بھی آنکھ ماری اور ذی  
گاریکا بے اختیار فس پڑا۔

”ان البر خو تمہارا سماجی بہت پیارا ہے۔“ ذی گاریکا نے کہا۔

”بہت.....!“ فریدی ہو ہوٹ سکوڑ کر بولا۔

”رونہ نے ایک سوت کیس سے شب خوابی کا بیس نکالا اور عمل خانے کی طرف پل پڑی۔“  
”البر و نواس کتنی زبانیں جانتے ہو۔“ ذی گاریکا نے فریدی سے پوچھا۔

”دنیا کی کئی مشہور زبانیں..... میں ہمچھے کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا ہوں۔“ بلال نے سوچ دی

”مجھے جرت ہے۔“

”کیوں.....؟“

”یورپ کی زبانیں قریب قریب ایک دوسرے سے ملتی جاتی ہیں۔ اس لئے یورپیں کے لئے ان کا سیکھنا زیادہ مشکل نہیں۔ لیکن مشرقی زبانیں تم نے کس طرح سیکھیں۔ جبکہ ان کا رسم الخط یورپیں رسم الخط سے بالکل مختلف ہے۔“

”میں صرف بول سکتا ہوں لکھنہیں سکتا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تم عمر سے تک مشرق میں رہے ہو۔“

”ہاں..... آس..... میں تو ایک سالانی آدمی ہوں۔ مشرق و مغرب شمال و جنوب میرے لئے ایسے ہیں جیسے کسی مکان کے چار کمرے۔“

ڈی گاریکا اسے اسکی نظرودن سے دیکھ رہا تھا جیسے اسے یقین نہ آیا ہو پھر تھوڑی دری بعد بولا۔ ”تم بہر حال ایک حیرت انگیز آدمی ہو۔“

رمونا شب خوابی کے لباس میں خسل خانے سے برآمد ہوئی۔ اس کی بڑی بڑی نیکوں آنکھیں نیند سے بوجھل نظر آرہی تھیں۔ سیاہ رنگ کا رٹشی لبادہ اس کی نقری گردن میں ایسا معلوم ہوا رہا تھا جیسے کالی رات ابھرتے ہوئے اجائبے کوڈنے کی کوشش کر رہی ہو۔ حمید نے ایک طویل انکڑا اپنی اور انور کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کے کان میں آہستہ سے بولا۔

”قیامت ہے۔“

”تم چند ہو۔“ انور نے اسامنہ بنا کر بولا۔

”اور تم.....!“

”اُنکا پھا.....!“ انور جلا کر بولا۔ اس کا دماغ پتھر کی سل ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے یہ سفر انتہائی مسحکہ خیز معلوم ہونے لگا تھا۔ الاف لیلے کے سند باد جہازی کا سفر۔ کسی سے ناول کے ہیرد کا روائی سفر..... ایسا سفر جو پڑھنے والوں کی گھشا نہ اوق کی تیکن کیلئے تکمیل دیا جاتا ہے۔ اسے اپنی ذات پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایک ایسے عی سفر میں جذا ہو گیا ہے اگر وہ کسی ایسے سفر کے متعلق کسی کتاب میں پڑھاتا تو بے تکان اسے کھڑکی سے باہر بڑک پر پھینک دیتا۔

## ہم شہنشاہ

بھریں پہنچ کر فریدی اور حمید اپنی اصل شکلوں میں آگئے۔ انور نے بھی پادری کا لباس اتار دالا۔ لیکن ڈی گاریکا کو احتیاطاً ایک ہندستانی ہی کے لباس میں رہنے دیا گیا۔ ڈی گاریکا کے پاس اس کے بھی اور بھی کے پاسپورٹ تھے۔ یہاں سے فریدی اور حمید بھی اپنے بین الاقوامی پاسپورٹ استعمال کر سکتے تھے۔ اب سوال انور کا رہ گیا تھا۔ اس کے لئے شاید فریدی نے کوئی تدبیر سوچ لی تھی۔ غالباً اسی لئے ڈی گاریکا وغیرہ کو اٹھیتاں دلاتا رہا تھا۔

فریدی کا خیال تھا کہ ڈان ونسٹ وغیرہ بھی فرار کے لئے بھریں کا راستہ اختیار کریں گے۔ یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ یہاں سے گزر گئے یا ابھی پہنچے ہی نہیں۔

انور ڈی گاریکا اور رمنا کو ایک ہوٹل میں چھوڑ کر فریدی اور حمید ڈان ونسٹ کا پتہ لگانے کے لئے نکل گئے۔ انور دن بھر ڈی گاریکا سے اٹھے سیدھے سوالات کرتا رہا۔ وہ دراصل ڈی گاریکا کے بیان کی طرف سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔

”ہم لوگ جمہوریت کو مغلکہ خیز تصور کرتے ہیں۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔ ”اسی لئے ہمارے یہاں ابھی تک شہنشاہیت قائم ہے۔ لیکن ہماری شہنشاہیت تمہاری جمہوریت سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔“

”اسی لئے تمہارا موجودہ حکمران تخت کے جائز دارث کے قتل کی کوشش کر رہا ہے۔“ انور طریقے لجھ میں بولا۔

”اوہ..... کیا تمہاری جمہوریت کا دامن اس بدتماداغ سے پاک ہے؟ کیا تمہارے یہاں ایمان دار لیڈر قتل نہیں کئے جاتے۔ شہنشاہیت میں تو صرف ایک نالائق سے دو چار ہونا پڑتا ہے لیکن جمہوریت میں نالائقوں کی ایک پوری ٹیم دبالتا جان بن جاتی ہے۔ ایک نالائق سے چیخنا پڑتا آسان ہے لیکن پوری ٹیم سے پشتا مشکل ہو جاتا ہے اور پھر ہمارے ملک کا دستور کچھ اس ٹیم کا ہے کہ شہنشاہ اور رعایا ہر حال میں ایک دوسرے کے پابند ہوتے ہیں تم دیکھو گے کہ ہم کس

آسانی سے اپنے موجودہ حکمران کو مزدود کر دیتے ہیں۔“  
اور تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔

”لیکن تمہاری قوم کب تک چپی رہے گی۔“

اس سے جعلی میں سچے ہیں کہہ سکا۔ ”ڈی گاریکا مفرمندانہ انداز میں بولا۔

”ہو سکا ہے تم ہی لوگوں کا وجود ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو۔ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ البر تو کی مدد کے بغیر ہم شہزادی کو نہ پا سکتے ہیں۔“  
”حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے اب بھی تمہارے بیان پر مشتمل ہے۔“

”یعنی.....!“

”تمہارا بیان کردہ جزیرہ مجھے بالشیوں کی سرزین معلوم ہوا رہا ہے۔“

”تم خود دیکھ کر لو گے۔“ ڈی گاریکا مسکرا کر بولا۔

اتھر نے کوئی جواب نہ دیا۔

”اور اگر میرا بیان درست ہے تو پھر میں چند غیر ملکیوں کو خواہ تجوہ کیوں پریشان کر رہا ہوں۔ کیا تم مجھے صحیح الدماغ غمیں سمجھتے۔“ ڈی گاریکا نے سمجھی سے کہا۔

پاچ بجے شام کو فریدی اور حمید و ایں آئے۔ حمید نے اپنے فلت پیٹ میں کاغذ کا ایک بہت بڑا پھول لگا کر حاتما اور دلوں میں سیستانی چکلیوں اور نائیوں سے بھر رکھی تھیں۔

”اس وقت تم بھی صحیح روی شہزادے معلوم ہو رہے ہو۔“ رمنا طریقہ لجھ میں بولی۔

”روی شہزادے۔“ فریدی حمید کی طرف تجھب آمیز نظر دوں سے دیکھنے لگا۔

گز بدمت سمجھنے۔“ اور آہستہ سے اردو میں بولا۔ ”حمد اس سے کہہ چکا تھا کہ وہ زار

روں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔“

فریدی نے برا سامنہ پیٹا اور ڈی گاریکا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”ڈی ان ونسٹ اور اس کے ساتھی گلی عہاں پہنچتے ہے اور کل ہی کسی معلوم جگہ کے لئے روان ہو گئے۔ وہ پاچ تھے۔“

”پاچ.....!“

”ہاں..... لیکن ان میں کوئی عورت نہیں تھی۔“ جے لان لادن پچھے..... سیکھ ملٹھے۔

”اوہ تو کیا انہوں نے ابھی مارڈ الالب ہے۔“ فیگاڑ کا بیٹے جنکا یہے بولائے تھا ان نہیں۔

”میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ان کے باتھ ایک بوڑھا مریض و خاچ جو بھریں کے ساتھ پر بے ہوشی کی حالت میں اتارا گیا تھا۔“

”بوڑھا مریض.....!“ ذی گاریکا حیرت ظاہر کرتا ہوا بولا۔ ”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”کیا یہ ملکن نہیں کہ انہوں نے رشیدہ کو بیوی کر کے اس پر بوڑھے کامیک اپ کر دیا ہو۔“

”یہ ملکا نہیں۔“ ذی گاریکا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”ذہان وہیست شایعی تھکری سراغ غرسانی کا افراعی ہے۔“

”جے لان لادن پچھے تاج لے لیا۔“

”وہ لوگ اشار کپنی کی ایک دخانی کشی میں روشنہ ہوئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ

اشار کپنی کی کشتیاں صرف جریموں تک چلتی ہیں۔“ جے لان لادن لے لیا۔

”اوہ.....!“ ذی گاریکا اچھل کر بولا۔ ”تب وہ یقیناً جرالثر میں اتریں گے۔ جرالثر میں

ہماری ایک خیری اپنی ہے۔“ جے لان لادن لے لیا۔

”تو پھر آج رات کو تم بھی روشنہ ہو رہے ہیں۔“ فریدی نے کیا۔ لے لیا۔

”مگر انور کا کیا ہو گا وہ کس طرح ستر کرے گا۔“ ذی گاریکا انشوٹیں آئیں لجھے میں بولا۔

”میں سب کچھ کروں گا۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”ہاں ایک بات یہ بتاؤ

تمہارے بیٹے کی آنکھوں کی رنگت کیسی تھی۔“

”سزر.....!“ ذی گاریکا تھوڑی دری بعد گلوکیر آواز میں بولا۔

”لے لیا۔“ اور بالوں کی بیٹیاں لے لیتے ہوئے ہیں۔

”لے لیا۔“

”سرخی مائل۔“

فریدی تھوڑی دری تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر عسل خانے میں چلا گیا۔ اسی دوڑوان میں حید

اور رہ جو ہذا فیان کھلتے دیتے۔ حید نے دوہماں انہر کی ٹھپٹی بھی پڑھ لی تھیں جنکن لکھن نے ہوت

ٹکڑا کر دہری طرف منہ پھیر لیا۔

”لے لیا۔“

”البر و نواب بالکل جوان معلوم ہوتا ہے۔“ رہوڑا نے کہا۔

”لے لیا۔“

”قطلی نہیں..... وہ پچاہی برس کا ہے۔“ حمید جلدی سے بولا۔

”بعض اوقات تم سفید جھوٹ بولتے ہو۔“ رونا نے منہ بنا کر کہا۔

”بھرین بڑی حسین جگہ ہے۔“ انور نے بات اڑا دی۔

”مجھے تو پسند نہیں۔“

”پھر حسین کیا پسند ہے۔“

”شلجم کا مرتب.....!“ رونا نے کہا اور حمید بے ساختہ فس پڑا۔

انتہے میں فریدی واپس آگیا اور رونا نے شرات آمیز نظر وہ سے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

”البردنو..... یہ کہتا ہے کہ تم پچاہی برس کے ہو۔“

”ٹھیک کہتا ہے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”البردنو میں تمہاری اصل شکل دیکھنا چاہتا ہوں۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔

”تم مجھے اس وقت میری اصل ہی صورت میں دیکھو رہے ہو۔“

”تب تو تم تیس سال سے زیادہ کے نہیں ہو سکتے۔“ رونا نے کہا۔

”ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔“ فریدی نے لاپرواہی سے کہا۔

”کیوں؟“ وہ حمید کی طرف مڑی۔ ”تمہارا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔“

”اوہ..... تو اگر تمیں ہی سال کے ہیں تو کون سے ہوئے تمیں مارخان ہیں۔“ حمید نے

منہ بنا کر کہا۔

”تمیں مارخان کیا جائز۔“

”تمیں مارخان ہماری طرف اسے کہتے ہیں جو روزانہ تمیں کھیاں مار لیتا ہو۔ اس لئے وزیر

صحت کو بھی تمیں مارخان کہتے ہیں۔“

رونا ہنسنے لگی۔

”مجھے اب تمہاری کسی بات پر اعتبار نہیں رہا۔“ رونا نے کہا پھر فریدی کو چاہٹ کر کے

بوی۔ ”یہ کہہ رہا ہے کہ تم ایک معمولی کسان کے بیٹے ہو اور خود یہ زائر وہی کے خاندان سے قلع

رکھتا ہے۔“

"ٹھیک کہتا ہے۔" البرنو نے کہا اور سگار لگانے لگا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"البرنو ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔" ڈی گاریکا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آختم میرے لئے اتنی تکلیفیں کیوں اخمار ہے ہو۔"

"میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے ڈان ونسٹ اور الفرینڈو کی گردش توڑنی ہیں۔ انہوں نے لندن کے ایک ناٹ کلب میں میری خت توہین کی تھی۔"

"تو ڈان ونسٹ کا یہ بیان صحیح تھا کہ اسکا لندن میں چند پر ٹکالیوں سے جھلا ہو گیا تھا۔

"بالکل صحیح تھا۔" فریدی نے کہا۔ "تم ذرا اپنا پاسپورٹ مجھے دے دو۔"

"کیوں؟ کیا کرو گے۔"

"مجھے تمہارے لڑکے کی تصویر چاہئے۔"

ڈی گاریکا نے فریدی کو پاسپورٹ دے دیا۔

"انور ادھر آؤ۔" فریدی نے انور کو اپنے چیخپے آنے کا اشارہ کیا اور پھر درمرے کمرے میں پہنچ کر اس کی طرف مڑا۔ "مجھے خوشی ہے کہ اس وقت آنکھوں کی رنگت کام آگئی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"تمہاری آنکھیں بھی بزر ہیں۔ میں تمہیں ڈی گاریکا کا لڑکا ہناوں گا۔۔۔ اس طرح تم اس کے پاسپورٹ پر سفر کر سکو گے۔"

انور حیرت سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فریدی پھر بولا۔

"میں خود اس گھٹیا تم کے بہر و پ سے بچ آ گیا ہوں۔ مگر کیا کروں بعض اوقات مجبور ہو جانا پڑتا ہے۔ بہر حال ڈان ونسٹ کی حماقتوں ہمارے کام آ رہی ہیں۔"

"یعنی.....!"

"اگر وہ ڈی گاریکا کے لڑکے کو قتل کر کے اس کی ٹھلل نہ بگاؤ دیتا تو میں کبھی اس کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ معتول کی تصویر یہ اخبارات میں ضرور شائع ہوتی اور پھر تم اس کے پاسپورٹ کے ذریعے سفر نہ کر سکتے۔"

فریدی نے سوٹ کیس سے میک اپ کا سامان نکالنا شروع کیا۔ پھر انہیں ایک میز پر پھیلا

کرانور کی طرف مڑا تھا۔۔۔ قاتل اپنے الائٹ میجا۔۔۔ جب تک میلے۔۔۔

ٹڈ۔۔۔ بعض اوقات بمحضہ اسی بھانگتی رکھے موائی پر فسی آئنے لگتی ہے۔۔۔ کیا جماfat ہے۔۔۔ فریدی نے سکرا کر کہا۔۔۔

خیر اس کی کوئی پر بینے جاوے۔۔۔ ممکن ہے تمہیں تمہری سی تکلیف بھی ہو، بلکہ میک اپ میں بھی بھی ختم بھی آ جاتے ہیں۔۔۔ مگر میں حتی الامکان اختیاط برتوں کا۔۔۔ تین نالے یعنی خدا۔۔۔ تمہری دیر بعد انہوں کو اپنا بھروسی ہونے لگا جیسے ان کے ہوتے چلے جادے ہوں۔۔۔ لیکن وہ خدا۔۔۔ خدا کے بیشار ہا۔۔۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد فریدی نے اتنے ایک آئینے کے ساتھ کھڑا کر دیا۔۔۔ انور خبط کے بیٹھا۔۔۔

بے اختیار چوک پڑا۔۔۔ ذی گاریکا کا پاسپورٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔۔۔ بھی وہ اس کے لئے کی تصوری کی طرف دیکھتا اور بھی آئینے کی طرف۔۔۔

”کمال کر دیا۔۔۔“ وہ فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔۔۔ اس فن میں بھی شاید ہی کوئی آپ کی

عکس کا نکلتا۔۔۔ ایسا ہوا۔۔۔ الائٹ آپ تھے اس ایسا نہ ہوا۔۔۔ آپ ایسا۔۔۔

پھر وہ دونوں اس کمرے میں آئے جہاں ذی گاریکا وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔ انور کو درکھستے

ہی ذی گاریکا اور رمنا اچھل پڑے۔۔۔

”لے جائیں۔۔۔ لے جائیں۔۔۔“

”میرا اچھے۔۔۔“ ذی گاریکا بے اختیار چھا اور پھر تحریر کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔۔۔

”یہ انور ہے۔۔۔“ فریدی نے کہا اور ذی گاریکا کے چہرے پر کھری اداہی بھیل گئی۔۔۔

رمونا روری تھی۔۔۔ ذی گاریکا کے ہوتے کپکپا نے لگئے اور اس نے اپنا چھروں دونوں ہاتھوں

سے چھپا لیا۔۔۔ اسیں آیا۔۔۔ آیا۔۔۔ آئا۔۔۔ آئا۔۔۔ آئا۔۔۔ آئا۔۔۔ آئا۔۔۔ آئا۔۔۔

”ذی گاریکا۔۔۔“ فریدی کھڑا کاک آواز میل بلال۔۔۔ مجھے فسوس لہے گیں اس کے سجا اور

کوئی چارہ نہیں تھا۔۔۔

تھوڑے میں اس طبقہ میں پھر کیسے کام کوں گا۔۔۔ ذی گاریکا کھٹکی کھٹکی آواز میں بولا۔۔۔

”تمہرے سے کام لیا۔۔۔“ فریدی خنکھلے۔۔۔ تمہری ہوتیں اور ایک جگ جو پایا۔۔۔

”رمونا کیسے زندہ رہ سکے گی۔۔۔ اس کے مردہ بھائی کا ہم شپیڈ۔۔۔“ ذی گاریکا کی آواز میں

ایک پھر کئی ہیں لاؤ۔۔۔ یاں۔۔۔ لالا ان ایسا لاپ اسیلے تھے۔۔۔

"میں دل پر پھر رکھ لوں گی۔" رہونا تھا کہ بھٹکی ہو گئی۔ اس کی بھگی ہوئی آنکھوں سے غصے کی آنچ نکل رہی تھی۔ اس نے خچلا ہونٹ دلتیوں میں بیالا پا پر پھر پر وقار میں بوٹی۔ "ہمیں اولیاری کے قتل کا انتقام لیتا ہے۔ میں ڈین وہیں اور اس کے سایہ جوں کے خون شیم اپنے بھکر یا لے بالوں کو سرخ کروں گی۔ این کی ہڑپاں چھاؤں کی اولیاری کا آنکھیں بھرے خم تازہ رکھے گا۔ انتقام کی آگ بھڑک اشے گی اور میں ڈان ہٹت پر قردہ بیگی رحم نہ کروں گی۔"

پھر وہ جوش میں بھری ہوئی بیٹھ گئی۔ ڈی گاریکا کری کی پیشت سے نکلا ہوا جھٹت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کمرے کی فضا پر ایک بوجھل سی خلاموٹی طلبکی ہو گئی تھی۔ انہوں کو اپنے دل کی ہڑکنوں کی دھک کنپیوں میں محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ ایک طرف بیٹھ گیا۔ "جی یات ب۔ ۶۔"

بھر کئی کھنے تک ان کمزروں میں باکی اثرات چھانے لے گئے۔ اس دوران میں فریدی بہت زیادہ مشغول رہا۔ اپنے سامنے اکٹھا بہت بڑا انتش بھلا ہوا تھا جس پر وہ پسل سے نشانات لگا رہا تھا۔ ان نے کئی چارٹ بھی بنائے تھے جنہیں وہ ایک کر کے پھاڑ کر پھیکتا جا رہا تھا۔ آخر کار وہ لٹک کر کھڑا ہو گیا۔ تجوڑی دریک کچھ بوجھ کردا رہا پھر ایک سگار سکا کر اس کرے میں آیا جہاں ڈی گاریکا وغیرہ وغیرہ سفر کی تیاریاں کر رہے تھے۔

"میں اک دخانی کشی کا انتظام کرنے جا رہا ہوں ڈی فریدی نے بھس سے کھلا۔ "تم اپنے انتظام مکمل رکھو۔"

"میں بھی چلوں۔" حمید نے پوچھا۔

"تھیں.....!" فریدی نے کہا اور باہر نکل گیا۔

انور محسوس کر رہا تھا کہ ڈی گاریکا اور رہونا اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پھکھاتے

ہیں۔ اس نے وہاں بیٹھنا منع کیا۔ رات آہستہ آہستہ بھیگتی جا رہی تھی۔ انور اکتا دینے والی خاموٹی سے بھک آگیا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ لاشوں اور سوکی ہوئی مذبوحوں کے ڈھانچے کے درمیان وقت گزار رہا ہے۔ حالانکہ اسے حمید سے قہبہوں سے ضدی کی یہاں اس وقت اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کاش وہی اس قبرستانی قضا کا خاتمہ کر دے۔ اس نے قابوں میں اس کا دل چاہ رہا تھا۔ اس نے قابوں میں اس کا دل چاہ رہا تھا۔

ایک بجے فریبی واپس آیا تھا۔ کشی کا انتظام ہو گیا تھا اور اب رات عی رات وہاں سے رو گئی کی جو بزر پر غور کیا جا رہا تھا۔ آخر فریبی تھی کی رائے پر سب کو متمن ہونا پڑا۔ سامان ایک اٹیشن ویکن پر رکھا گیا اور وہ سب ساحل کو رو انہ ہو گئے۔

”تم آخر اتنے خاموش کیوں ہو۔“ انور نے حمید سے پوچھا۔

”تم لوگوں نے میری زندگی برپا د کر دی۔“ حمید بسوار کر بولا۔

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”فریبی صاحب کو مجھ سے ضد ہو گئی ہے۔“ حمید نے کہا۔

”آخر بات کیا ہے؟“

”تمہیں اولیاری کی ڈھل میں لانے کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں تھی۔“ حمید جھا کر بولا۔

”ظاہر ہے کہ اب رہوں کی سکراہیں بے جان ہو کر رہ جائیں گی۔“

”اوہ! یہ بات ہے۔ حمید تم بڑے ذیبوث ہو۔“

”کسی خوبصورت محورت کی زندگی سے بھر پور مسکراہٹ میری جنت ہے۔“

”تم خاصے احتیٰق ہو۔“ انور منہ بنا کر بولا۔

”اور مجھ سے بھی زیادہ احتیٰق تم ہو کہ ایک محورت ہی کے لئے موت کے من میں کوئے

جار ہے ہو۔“ حمید نے تنگ لمحہ میں کہا۔ انور نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ باہر پھیلے ہوئے اندر میرے میں گھور رہا تھا۔

## حمید کا عشق

بھریں سے جرالٹرک کے بھری سفر میں کوئی قابل ذکر واقعہ قیش نہیں آیا۔ آہستہ آہستہ رہوں اور ڈی گاریکا کی افسردگی دور ہوتی جا رہی تھی۔ اس دوران میں وہ سب ایک دوسرے سے کافی بے تکلف ہو گئے تھے۔ جرالٹرک پنج کر فریبی نے ڈی گاریکا سے وہ مقامات معلوم کئے جہاں

اس کے ملک کی خیری اجنبی کے افراد رہتے تھے۔ اس کے بعد وہ اور حمید ڈاٹ نسٹ کی سراغ  
ری میں صروف ہو گئے۔

انور ڈی گاریکا اور رمنا کے ساتھ ٹھہرا رہا۔ وہ محبوس کر دیا تھا کہ فرمت کے لمحات میں  
رمونا زیادہ تر غیر مستقل حرماں اور محلہ زری لڑکی ہے۔ لیکن وہ اس غلط فتحی میں ابھی تک جلا جھی کر  
حیدر چیخ زار روں کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔

”لیکن مجھے اس پر بیچن نہیں کہ البرونو ٹپلے طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔“ رمنا نے انور سے کہا۔  
”میں بھلا اس کے تعلق کیا بتا سکتا ہوں۔“ انور نے کہا۔

”ہاں یہ میں بھی محبوس کرتی ہوں کہ البرونو ایک لاپرواہ آدمی ہے۔ شاید وہ بھی سوچتا ہی  
نہیں کہ دوسرا سے اس کے تعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ بعض اوقات میں ہو چکتی ہوں کہ وہ شاید  
کسی دوسری دنیا کا آدمی ہے۔ میں نے ابھی تک اس کے چہرے پر حکم کے آثار نہیں دیکھے۔  
حالانکہ اس سفر نے ہمارا کچھورناکال دیا ہے۔“

انور کچھ نہ بولا۔ رمنا تھوڑی دری بجد پھر کہنے لگی۔

”ڈاٹ نسٹ میری قوم کا بہادر ترین آدمی ہے۔ تھی زندگی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اس کی  
حیرت انگریز ملازمتوں کے تعلق اپنا نے مشہور ہیں۔ مگر البرونو نے اسے بھی ٹکست دے دی تھی  
اور اب وہ اسے جان سے مارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ڈاٹ انقریڈ ایک مشہور پہلوان ہے لیکن وہ  
ب محض البرونو کے خوف سے دم دبا کر بھاگ نکلے۔“

انور شیدہ کے تعلق گفتگو کرنے چاہتا تھا۔ اس نے رمنا کو دیکھ کر پوچھا۔

”تم اس سے پہلے بھی سی نور روموں سے مل چکی ہو۔“

”نہیں میں نے انہیں آج تک نہیں دیکھا۔“

”تو کیا اسے تمہارے جزیرے کا حکمران بنادیا جائے گا۔“

”ہاں.....!“

”لیکن تم اس کے لئے کیا بیوت پیش کر دیگی کہ وہ شہزادی روموں ہے۔ کیونکہ تمہاری قوم تو  
یہ جاتی ہے کہ وہ بچپن ہی میں قتل کر دی گئی تھی۔“

لے لے لے ”ہماری قوم اک ایک بہت بڑی شخصیت اسی رات سے ملتی ہے۔ تھا رانی کی پیشوا مقدمہ  
بپ پڑس.....!“

نہ دست ملے اور اگر حکم دقت آئے تو بھی جھٹا دیا تولے اور اسے سکوئی سلاسلی تسلیم کرنے پوچھا۔  
لے لے لے ”اوہ مقدمہ بیپ کو جھٹا دنے کی ہفت بیمن کر کے لائے تسلیم، ان اسی تسلیم سے دیکھ  
”یہ کھوارے عامد بدلتے دینیں لگتی ہیں اور پھر اخراجوں کے مکمل سے اس سکا نہیں مقدمہ  
بپ لے لے لے ایک اپریشن ہو جائے کہ خواتم اسے تمہارا سمجھنے لگیں۔“ رعنایا خاموش ہو گئی پھر حموزی دیر  
بعد بولی۔

لے لے لے ”میں اسی لئے قیادہ نہیں جانتی کوئی بات ضرور آہوگی جیسی تو میرا بسید جلد و جهد کر رہا  
جیلنے والا ہوں تاکہ بیتہ اسی کی ایسی یاری کے لئے کوئی بیکاری نہیں۔“  
”یہ گھٹکو ہوئی رہی تھی کہڑی گاریکا آگلی لالوڑنے والی سوالات توہرانہ شروع رکھے  
ڈی گاریکا خاموشی سے خدارہ پھر سکرا کر بولا۔“ جب یہ اسی لالوڑنے کے لئے  
”بیٹے اگر اس کے امکانات نہ ہوئے تو میں اتنی جدوجہد کوئی کر کے لائیں یہ کہوں چاہتا کہ  
لوگوں اونکھوں کو دیکھوں اونکھے اسے پہلے ہی پکڑ لیا جائے دلیں اپنے ساتھ غیر ملکیوں کو کیوں  
لے لے جاتا جبکہ یہ حرکت بغاوت کے مترادف ہے۔“ لے لے لے ”تھا میرا جذبات  
”میں اپنی امکانات کے مختلف معلوم کرنا چاہتا ہوں تھا۔“ اسی بات نے بہت اہم بہت اہم  
”رمومی کے جسم پر ایک ایسا نشان موجود ہے جو شاہی خاندان کے افراد کے طرازہ اور کسی  
کے جسم پر نہیں ہوتا۔“ ڈی گاریکا لئے کہا۔

”اور بے اختیار نہیں ہو۔“

”ڈی گاریکا میں پچھنیں ہوں۔“ اور اسے کہا۔ ”تجھے حیرت ہے کہ البر فوجیہ اداش مند  
آدمی تھا۔“

”کیوں؟ میں تھا امطلب نہیں سمجھا۔“ ڈی گاریکا خوشنوار بھی میں پہلے کیا۔“

”تھا۔“ ایک کہانیاں میں ہالی وہ کی کھلیا قلبیوں میں دیکھا چکا ہوں۔ اور سکرا کا بولا۔ ”غابہ  
ایک کا نام تو مجھے اب تک یاد ہے شہنشاہ سلیمان کا تجز اور رائے ریلڈ کے ہوں کا پلاٹ جس میں

افریق کے خداوند کو ایک ایسا غلطی ملا تھا جس کے سینے پر شایانِ حقاً بے دل پڑا۔  
 لے کر تمہاری تبے القیادی کی اونچی نہیں بکھر سکتا۔” ذی گاریکا خنک بجھے میں بولا۔ ”حالانکہ  
 میں تمہارا نام سامنے ہی شہزادی رومولی سے مل چکا ہوں۔ اگر تم اسے سمجھتے ہو تو یہ خاؤ کہ وہ  
 میرے ساتھ جانے کیلئے کیوں تیار ہو گئی تھی۔ میرا اس کی ذات سے کیا تعلق ہو سکا ہے؟“ بھٹک  
 انور خاموش ہو گیا۔ اسے اپنی حافظت پر غصہ آئنے لگا۔ ذی گاریکا نام سے اگر فروتنے کی بات  
 اکی۔ اگر واقعی رشیدہ ہندوستانی تھی تو اس کا ایک غیر ملکی سے کیا تعلق ہو سکا ہے اسے افسوس ہو  
 رہا تھا کہ اس نے خواہ خواہ ذی گاریکا کو کبیدہ خاطر کر دیا۔ ”جس لبوب نہیں تھا جس

”مجھے افسوس ہے۔“ انور بھرا ای ہوئی آواز میں بولا۔ ”حالات لیتھیں آ رہی ہیں کہ  
 ہیراداں سوچنے کرنے کی صلاحیت کو بیٹھا ہے۔ اگر ہیراداں باتوں سے تمہیں اکتفی کر سکیں، تو معافی  
 چاہتا ہوں۔“ ”نہیں بیٹھے اور نہیں لیتھے۔“ جس لبوب نہیں تھا جس

”نہیں بیٹھے۔ کوئی بات نہیں۔ میں سمجھتا ہوں اور تمہارے لئے بھی غفرانہ ہوں۔“ رومولی  
 تمہیں کسی طرح بھینڈا لائے چکا ہے گی اور مجھے کیا کہنا ہو گا۔“ ”جس تیار نہیں تھا“  
 ”میں جانتا ہوں کہ کوئی غیر ملکی تمہارے جزیرے میں نہیں رہ سکا۔“ انور نے کہا۔ ”میں تو  
 صرف رشیدہ کی راہیگی کا خواہیں حملہ ہوں۔ میں اسے دیکھتا چاہتا ہوں اور مجی۔“ ”

”تم نیک اور شریف آدمی ہو۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“  
 ”لیکن مجھے خوف ہے کہ وہاں پہنچتے اتنا باختہ ہی میں ختم کر دیا جائے۔“ اور نے  
 تھوڑا سا کچھ میں کہا۔ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“  
 ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“  
 ”فیگان کون.....؟“ انور نے پوچھا۔ ”یاں لے کر آؤ۔“ ”

”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“  
 ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“  
 ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“  
 ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“  
 ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“ ”لے کر آنے والے بھتائیں جائیں۔“

میں پائے جاتے ہیں اور نخت کے وارث کے پر جو نشان ہوتا ہے دوسرا نشانات سے ذرا مختلف ہوتا ہے۔ یہ نشان بچوں کی بیدائش پر ان کے سینوں پر ڈال دیتے جاتے ہیں۔ اس رسم کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے شاہی بچے سن بلوغ کو کچھ سے پہلے دوسرا ممالک میں رکھے جاتے ہیں۔“

”لیکن فرضی نشان بھی تو بنائے جاسکتے ہیں۔“ انور نے کہا۔

”یہ ناممکن ہے کیونکہ وہ نشانات شاہی مہر کے ہوتے ہیں جو شاہی خزانے میں کافی احتیاط کے ساتھ رکھی جاتی ہے۔“

”نشان ڈالنے کا طریقہ کیا ہے۔“

”یہ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔“ ڈی گاریکا آہستہ سے بولا۔ ”میں اسے پسند نہیں کرتا۔ لیکن رسم بہر حال رسم ہے۔ چاہے وہ دھیانہ کیوں نہ ہو۔“

”آخ.....!“

”بہت ہی غالمانہ طریقہ ہے۔ لوہے کی مہر گرم کر کے بچے کے سینے پر رانگ لگادیا جاتا ہے۔“

”اوہ.....!“

”رمونا نے اپنے ہونٹ اس طرح سکوڑ لئے چیزیں دے اُن دانے جانے والے مضموم بچوں کی تکلیف خود اپنے سینے پر محسوں کر رہی ہو۔

”تمہارا جزیرہ دنیا کا آٹھواں بجوبہ معلوم ہوتا ہے۔“ انور آہستہ سے بڑھا۔

ڈی گاریکا کچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ قدموں کی آہٹ سنائی دی اور فریدی اندرون دخل ہوا۔ اس کے پیچے حیدر تھا۔ اس نے آتے ہی انور کو گھومنا شروع کر دیا۔ انور کچھ گیا کہ رمونا کے پاس ٹھہرنا اسے کھل گیا۔

فریدی خاموشی سے ایک کرسی پر بینچا گیا۔ ڈی گاریکا اسے استھانیسے نظر دیں سے دیکھ رہا تھا۔ ”ڈی گاریکا۔“ فریدی نے اسے گھاطب کیا۔ ”تمہارے ملک کی ابھنی کے لوگ تمہاری ٹلاش میں ہیں۔ ڈان و سنت یہاں سے چلا گیا۔“ دو تین اور ایک بوڑھا مردیں جو یہاں بھی بیہوش تھا، کل چار گئے ہیں اور ڈان الفرید و سینہن رک گیا ہے۔ غالباً وہ تمہارا راست دیکھ رہا ہے۔“

”اوہ.....!“ ڈی گاریکا مختیاں بھیجن کر بولا۔ ”اپنے میں میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“

”یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ڈان ونسٹ وغیرہ میکیکو گئے ہیں۔ بہر حال یہ کچھ لوکہ کہ یہاں سے میکیکو کا راستہ ہمارے لئے تھدوش ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ راستہ بدلتا جائے۔“

”پھر کون سا راستہ اختیار کرو گے۔“ ڈی گاریکا نے پوچھا۔

”کیوں نہ ہم لوگ میکیکو کے بجائے جیکا جائیں۔“

”بھلا جیکا کیسے جا سکتیں گے۔ وہ برطانوی حکومت کا ایک حصہ ہے۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔

”یہ میں تھیک کرلوں گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”جیکا سے ہم پھر وائلنگ کی طرف واپس آئیں گے اور وائلنگ سے بیران آئیں لیند.....!“

”اور اگر ڈان ونسٹ نکل گیا تو۔“

”یا تو وہ ہم سے پہلے نکل جائے گا یا ہم اس سے پہلے بھی جائیں گے۔ اس کے علاوہ تیری صورت ناممکن ہے۔“ فریدی نے کہا اور سگار سلاٹ نکا۔ ڈی گاریکا تھوڑی دیر یک کچھ سوچتا ہا پھر بولا۔

”تم تھیک کہتے ہو۔“

”مگر میری رائے اس سے مختلف ہے۔“ حمید نے کہا۔

فریدی کے علاوہ اور سب لوگ سوالی نظرؤں سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

”میرا خیال ہے کہ وہ بنیادی سے بولا۔“ پہلے ہم ٹمکٹو جائیں پھر وہاں سے ہونو لو لو کا سفر

کریں۔ اس کے بعد قطب جنوبی سے گزرتے ہوئے چشم ریسید ہو جائیں۔“

”بکومت.....!“ فریدی نے جیچ کر کہا اور حمید نے کہم جانے کی اتنی اچھی ایکٹنگ کی کہ

رمونا بے اختیار فس پڑی۔

ڈی گاریکا بھی جنہے لگا۔ فریدی پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ رمونا ہاتھ انداخ کر بولی۔

”اچھا باتیں بند۔ ابھی ہم لوگوں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔“

”شوچ سے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن کھانا میں مٹکوایا جائے گا۔ ڈائیک ہال میں کھانا

ٹھیک نہیں۔“

"کیوں؟ ڈیمکت ہاں میں چھپوں نہیں؟ ہم وہاں بینڈ بھی سمجھیں گے۔" رونا نے کہا۔  
ابد "البرتو کا خیال محک ہے۔" ڈی کاریکا بولا۔

"میں بینڈ بھیں بینڈ سادوں گا۔" حمید مسکرا کر بولا۔

فریدی اسے پھر گھورنے لگا اور حمید نے منہ پھیر لیا۔

پھر ڈی کاریکا نے دیش کو بلا کر کرے عی میں کھانا لانے کے لئے کہا۔

کھانے کے دوران میں حمید نے طیقے شروع کر دیے۔ رونا ہر بات پر حق رکھی۔

"اس لوگ کی تحریت نظر نہیں آتی۔" اور نے فریدی سے ارادو میں کہا۔

"بھی کیا بتاؤں۔۔۔ حمید کی یہ عادت میں آج تک نہ چڑرا سکا۔ عورت اس کی سب سے

بڑی کمزوری ہے۔ لیکن ایک بات ہے کہ حدود سے باہر قدم نہیں نکلا۔"

"تم لوگ نہ جائے کس زبان میں گفتگو کر رہے ہو۔" ڈی کاریکا نے کہا۔ "مجھے ابھی ہوتی ہے۔

"انور اپنی زبان میں کہ رہا ہے کہ اس کا دماغی توازن بگوتا جا رہا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میں نے ہر طرح اطمینان دلانے کی کوشش کی ہے۔" ڈی کاریکا بولا۔

"میں بھی سمجھا رہا ہوں۔" فریدی نے کہا اور کھانے میں مشغول ہو گئے۔

کھانا حتم کرنے کے بعد ڈی کاریکا دوسرے کرے میں آرام کرنے کے لئے چلا گیا۔

بہت تھک گیا تھا۔ بیچ لوگ دیہن کافی پیتے رہے۔

فریدی نے ایک سگار نکال کر ہوتوں میں دبایا اور سکانے عی جا رہا تھا کہ رونا نے اسے

چھپ لیا۔

"تم بہت کثرت سے سگار پیتے ہو۔" رونا نے کہا۔ "اب بیس۔ پچھرے خراب

ہوجاتے ہیں۔"

فریدی مسکانے لگا۔

"اور میرے پانچ کے حلق کی خیال ہے۔" حمید نے اپنا پانچ ہوتوں سے نکلتے

ہوئے کہا۔

"اس سے بھی پچھرے خراب ہو جاتے ہیں۔" رونا بولی۔ "لیکن اگر تمہارے پچھرے خراب بھی ہو گئے تو اس سے کوئی خاص نقصان نہ ہو گا۔"

"کیوں.....؟" حمید متحیر ہو کر بولا۔

"تم ایک ناکارہ آدمی ہو۔ صرف باشیں بنا جانتے ہو۔" رونا فس کر بولی۔

"اب زندگی بیکار ہے۔" حمید بیزاری سے بولا اور فریدی بے اختیار فس پڑا۔ انور بھی فس رہا تھا۔ شاید اس دوران میں وہ پہلی بار دل کھول کر ہٹا تھا۔

حمد نے اپنی جیب سے راشی رومال نکالا اور اسے اپنی گردن میں چھا کر دنوں سرے کھینچنے لگا۔

"تو یہ کیا کرنے لگے۔" رونا نے مسکرا کر کہا۔

"خود کشی۔" حمید کھنی کھنی سی آواز میں بولا۔ اس کا چہرہ حق سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں دھنوں سے الٹی پڑ رہی تھیں۔

"عجیب دیوانے آدمی ہو۔" رونا نے کہا اور بڑھ کر اس کے دنوں ہاتھ پکڑ لئے۔

"نہیں نہیں..... مجھے مر جانے دو۔"

"کیا فضول حرکتیں کر رہے ہو۔" رونا جھلا کر بولی۔

"مر بھی جانے دو۔" فریدی لاپرواہی سے بولا اور حمید رومال کے گوشے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"اوہ! تو آپ اسیں دلچسپی لے رہے ہیں۔" حمید اور دو میں بولا۔ "میں دستبردار ہوتا ہوں۔"

"تم گدھے ہو۔" فریدی جھلا کر بولا۔ "مجھے پاگل کتنے نے کہا ہے کہ ہر لڑکی میں دلچسپی

لینے لگوں۔ نہ جانے تمہارے دماغ میں کس قسم کے کیڑے کلبلاتے رہتے ہیں۔"

"میں احمق نہیں ہوں۔ میں محسوں کرتا ہوں کہ وہ آپ کی طرف جھک عری۔"

"جھکنے دو۔" فریدی بیزاری سے بولا۔ "اس کے ٹکنے سے دنیا کا انتہا مل سکتا۔ میں

الاتو ای سیاست بھی اپنی جگہ پر رہے گی۔ لیکن تمہیں اُنی۔ بے ضرور ہو جائے گا۔ دماغ ذرا سختدار کھو برخوردار۔"

"تو آپ اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

”اے نہیں چھٹے نہیں۔“ فریدی دانت نہیں کر بولا۔

”شکر یہ میں آپ ہونے والے بان بچوں کا بھی شکر یہ ادا کرتا ہوں۔“

انور کیلئے فنی ضبط کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ اس لئے وہ اٹھ کر بالکلونی میں چلا گیا۔ البتہ رمونا ان دونوں کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ اس نے فریدی کو غصے میں دانت پیتے دیکھا تھا۔

”آخر بات کیا ہے؟“ رمونا نے تشویشاً ک لبھ میں پوچھا۔

”تم پر بھائی زبان نہیں سمجھتیں۔“ فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں بالکل نہیں سمجھتی۔“

انور رمونا کی آواز سختے ہی کھڑکی کے قریب آگیا تھا۔

”بات دراصل یہ ہے۔“ فریدی بولا۔ ”تم نے اسے ناکارہ کہہ کر اس کا دل توڑ دیا ہے۔

یہ کہتا ہے کہ میں واپس لوٹ جاؤں گا۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ ناکارہ آدمی نہیں ہے۔ ابھی اس کے کارنے سے تمہاری نظرؤں سے نہیں گزرے۔ ایک بار یہ غصے میں ایک جنگلی ہاتھی کی دم پکڑ کر لک گیا تھا اور ہاتھی نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی تھی۔“

”میں نے تو مذاق میں کہا تھا۔“ رمونا نے مخدود طلب انداز میں کہا۔ پھر وہ حمید کو

مخاطب کر کے بولی۔ ”تم نہ امان گئے۔“

”پہلے نہ امان نہ کا ارادہ کر رہا تھا مگر اب نہیں۔“ حمید نے کہا اور پاس پہنچنے لگا۔

فریدی نے انور کو آواز دی۔ دونوں سفر کے متعلق گفتگو میں مشغول ہو گئے اور حمید رمونا کے ساتھ بالکلونی میں چلا گیا۔ فریدی نے اسے بھی مشورے میں شریک کرنا چاہا تھا لیکن پھر یہ سوچ کر ارادہ ملتی کر دیا کہ فی الحال حمید کوئی قاعدے کی بات نہیں کر سکتا کیونکہ رمونا اس کے سر پر نہی طرح سوار تھی۔

حمد بالکلونی میں رمونا سے کہہ رہا تھا۔

”تم دنیا کی حسین ترین لڑکی ہو۔“

”اور تم بالکل کنگارو معلوم ہوتے ہو۔“ وہ ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

”چلو میں کنگارو ہی سکی لیکن میں زندگی بھر تمہاری تعریف کرنا رہوں گا۔“

”کیا یہ حق ہے کہ تم ہاتھی کی دم پکوکر لٹک گئے تھے۔“

”ہاں سگر وہ ہاتھی مردہ تھا۔“

”کیوں فضول باتیں کر رہے ہو۔“

”اے تم البرڈنؤ کی باتوں میں آئی ہو۔ وہ میرا مسٹرکٹ اڑا رہا تھا۔“

”لیکن ڈی سالٹ کو تو تم پکوکر لے گئے تھے۔“

”آخر جھیں پکوکر حکلا اور مار پیٹ سے اتنی دلچسپی کیوں ہے۔“ حید نے جھنجلا کر کہا۔

”مجھے ٹھرا اور بے خوف آدمی اچھے لگتے ہیں۔ البرڈنؤ کی میرے دل میں بہت عزت ہے۔“

”اور میری.....!“

”تم نے کیا ہی کیا ہے۔“

”اچھا تو میں اب دکھادوں گا۔“ حید اکٹر کر بولا۔

”کیا دکھادو گے۔“

”اپنی زبان.....!“ حید نے کہا اور اپنی زبان نکال دی۔ رمنا خس پڑی۔

”تمہاری باتیں مجھے اچھی لگتی ہیں۔“

”تو ہم دونوں جھیں اچھے لگتے ہیں۔“

”میں نے یہ تو نہیں کہا۔“ رمنا جلدی سے بولی۔ ”تم بڑے شیطان معلوم ہوتے ہو۔“

”بڑا نہیں چھوٹا کہو۔ بڑا شیطان تو البرڈنؤ ہے۔“

”میں تم دونوں کی عزت کرتی ہوں۔ اچھا مجھے البرڈنؤ کے بارے میں بتاؤ۔“

”کیا بتاؤ۔“ حید خندی سانس لے کر بولا۔ ”وہ تمہاری ذرہ برا بر بھی پروادا نہیں کرتا۔“

”تم پھر بیکنے لگے۔ میں تم سے یہ کب پوچھ رہی ہوں۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔“

”قطی نہیں.....قطی نہیں۔“ حید سر ہلا کر بولا۔ ”محبت تو تم مجھ سے .....!“

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ رمنا نے جھلا کر کہا اور کمرے میں چل گئی۔

حید اس طرح آسان کی طرف دیکھنے لگا جیسے چرخ کچ رفتار کو مکونس رسید کر دے گا۔

## ایک دشمن

دوسرے دن صبح وہ لوگ ایک ائیر پر جیکا کے لئے روانہ ہو گئے۔ ڈی گاریکا جیکا جانتے کی مخالفت کر رہا تھا۔ لیکن فریدی نے اس کی ایک نہ سی۔ ڈی گاریکا کی پریشانی کا باعث دراصل یہ چیز تھی کہ اس کا پاسپورٹ صرف میکیکو ہجک کا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فریدی جیکا میں کس طرح اتر سکتا تھا۔

”تم ڈرو نہیں۔“ فریدی نے اس سے کہا۔ ”تمہاری حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں۔ تم دیکھنا کر میں جھیس کس صفائی سے نکال لے جاتا ہوں۔“

ڈی گاریکا اس جواب سے مطمئن ہوا تھا یا نہیں لیکن انور کے لئے اس ابھاں کی تفصیل جاننی ضروری تھی۔ خود اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فریدی ان لوگوں کو جیکا کس طرح لے جائے گا۔ لہذا اس کے ہر یہ استفسار پر فریدی کو بتانا ہی پڑا۔

”جرمن سامنہ دان ویمن لے کی جاہ کن ایجاد پر سے پرده اٹھانے کے سلطے میں میری کچھ اور پوزیشن ہو چکی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں اب دولت مشترک کے سارے ممالک میں بخیر کسی دشواری کے داخل ہو سکا ہوں۔ میں نے جیکا میں پیش آنے والی دشواریوں سے متعلق اسپکٹر براؤن کو ایک کیبل روانہ کیا تھا جس کا جواب آگیا ہے۔ اسکاٹ لینڈ کی طرف سے جیکا کے ہجھ سراغ رسائلی کو ہمارے متعلق اطلاع دے دی گئی ہے لہذا ہاں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔“

انور مطمئن ہو گیا۔ ڈی گاریکا بھی کچھ پر سکون نظر آرہا تھا۔ کیونکہ وہ البروفو کی غیر معمولی قوتوں سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔

ائیر پر مسافروں کی کثرت نہیں تھی کیونکہ وہ ائیر دراصل تجارتی سامان بار کر کے جیکا کیلف جا رہا تھا۔ عرش پر تو ایک تنفس بھی سفر نہیں کر رہا تھا۔ سارے مسافر کی بنوں میں تھے۔ موسم تھیک ہونے کی وجہ سے سمندر میں تموئی نہیں تھا۔ لہذا ائیر سبک روی کے ساتھ اپنا راستہ طے کر رہا تھا۔ دن بھر یہ لوگ اپنے کی بنوں میں رہے اور شام کو ریستوران میں اکٹھا

ہو گئے۔ لیکن فریدی کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پانچ بجے کے قریب وہ ریستوران میں آیا۔ کسی محیث کران کے قریب بیٹھ گیا۔

”اب تم لوگ مجھے البرڈونو کہہ کر مخاطب نہ کرنا۔“ وہ آہستہ سے بولا۔

”کیوں؟“

”ڈاں الفرینڈ جہاز پر موجود ہے۔“

”ارے.....!“

”ہاں اس نے ڈاہمی لگا رکھی ہے۔ لیکن میں اسے اچھی طرح پہچان گیا ہوں۔“

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک باور دی قسم کا بار لش آدمی ریستوران میں داخل ہوا۔

”ہاں تو صاحبان.....!“ فریدی بلند آواز میں بولا۔ ”آپ لوگوں کوں کر بڑی خوشی ہوئی مجھے اپنی اور اپنی باشندوں سے عشق ہے۔ میرے ساتھی نے آپ لوگوں کی بڑی تعریف کی ہے۔“

آنہاں نے ڈیگاریکا پر ایک اچھتی سی نظر ڈالی اور قریب کی ایک میز کے پاس بیٹھ گیا۔ آنہاں نے رہا پھر قریب بیٹھنے ہوئے لوگوں نے اس کی کری کی چیز اہٹ کی آواز سنی فریدی بلند آواز میں بھی کمی طرح کی باتیں کرتا رہا۔ بہر حال وہ آنے والے پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ ڈی گاریکا سے جہاز پر واقع ہوا ہے۔

وختا آنے والے کی نظر میں انور کی طرف اٹھ گئیں جو اولیاری کے بھیں میں تھا۔ وہ بے اختیار چمک پڑا۔ پہلے اس کے ہونٹ تھوڑے سے کھلے پھر آنکھیں پھیل کر رہ گئیں۔ چند لمحے تک ایسی حالت میں رہا پھر قریب بیٹھنے ہوئے لوگوں نے اس کی کری کی چیز اہٹ کی آواز سنی اور وہ لمبر اک فرش پر آ رہا۔ چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور اس کے گرد بھیڑ لگ گئی۔

”انور“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”اپنے کہیں میں جاؤ..... اور اس وقت تک باہر نہ لکنا

جب تک میں نہ آ جاؤ۔“

انور چلا گیا۔ ڈی گاریکا وغیرہ جیوانی سے فریدی کی طرف دیکھنے لگے۔ فریدی بھیڑ ہٹا کر

ہوش آدمی کے قریب پانچ چکا تھا۔

”ہٹ جاؤ..... ہٹ جاؤ۔“ وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”مقدس بابا پیغمبر ہو گئے ہیں۔ لڑکے

ایک گلاں پانی لاو۔“

وپر لپک کر پانی کا گلاس لایا۔ فریدی نے اس کے گلے میں لکھی ہوئی سلیب کو نہادت احترام کے ساتھ اس کے بینے پر رکھ دیا اور گلاس لے کر اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد پادری کو ہوش آگیا۔ فریدی نے اسے سہارا دے کر بخدا دیا۔

”مقدس بابا! اب طبیعت کیسی ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”ٹھیک ہوں۔“ پادری چاروں طرف دیکھ کر گھبرائے ہوئے بجھے میں بولا۔

”اچھا تو اٹھئے آپ بہت نحیف معلوم ہو رہے ہیں۔“ فریدی اسے اٹھا کر اپنی میز کے قریب لایا۔ سب مجھے گئے۔ رہونا انور کی کرسی پر مجھے جا رہی تھی مگر فریدی نے اسے دوسرا کری پر مجھے کا اشارہ کیا۔ انور کی کرسی خالی ہی رہی۔

پادری بار بار خالی کری کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”مقدس بابا! آپ بہت نحیف معلوم ہو رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”براثتی ملکواؤں۔“

”نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں۔“ پادری ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مجھے اختلاج قلب کے دورے پڑتے ہیں اس وقت بھی دو رہے ہی پڑا تھا۔“

فریدی نے اس پر افسوس ظاہر کیا۔

پادری تھوڑی دیر چک ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہنے کے بعد انور کی کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”یہ کہاں گیا۔ تم سب سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔“

”کون.....؟“ فریدی چوک کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ اس کری پر کوئی نہیں تھا۔“

پھر اس نے رہونا کی طرف جواب طلب نظر وں سے دیکھا۔

پادری کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار پیدا ہوئے لیکن اس نے جلدی اپنی حالت پر قابو پالیا۔

”ہو گا..... ممکن ہے مجھے دھوکہ ہوا ہو۔ بہر حال آپ لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔“ بقیہ سفر آرام سے کٹ جائے گا۔“

”ہم ہر حال میں خدمت کے لئے تیار ہیں۔“ فریدی قدرے جھک کر بولا۔ ”یہی تھوڑی گاریکا ہیں۔ یہی نور رہوں۔ یہ میرا سماجی حمید یوف ہے اور میں فرید یوف۔“

"تم دونوں روکی ہو۔" پادری نے پوچھا۔

"جی ہاں..... لیکن ہم رومن کی تھوک بیس۔" فریدی نے کہا۔

"ہم دونوں پر آسمانی باپ برکتیں نازل کرے۔" پادری نے ہاتھ اٹھا کر دعا دی۔

"ان دونوں کے لئے شگون کی دعا کیجئے۔" فریدی نے ڈی گاریکا اور رمنا کی طرف

اشارہ کر کے کہا۔ "ڈی گاریکا کا بیٹا اس سفر میں اچانک ان سے ہیشہ کے لئے جدا ہو گیا۔"

"کہاں.....؟"

"بندستان میں..... اور اب یہ میکیکو جا رہے ہیں۔"

"میکیکو.....!" پادری نے حیرت سے کہا۔ "مگر یہ جہاں تو جیکا جا رہا ہے۔"

"یہ ہسپانخلا کی بندراگاہ آپنس پر اتریں گے۔ پھر ہاں سے میکیکو جائیں گے۔"

"بڑا چکر پڑ جائے گا۔" پادری نے تشویش ڈاک لجھے میں کہا۔

"کیا کیا جائے۔" فریدی غم انگیز لجھے میں بولا۔ "میری ان کی ملاقات اسی جہاں پر ہوئی ہے۔ ان کی دلکھبری کہانی سکر بڑا افسوس ہوا۔ بات یہ ہے کہ لڑکے کی ماں ہسپانخلا میں ہے۔ اسی خبر ڈاک کے یا تار کے ذریعہ نہیں سنانا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" پادری نے کہا۔ "بڑا افسوس ہوا۔ خدا انہیں صبر دے۔"

تحوڑی دریک خاموشی رسی پھر پادری اٹھتا ہوا بولا۔

"اچھا میرے بچو! آسمانی باپ تمہاری حفاظت کرے۔"

"آپ کمزوری محسوس کر رہے ہوں گے۔" فریدی نے کہا۔ "چلنے میں آپ کو کہیں سک پہنچا دوں۔"

پادری نہیں نہیں کرتا رہا۔ لیکن فریدی نے سہارے کے لئے اپنا ہاتھ ٹھیں ہی کر دیا۔ پادری کو اس کے کہیں سک پہنچا کر فریدی لوٹ آیا۔ ڈی گاریکا متاخر تھا۔ اس نے حید کو بلا کر کچھ ہدایتیں دیں پھر حیدر استوران سے چلا گیا۔

"یہ سب کیا تھا۔" رمنا بے صبری سے بولی۔ "افور کہاں گیا۔"

"تم بتاؤ۔" فریدی کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ اس کے ہوتھوں پر شرات آمیز

مکراہٹ چیل رہی تھی۔

”میں کچھ نہیں سمجھی۔“

”مقدس بابا اپنے انور کو اولیاری کا بھوت سمجھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔“

”اوہ! تو وہ ڈان انقریڈ و تھا۔“ ڈی گاریکا اچھل کر بولا۔

”ہاں.....!“

”اس نے انور کو جمع تم نے بھوت بنا دیا۔“ رمنا اپنی بُڑی ضبط کرتی ہوئی بولی۔

”اور اب میں نے انور کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ فی الحال اپنی اصل صورت میں آجائے۔

ڈان انقریڈ و تھی طرح خائف ہے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ آج اپنے ساتھیوں کو واڑیس کے ذریعے پیغام سمجھنے کی کوشش کرے۔ میرا ساتھی اس کی سمجھانی کر رہا ہے۔“

ڈی گاریکا کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار پائے جا رہے تھے۔ رمنا پر بھی اس کے باپ کی بدلتی ہوئی کیفیت نے نہ اٹھ رکھا۔

”تم خاموش کیوں ہو گئے۔“ فریدی فس کر بولا۔ ”میں اس کے چھوڑے ازا دوں گا۔“

”ممکن ہے وہ تنہا ہو۔“ ڈی گاریکا نے فکر مند لمحے میں کہا۔

”اوہ چھوڑ دیجی۔“ فریدی سگار نکال کر ہوتوں میں دباتا ہوا بولا۔ ”تم کچھ تھکے تھکے سے نظر آ رہے ہو۔ جا کر آرام کرو۔ میرا ساتھی انقریڈ و پر کڑی نظر رکھے گا۔ تھوڑی دیر بعد انور بھی اپنا کام شروع کر دے گا اور ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ انقریڈ تنہا ہے یا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہیں۔“

تھوڑی دیر بعد ڈی گاریکا بھی اپنے کینہن کی طرف چلا گیا۔

”رمونا تم بھی ڈر رہی ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”نہیں میں باپ کی وجہ سے فکر مند ہوں۔“

”تنھی بُڑی تھارے اندیشے فضول ہیں۔ ہنسو، مسکراو، قہقہے لگاؤ۔ زندگی اسی کا نام ہے۔“

”میں فس تو رہی ہوں۔“ رمنا کے ہوتوں پر ایک بے جان سی مسکراہٹ چیل گئی۔

”تمہاری گفتگو عکر میں نے اندازہ لگایا تھا کہ تم بہت دلیر ہو۔“

"میں دلیر کہاں ہوں؟"

"خیر..... تم اپنے من سے تو اپنی تحریف کر دے گے نہیں..... مگر.....!"

وہ کچھ اور کہتا چاہتی تھی کہ حمید آگیا۔

"کیوں تم کیوں چلے آئے؟" فریدی اسے گھور کر بولا۔

"آپ مزے کریں اور میں دھکے کھاؤں۔" حمید نے اردو میں کہا اور بینٹ گیا۔ "اب ڈیوبٹی بدل جائے تو اچھا ہے۔ آپ جا کر اس الفریڈ کے پیٹھے کوتا کئے اور میں آپ کے فرائض انجام دوں گا۔"

فریدی اسے قہر آلو نظروں سے گھور رہا تھا۔ "بیہودے" وہ آہستہ سے بڑھ لیا۔

"تم اپنی طرح مجھے بھی سمجھتے ہو۔ کسی دن کسی عورت ہی کے ساتھ مارے جاؤ گے۔"

"کیا بات ہے؟" رمنا نے پوچھا۔

"کچھ نہیں.....!" حمید نے پس کر کہا۔ "ذرا الفریڈ کے پیٹ میں درد اٹھا ہے ان سے

کہہ رہا ہوں کہ جا کر کوئی اعلیٰ قسم کا چورن تجویز کر دیں۔"

"نمیک سے تناولتا.....!" رمنا نے کہا اور فریدی اٹھ کر چلا گیا۔

"چھوڑ دیجی..... الیرون پر خون کی پیاس سوار ہے۔ چلو عرش پر چلیں..... اس وقت ڈوپتا ہوا سورج بڑا حسین لگ رہا ہو گا۔"

تحوڑی دیر بعد رمنا عرش پر جہاز کی رینگ سے لگی ہوئی حمید سے کہہ رہی تھی۔

"الیرون کبھی آدمی معلوم ہوتا ہے اور کبھی کچھ اور۔ جب وہ ڈان الفریڈ کو سہارا دینے جا رہا

خاتون مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی خانخوار بھیڑ یا کسی بکری کے پیچے کو سہارا دینے جا رہا ہو۔

نہ جانے کیوں میں نے چیخ چیخ اس کی آنکھوں میں خون کی پیاس دیکھی تھی۔"

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔" حمید پس کر بولا۔

دونوں کافی دیر تک عرش پر کھڑے رہے پھر رات کی سیاہی نے دیوبیکر موجودوں و آہستہ

آہستہ خوفناک بنادیا۔ ہوا تیز ہوتی جا رہی تھی۔ جہاز سے ٹکرانے والی لمبیوں کی ہلکی ہلکی بوچھاڑ

ان کے چہروں پر نمیں بکھر نے لگی تھی۔ وہ اپنے کینتوں کو لوٹ آئے۔

رات ڈھلتی گئی۔ بے کراس نائٹ میں لہروں کا شور اور الجن کا زنا گونجا رہا۔ فریدی حید اور انور ابھی تک جاگ رہے تھے۔ فریدی ڈان الفریڈ کے کیبن کے قریب، یار سے چپا کھڑا تھا۔ حید اور انور عرش پر ریلینگ کے قریب اندر میں چلتی تھیں۔

تحوڑی دیر بعد دو آدمی جن کی صورتیں اندر میں پیچائیں جاتیں؛ ان الفریڈ کے کیبن کے دروازے پر آ کر رک گئے۔ چند لمحے اندر میں ادھر ادھر دیکھتے رہنے کے بعد انہوں نے دروازے کو آہستہ سے کھلکھلایا۔ کسی نے دروازہ کھولا اور وہ اندر چلے گئے۔ پھر اندر سے بکلی بکلی سرگوشیوں کی آوازیں آنے لگیں۔

دروازہ کھلا دو آدمی اندر سے نکلے۔ پھر تیرے نے انہیں روک کر آہستہ سے کہا۔

"تم انہیں صرف میں منت تک باقتوں میں الجھائے رکھنا۔"

"دونوں پھر اندر میں گم ہو گئے اور تیرا اندر چلا گیا۔ انور اور حید ان کے پیچے لگ گئے تھے۔ فریدی بدستور کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد دروازہ پھر کھلا اور ایک آدمی نکل کر آہستہ کیبنوں کی طرف بڑھنے لگا۔ فریدی ریلینگ کے سہارے ریک رہا تھا۔ پراسرار سایہ ڈال گاریکا کے کیبن کے قریب رک گیا۔ فریدی سوچ رہا تھا کہ ڈی گاریکا نے اپنے کیبن کی روشنی کیوں نہیں بجھائی؟ کیا وہ دونوں ابھی تک جاگ رہے ہیں۔"

وہ آدمی تھوڑی دیر تک کیبن کے دروازے پر جھکا رہا۔ شاید وہ تالے کے سوراخ سے اندر کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ دوسرے لمحے میں فریدی کیبن کے دروازے پر بیچنے چکا تھا۔ ڈی گاریکا اور رمنا روشنی گل کئے بغیر ہی سو گئے تھے۔ فریدی نے پہلی ہی نظر میں ڈان الفریڈ کو پیچاں لیا۔ اس وقت پادری کے بھیس میں نہیں تھا۔ اس کے اٹھے ہوئے داہنے ہاتھ میں ایک خجرا چک رہا تھا۔ اس نے بھلی کی سرعت کیا تھی بایاں ہاتھ ڈی گاریکا کے منہ پر رکھا اور قبل اس کے داہنہ ہاتھ بھی استعمال کرتا فریدی کا بایاں ہاتھ اس کے مت پر پڑا اور داہنہ ہاتھ خجرا والے ہاتھ پر۔ ڈی گاریکا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ڈان الفریڈ و فرش پر فریدی کے بیچنے کے بیچنے دبا ہوا تھا۔ اتنے میں رمنا بھی جاگ پڑی۔

"خاموش... خاموش.....!" فریدی آہستہ سے بولا اور رمنا کی بیچنے ہونوں میں دب کر

رہ گئی۔ ڈاں انقریڈ و فریدی کی گرفت سے ٹکل جانے کی جدوجہد کر رہا تھا۔

”روشنی گل کر دو۔“ فریدی پھر بولا۔ ”ڈی گاریکا نے ہڑھ کر سونچ آف کر دیا۔ ڈاں انقریڈ و اپنے متر سے فریدی کا ہاتھ اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے فریدی نے اسے اپنی کمر پر لاد لیا اور تیزی سے باہر نکلا۔ ڈی گاریکا اور رمنا بھی اس کے پیچے تھے۔ رینگ کے قریب پہنچ کر فریدی جھکا۔ یہاں پھر دونوں میں جدوجہد ہونے لگی اور پھر دوسرے ہی لمحے فریدی خالی ہاتھ کھڑا تھا۔

”پھیک دیا۔“ تم نے اسے پھیک دیا۔ ”رمونا زور سے جھنگی۔ فریدی جھپٹ کر اس کے قریب آیا۔

”بیوقوفِ الحق۔“ اس نے آہت سے جلاعے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”چپ رہو۔ چلو بھاگ چلو۔ جلدی کرو۔ قدموں کی آہنی سنائی دے رہی ہیں۔“  
وہ بچوں کے بل کیبین میں کھس گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

”تم نے بہت رُما کیا۔“ فریدی نے آہت سے رمونا سے کہا جو اس کے قریب ہی کھڑی ہوئی۔

”غلطی ہوئی۔ غلطی ہوئی۔ البر و نو اگر تم نہ ہوتے۔“ اس کی آواز گستگی اور اس کے ہونٹ فریدی کی پیشانی سے جا گئے۔

”بیوقوفِ بُرکی۔“ فریدی یک بیک پیچے ہٹ کر بولا۔ ”ہوش میں رہو۔ ہوش میں۔“  
”کیا بات ہے۔“ ڈی گاریکا نے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ رمونا نے کہا۔ ”میرا سر چکرا رہا ہے۔“

تحوڑی دیر بعد باہر پھر سناتا چھا گیا۔ صرف لمبڑوں کا شور سنائی دیا۔ فریدی نے آہت سے دروازہ کھولا اور باہر نکلتے ہوئے ان سے کہتا گیا۔ ”اب چپ چاپ سور ہو۔“  
اپنے کیبین میں واپس آ کر وہ انور اور حمید کا انتظار کرنے لگا۔ وہ ان دونوں آدمیوں کے مشتعل سونچ رہا تھا۔

تحوڑی دیر بعد دنوں واپس آگئے۔

”وہ دنوں رات کی ڈیوبنی والے عملہ کو باتوں میں لگائے رکھنے کے لئے گئے تھے۔“ حمید نے کہا۔

”اب وہ کہاں ہیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

”شاید سندھ کی گھرائیاں ناپ رہے ہوں گے۔“ انور مسکرا کر بولا۔

”شباش.....!“ فریدی جوش میں اٹھتا ہوا بولا۔

”ہم ان کے پیچھے لگے رہے۔“ انور نے کہا۔ اور جب وہ ڈان انقریڈ کے کیمین کی طرف پھر واپس آئے تو ہم ان پر ٹوٹ پڑے اور پھر..... حمید کے منع کرنے کے باوجود میں نے انہیں پھیک ہی دینا مناسب سمجھا۔“

”انور میر اسچا شاگرد ہے۔“ فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”کیوں آپ مت من کیوں کر رہے تھے۔“

”میں سمجھا تھا شاید آپ ان سے محبت کرنا پسند کریں۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔

”خود اعتمادی پیدا کرو برخوردار..... کب تک مجھ سے پوچھ پوچھ کر کام کرتے رہو گے۔“ فریدی نے کہا۔

”ڈان انقریڈ کا کیا ہوا۔“ انور نے پوچھا۔

”وہ اپنے ساتھیوں کی پیشوائی کیلئے پہلے ہی روانہ کر دیا گیا۔“ فریدی نے کہا اور سارا واحدہ را کر بولا۔ ”اب ہمیں اس طرح سورہنا چاہئے جیسے ہم ربنا پتے ناپتے کافی تھک گئے ہوں۔“

## دو شواریاں

”میں نے البرتو کی مدد حاصل کر کے غلطی نہیں کی تھی۔“ ذی گاریکارہونا سے کہہ رہا تھا۔ ”لیکن میں آج بھی متھیر ہوں کہ وہ اپنی جان خطرے میں کیوں ڈال رہا ہے۔“ بخشن اس لئے کہ

ڈاں دنسٹ نے اس کی توہین کی تھی۔ یہ بات کسی طرح مطلق سے نہیں اترتی۔ آج کی دنیا میں ایسے لوگ نہیں ملتے جو صرف توہین کا بدلہ لینے کے لئے اتنی دردسری مول لیں۔“  
”کچھ بھی ہو۔“ رہوتا نے کہا۔ ”لیکن مجھے البرونو کی نیت میں کسی قسم کا فتوخ نہیں معلوم ہوتا۔ یہ بات ضرور ہے کہ وہ حدود جو پراسرار ہے۔“

حید انور اور فریدی باد بانی کشتی کے دوسرے سرے پر بیٹھے بادبانوں کو ہوا کے رخ پر لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جیکا سے وہ والنگ آئے تھے اور اب والنگ سے منزل مقصود کی طرف جا رہے تھے۔ ڈی گاریکا کو حیرت تھی کہ آخر البرونو نہیں پاسپورٹ کے بغیر کس طرح سفر کراہا ہے۔ اس نے فریدی سے اس کے متعلق پوچھا بھی تھا جس کا اس نے کوئی تشریف بخش جواب نہیں دیا۔

والنگ سے وہ سیر و شکار کے بھانے روانہ ہوئے تھے۔ اس مقصد کے لئے فریدی نے ایک بڑی باد بانی کشتی چالیس پونٹ کے عوض خریدی تھی۔ جس پر ضرورت کا سارا سامان بار تھا۔ اس وقت ہوا موافق تھی اور کشتی بیرن آئی لینڈ کی طرف جا رہی تھی۔ ایک ایک کر کے ستارے ڈوب چلے اور افق میں اجائے کی ایک چلی کی لکیر ابھر رہی تھی۔ ہوا میں نرم روی اور لطیف سی خلکی تھی۔ باد بان ٹھیک ہو جانے کے بعد فریدی چت لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک اس کی ادھ کھلی آنکھیں افق میں ابھرتی ہوئی روشن لکیر پر جمی رہی تھیں۔

” ہے ہے.....!“ وہ انور کی طرف کروٹ لے کر بولا۔ ” بعض اوقات میں جوش کی تغیری

کا قائل ہو جاتا ہوں کیا شعر کہہ دیا ہے ظالم نے۔

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت کے لئے

اگر رسول نہ ہوتے تو صحیح کافی تھی

” اوہ.....!“ حید طنزی بچھے میں بولا۔ ” آپ کو بھی شعرو شاعری سے چھپی بیدا ہو گئی۔“

پھر اس نے مخفی سانس لے کر رہوتا کی طرف دیکھا جو چلو میں پانی لے لے کر اچھا

رہی تھی۔

فریدی کے ہوتوں پر مسکراہٹ تھی۔

"جید کی چیز ابھت سے لطف اندر ہونا چاہتے ہو۔" اس نے آہستہ سے انور سے پوچھا۔  
انور پہنچنے لگا۔

"رمونا.....!" فریدی نے آواز دی۔

"کون.....؟" رمونا چوک کر بولی۔ "البرتو کیا تم نے کچھ کہا۔"  
"ہاں کیا چائے پلاو آگئی۔"

"تم نے کہا کب تھا۔ ابھی لو۔" رمونا اپنی جگد سے ثقیٰ ہوتی بولی اس کے لمحے میں پار تھا۔ جید نے اپنے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے شروع کر دیئے۔

"کیا وضو کر رہے ہو۔" فریدی نے اسے چھیڑا۔

"می خیس..... آپ کے لئے چلو بھر پانی حلاش کر رہا ہوں۔" جید جل کر بولا۔

"جھیں خیس ملے گا کیونکہ تمہاری آنکھ کا پانی مر چکا ہے۔" فریدی نے کہا اور انھوں کر بیٹھ گیا۔

پھر انور کو مخاطب کر کے بولا۔ "مجھے کچھ ایسا حسوس ہوتا ہے کہ رمونا مجھ سے محبت کرنے لگی ہے۔"  
جید کچھ نہ بولا۔

"جید تو کہہ رہا تھا کہ وہ اس پر ہزار جان سے باقا مدد عاش ہو گئی ہے۔" انور نے کہا۔

"اچھا تو آپ کا بھی دماغ خراب ہوا۔" جید پلٹ کر بولا۔

انور کچھ کہنے لی چارہ تھا کہ رمونا انہیں کے قرب اسٹوپ اخراج لائی۔

"ذرا دیکھنا تو۔" وہ جید کی طرف مڑ کر بولی۔ "اسٹوپ کام نہیں کر رہا ہے۔"

"ادھر لاو.....!" فریدی بولا۔

"کیا پھر اس کے دماغ کی کوئی رگ بگڑ گئی؟" رمونا نے آہستہ سے پوچھا۔

"نہیں میں نے اس سے شرعاً لگائی ہے۔"

"کسی شرط۔"

"بھی کرم اسے چائے نہیں دیں کرو گی۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "کہتا ہے کہ یہ  
ناممکن ہے۔"

"اچھا تو واقعی میں اسے چائے نہ دوں گی۔"

”ٹھکریے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اس طرح میں جیت جاؤں گا اور پھر اس سے پندرہ پونٹ  
وصول کر لینا میرے باہمیں ہاتھ کا کام ہو گا۔“

”پندرہ پونٹ.....!“ رمنا حیرت سے بولی۔ ”اتی بھی شرط۔“

”روئی شہزادہ ہے نا..... بھلا اس کے لئے پندرہ پونٹ کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے۔ اس کا باپ  
روس سے کافی دولت لایا تھا۔“

”اچھی بات ہے۔ میں اسے ایک قطرہ بھی نہ دوں گی۔“ رمنا جس کر بولی۔

حید انہیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن ان کی گنتگو نہ سن سکا۔ فریدی نے اسٹوپ جلا دیا اور  
اب رمنا چائے کے لئے پانی رکھ رہی تھی۔

تحوڑی دری کے بعد حید کو جمع تاؤ آگیا کیونکہ رمنا نے اس کی طرف توجہ نہ دی  
تھی۔ حید کے علاوہ اور سب چائے پی رہے تھے۔

ڈی گاریکا کو ان باتوں کا علم نہیں تھا۔ اس نے رمنا سے پوچھا کہ اس نے اسے چائے  
کیوں نہیں دی۔

”آج اگست کا پہلا اتوار ہے نا۔“ انور سنجیدگی سے بولا۔ ”آج یہ کسی عورت کے ہاتھ سے  
کوئی چیز قبول نہ کرے گا۔“

حید نے اسے گھوڑ کر دیکھا لیکن انور بولتا رہا۔ ”یہ اس کے خادمان کی پرانی رسم ہے۔ بہت  
پرانی۔“

ڈی گاریکا نے فریدی کی طرف دیکھا۔

”انور جمع کرتا ہے۔“ فریدی چائے کی پیالی رکھ کر سارے لگاتا ہوا بولا۔

حید کا غصہ کافور ہو گیا۔ وہ بُری طرح جھینپ رہا تھا۔ اس کا اوپری ہونٹ غیر ارادی طور پر  
کپکپانے لگا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی سب کے سب اس کی حالت پر نہیں پڑیں  
گے۔ آخر وہ بھی کڑا کر کے اٹھا خود ہی چائے بنائی اور پینے لگا۔

”لاؤ اب نکالو پندرہ پونٹ.....!“ رمنا اس کا شانہ تھپک کر بولی۔

”میں مذاق کے سوڈ میں نہیں ہوں۔“ حید نے منہ بنا کر کہا۔

”ہٹاؤ جانے دو.....!“ فریدی سنجیدگی سے بولا۔ ”ورنہ رو دے گا۔ میں نے پھر دہ پوٹھ

معاف کر دیئے۔“

”واہ شہزادے صاحب۔“ رمونا حمید کے چہرے کے پاس انکلی نچا کر بولی۔ ”ساری

شراحت رخصت ہو گئی۔“

حمید نے جھلا کر چائے کی پیالی پختہ دی اور کیبن میں گھس گیا فریدی اور انور بے اختیار ہس

پڑے۔

”واقعی آپ نے کمال کر دیا۔“ انور نے کہا۔ ”یہ حضرت.....!“

”کیا بات تھی۔“ رمونا نے انور سے پوچھا۔ انور نے سارا واقعہ دہرا دیا اور رمونا بھی ہس

پڑی۔ کشتی کی رفتار پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ یہاں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے جزیروں کا

جال سا پھیلا تھا۔ اس لئے تموج زیادہ نہیں تھا۔

سر پھر کو انہیں بیرن آئی لینڈ کے آثار دکھائی دینے لگے۔ جزیرہ کچھ عجیب سالگ رہا تھا۔

دور سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی بزرگ کی ڈیبا پر بجورے رنگ کا ڈھکن چڑھا ہوا ہو۔

”وہی ناقابل عبور چنانیں ہیں۔“ ڈی گاری کا نے کہا۔ ”ان کے گرد گھنے جگل ہیں اور ان

کے درمیان میں ہماری بستیاں۔ یہ چنانیں بظاہر نکل معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کے اوپر بھی جگل

ہیں گھنے اور خوفناک۔“

فریدی انور اور حمید نے اپنی دور بینیں نکال لی تھیں۔ آہستہ آہستہ وہ جزیرے سے قریب ہوتے گئے۔ سمندر جزیرے میں دور نکل گھٹا چلا گیا تھا۔ جب انہوں نے اپنی کشتی روکی تو وہ گھنے جنگلوں کے درمیان میں تھے۔

وہ صرف ضروری سامان اور میگزین کی وافر مقدار اپنے ساتھ لائے تھے۔ کشتی کے بادبان کھو لے گئے اور تحری پاٹی ووڈ کا فولڈنگ کیبن تہہ کر کے کشتی سمیت کھنی جہاڑیوں میں چھپا دیا گیا۔ انور ڈی گاری کا اور حمید نے سامان کے تھیلے لادے۔ کانڈھوں پر رانفلیں لٹکائیں اور چل پڑے۔ رمونا کے ہاتھ میں کھانے کی جہاںی تھی۔

”لااؤ یہ مجھے دے دو۔“ حمید نے کہا۔ اس کا موڈ نھیک ہو گیا تھا۔

"نہیں..... تم پر یونہی کئی گذھوں کا بوجھلا ہوا ہے۔" رہمنا بولی۔

"خیر چلو ایک گدمی..... ارے اف۔" حمید نے اپنا منہ دبایا اور پھر ہکلانے لگا۔ "میرا..... مم..... مطلب.....!"

"نہیں نہیں کہ لو..... گدمی بھی کہ لو۔ مجھے نہ انہیں معلوم ہوا۔" رہمنا نے کہا۔

"غلطی ہوتی کیا بتاؤ۔ بات یہ ہے کہ جب مجھ پر محبت سوار ہوتی ہے تو میں بالکل الو ہو جاتا ہوں۔"

"کیا تم پر ہر وقت محبت سوار رہتی ہے؟" رہمنا نے بھولے پن سے پوچھا۔

"ہاں..... ت..... ت..... کیا مطلب..... کیا میں ہر وقت الومعلوم ہوتا ہوں۔"

"غلطی.....!" رہمنا نے کہا اور مسکرا نے گئی۔ حمید خندی سائنس پھر کر خاموش ہو گیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد رہمنا بولی۔ "ہم بہت چیختے رہ گئے ہیں۔ جلدی کرو۔"

"تو تم کیا کچھ میرا دل توڑ دو گی۔" حمید ڈرامائی انداز میں بولا۔

"نہیں..... ایاں کر کھاؤں گی۔" رہمنا نے کہا اور تیز قدم بڑھانے گئی۔

"خیر ایک دن تم میری لاش پر آنسو بھاؤ گی۔" حمید نے کسی ناکام عاشق کے پروردہ لمحہ کی نقل اتنا ری۔

"اگر تمہاری لاش بھی الون معلوم ہوئی تو۔"

رہمنا آگے بڑھ گئی اور حمید بدستور رینگٹارہا۔ انور نے پلت کر دیکھا اور اس نے بھی اپنی رفتادست کردی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں دوسروں سے کافی فاصلے پر ساتھ ساتھ جل رہی تھے۔

"فریدی صاحب کی صحبت نے بھی تمہارے کردار پر کوئی اثر نہ ڈالا۔" انور نے کہا۔

"مجی.....!" حمید نے داہنے ابرو کو جنبش دی۔ "فریدی صاحب کی صحبت مجھے بکھی مارہ، مخدود ہنا نہیں سکتی کہ زد پر آئی ہوئی ہر کمھی بس چپک کر ہی رہ جائے اور پھر نہیں مرد ہوں۔ ایک اپالی قوت، منقی قوتوں کے چیختے دوزتا ہی میرا مرماج ہے۔"

"اور منقی قوتیں پلت کر تمہارے منہ پر تھوڑی بھی نہیں۔" انور مسکرا کر بولا۔

"زیادہ بڑھ کر باقی نہ کرو۔ تم شاید یہ بھول رہے ہو کہ ایک لڑکی ہی کے لئے تم بھی جھک

مارتے پھر ہے ہو۔"

"لیکن اس میں بھی میں نے اپنا وقار قائم رکھا ہے۔" انور نے کہا۔

"وقار.....!" حمید زہر خند کے ساتھ بولا۔ "تم مجھے لوگوں کے وقار اور مرغیوں کے غفرے میں مجھے کوئی فرق نہیں دکھائی دیتا۔"

"خیر ہٹاؤ مجھے کیا۔" انور اکتا کر بولا۔ "مجھے یہ سب پسند نہیں۔"

"آغا..... تو کیا مجھے آپ اس کے بھائی بن گئے ہیں۔"

"فضول پاتنی مت کرو۔"

"اچھا جی! اے انور کے بچے۔ اگر تمہارے دماغ میں کیڑے کلبائے تو اچھا نہ ہو گا۔"

دونوں الجھ پڑے تھے اور ان کی آوازیں آہستہ آہستہ بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ حمید نے سامان کا تھیلا ازٹن پر ڈال دیا تھا اور کاندھ سے رانفل اٹارتے رکا۔ انور پرستور کمزرا تھا۔ فریدی وغیرہ نے ان کی آوازیں سن لی تھیں۔ فریدی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کی طرف آیا۔

"کیا حماقت ہے۔ حمید تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے۔" فریدی ان کے درمیان میں آتا ہوا بولا۔

"انور کو منح کجھے۔"

"کیا بات ہے بھی۔" فریدی انور کی طرف مڑ کر بولا۔

"کچھ نہیں.....!" انور نے مسکرا کر کہا۔ "شاید حمید کے بدن میں درد ہو رہا ہے۔"

قبل اس کے کہ حمید کچھ کہتا رہوئا نے اس کے قریب پہنچ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔

"چ چ، ہٹاؤ بھی جانے دو۔ ورنہ کہیں مجھے مجھے تمہاری لاش پر آنسو بھانے پڑیں۔"

رمونا سنجیدگی سے بولی اور انور نہیں پڑا۔

"تم دونوں ضرورت سے زیادہ احتق ہو۔" فریدی نے حمید اور انور کو مخاطب کر کے کہا۔ "یہ

لوٹے کا موقع ہے۔"

"بات کیا تھی؟" ڈی گاریکا نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔" انور جلدی سے بولا۔ "بھی بھی حمید کے سر پر چچکلی سوار ہو جاتی

”سن رہے ہیں آپ۔“ حمید نے فریدی کی طرف دیکھ کر تیز لمحے میں کہا۔

”انور اب فضول باقیں بند کرو۔“

انور خاموشی سے آگے بڑھ گیا اور رمنا حمید کے کاغذ سے پڑھیا لادنے لگی۔

”چلو میرے الوشمہزادے آگے بڑھو۔“ رمنا نے آہتہ سے اس کے کان میں کہا۔

وہ پھر چل پڑے۔ سورج غروب ہوتے ہوتے چٹانوں کا سلسلہ صرف ایک میل کے

فاسطے پر رہ گیا تھا۔

”واقعی ناقابل عبور معلوم ہوتی ہیں۔“ فریدی آہتہ سے بڑھوایا۔ ”اُسی چنانیں آج تک

میری نظروں سے نہیں گزریں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ کسی عظیم الشان قلمکار کی دیواریں  
ہوں۔“

”ان کی بلندی ایک ہزار قٹ سے کسی طرح کم نہیں۔“ ذی گاریکا بولا۔ ”جھنس نہیں

چٹانوں کی وجہ سے مہذب دنیا اس جریے کو غیر آباد بھی ہے۔“

”سمجھنا ہی چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”خود مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ان چٹانوں کے

چیچے زندگی کے آثار نہیں ہیں۔“

”رات سینیں کہیں گزاری جائے گی۔“ ذی گاریکا بولا۔

وہ رات انہوں نے ایک درخت کے نیچے بسر کی۔ ذی گاریکا کے بیان کے مطابق چٹانوں

کے اہم درعے نہیں پائے جاتے تھے اس لئے انہوں نے دن بھر کی حکمت تہائیں اطمینان دور

کی۔ دوسرے دن صبح ناشتر کرنے کے بعد وہ پھر چٹانوں کی طرف چل پڑے اس سے میں بھی

گھن جگل تھے۔ ذی گاریکا نے عام راست اختیار نہیں کیا تھا۔ اس لئے انہیں کلہاڑی کی مدد سے

خود ہی راستہ بنانا پڑا۔ فریدی نے چوڑے پھل کی ایک چکدکار کلہاڑی سنجال رکھی تھی اور راستے

میں آئی ہوئی شاخوں اور جہاڑیوں کو ہٹاتا چارہا تھا۔ دو تین گھنٹوں کی محنت کے بعد وہ چٹانوں

کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں چٹانوں کے نیچے حد نظر تک بانسوں کا عظیم الشان جگل پھیلا ہوا تھا۔

فریدی، انور اور حمید ایک ہزار قٹ اونچی چٹانوں کی طرف حرثت سے دیکھ رہے تھے۔ ایسا

معلوم ہوتا تھا جیسے انسانی ہاتھوں نے ان کی سطح ہموار کی ہو۔ وہ نیچے سے اوپر تک سطح اور سیدھی کمری ہوئی تھیں۔ ذی گاریکا نے ایک طرف اشارہ کیا اور وہ سب بانسوں کے جنگل میں گھنے لگے۔

اب وہ چنانوں کے نیچے مشرق کی طرف بڑھ رہے تھے۔ تقریباً دو گھنے تک پڑتے رہنے کے بعد ذی گاریکا نے ہاتھ اٹھا کر انہیں رکنے کا اشارہ کیا۔ یہاں جنگل کافی گھنا تھا اور چٹان کے ایک حصے پر جنگلی بیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ذی گاریکا نے کلہازی فریدی کے ہاتھ سے لے لی اور بیلیں ہٹانے لگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے منہ سے چین نکلی اور وہ کلہازی سیست اچھل کر دیکھنے لگا۔ کلہازی کے دستے سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔

”کیا ہوا.....؟“ فریدی نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”راستہ بند کر دیا گیا۔“ ذی گاریکا نے مایوسانہ انداز میں کہا اور اس کے ہاتھ سے کلہازی چھوٹ پڑی۔ اس کی نظریں اس حصے پر جمی ہوئی تھیں جہاں سے اس نے بیلوں کا جھنکاؤ ہٹایا تھا۔ یہ ایک گز حساس تھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔

”غار کا دہانے.....!“ ذی گاریکا آہستہ سے بڑھ دیا۔ ”ڈان و سٹ یہاں پہنچ گیا ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“ فریدی اکتا کر بولا۔

”یہاں ایک دوڑا لگ بھی قدرتی سرگ تھی جس کے دہانے سے کچھ دور ہٹ کر ایک ندی ہے۔ انہوں نے شاید ندی سے سرگ کو ملا دیا ہے۔“

ذی گاریکا خاموش ہو گیا۔ وہ لوگ اس طرح خاموش تھے جیسے کسی لاش کے سرہانے کھڑے ہوں۔ دفھا کسی طرف سے ایک فائر ہوا اور گولی حید کی پینچھے پر لدے ہوئے تھیں کوچھیں چھیدتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔

”چکھے ہو...!“ فریدی بے اختیار چینا اور اچھل کر چٹان سے آگا۔ بقیر لوگ بھی اس کے چکھے بھاگے۔ پھر دوسرا فائر ہوا۔ رہوٹا کے منہ سے چین نکلی اور وہ غار کے وسیع دہانے میں گر پڑی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانی کی سطح پر لہراتے ہوئے سنہرے بال بھی عائب ہو گئے۔ اسی کے ساتھ ہی فریدی نے بھی گزھے میں چھلاگ لگادی۔ بقیر لوگ اس نری طرح سے گھبرا گئے تھے

کے انہوں نے خالف سمت دوڑنا شروع کر دیا۔ فائروں کی آوازیں تھوڑے تھوڑے وققے کے بعد سنائی دے رہی تھیں۔

فریدی کا سر پانی کی سطح پر ابھر اور ساتھ ہی رونا کے سنبھلے بال بھی دھکائی دیئے جنہیں اس نے اپنی مٹھی میں جکڑ رکھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد رونا زمین پر چلت پڑی ہوئی تھی اور فریدی قریب ہی بیٹھا اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ فائر ابھی تک ہو رہے تھے۔ فریدی نے سمت کا اندازہ لگایا تھا اور سے کوئی گولیاں چلا رہا تھا۔ لیکن فریدی اسکی جگہ پر تھا جو گولیوں کی زد سے باہر تھی۔ فریدی نے رونا کی طرف دیکھا۔ اس کی سائیں آہستہ آہستہ معمول پر آ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آگئی۔ اسی دوران میں سمت خالف سے بھی فائر ہونے شروع ہو گئے تھے۔

”ڈرونیں..... تمہارے کوئی نہیں گلی تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم گھبراہٹ میں گڑھے میں گرگئی تھیں۔“

”وہ لوگ کہاں ہیں۔“ رونا نے پوچھا۔

”پہنچیں..... میں نے تو تمہارے بعد ہی گڑھے میں چھلاگ لگادی اور جب باہر آیا تو وہ لوگ یہاں نہیں تھے۔“

”تو وہ لوگ بھاگ گئے۔“ رونا نے آہستہ سے کہا۔ ”اگر تم نہ ہوتے تو میں اسی گڑھے میں ڈوب جاتی۔“

فریدی کچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ ایک گولی ان کے قریب ہی آ کر گلی اور فریدی نے رونا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

”بس اس چٹان سے چکلی رہو۔“ وہ آہستہ سے بولا اور قریب پڑی ہوئی رانفل اٹھا کر اور پر کی طرف دیکھنے لگا۔ چٹان کے ایک کٹاؤ کے درمیان ایک سیاہ سادھہ نظر آ رہا تھا۔ ایک متحرک دھبہ۔ دوسرے لمحے میں فریدی کی رانفل سے شعلہ نکلا اور دیکھنے ہی دیکھنے دھبہ نیچے کی طرف لاٹکنے لگا۔ پھر قریب ہی سے کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ رونا جیکر اچھل پڑی۔ ان

سے کچھ فاصلے پر خون میں ڈوبے ہوئے گوشت کے لقحوں کا ایک ڈیمپ پڑا ہوا تھا۔ رمنا دوسرا جنگ کے ساتھ فریدی سے پٹ گئی۔

فریدی نے اسے الگ ہنا کر پھر اوپر کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

"البروف.....!" رمنا پھر جنگی اور اس نے اپنا چہرہ دنوں ہاتھوں سے چھپا دیا تھا۔

"تم نے بھریں میں کیا کہا تھا.....؟" فریدی بدستور اوپر کی طرف دیکھا رہا۔ پسکون بجھ میں بولا۔ "کیا تم اپنے بھائی کے قاتم کے خون سے خون سے اپنے بال نہیں رکھو گی۔"

رمنا نے فریدی کے چہرے کی طرف دیکھا جو ہر تم کے جذبات سے عاری نظر آ رہا تھا۔ رمنا کم گئی۔

"کیوں.....؟" فریدی نے اس کی طرف دیکھا۔ "فائر ہونے بند ہو گئے تھے۔ جالف سمت میں بھی خاموشی تھی۔ رمنا اوپر سے گرنے والی لاش کی طرف سے من پھر کر پینچھے گئی۔ فریدی نے احتیاط پھر ایک فائر کیا۔ تھوڑی دریک جوابی فائر کا انتظار کرتا رہا لیکن دوسرا طرف کمل خاموشی رہی۔ فریدی نے دو تین فائر اور کئے گئے جواب نہ اور۔

"شاید ایک علی تھا۔" وہ رمنا کی طرف مڑ کر بولا اور لاش کی طرف بڑھتے لگا۔

"خپرو! رمنا گھبرا کر بولی۔" کہاں جا رہے ہو۔"

"تجربات میں اضافہ کرنے۔" فریدی سکرا کر بولا۔ "میں یہ دیکھوں گا کہ ایک ہزار فٹ کی بلندی سے گرنے والے کی لاش کیسی ہو جاتی ہے۔"

رمنا نے فریدی کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہوانیاں اڑ رہی تھیں۔

فریدی نے سکرا کر سر کو خیف سی جنیش دی اور لاش پر جک پڑا۔ وہ کافی دریک اسے الٹا پلتا رہا۔ پھر رمنا کی طرف لوٹ آیا۔

"آؤ چلیں.....!" وہ اسی طرف بھاگے ہوں گے۔ فریدی نے جالف سمت میں اشارہ کر کے کہا۔

"بجھ میں اشخے کی بھی سکت نہیں رہ گئی ہے۔" رمنا خیف آواز میں بولی۔ "فریدی نے تمہاں اٹھا کر پینچھے پر لادا۔ رائق کاندھے پر لٹکائی اور زمین پر بیٹھتا ہوا بولا۔" "لو آؤ تم بھی لدو.....

چلو بھی جلدی کرو..... یہ وقت تکلفات کا نہیں۔ معلوم نہیں ان پر کیا گزری ہو۔ مجھے حیرت ہے کہ میرا ساتھی بھی واپس نہ آیا۔“

اور پھر تھوڑی دری بعد وہ مختلف سوت جا رہا تھا۔ تھیلے کے ساتھ ساتھ رہمنا بھی اس کی پیشہ پر لدی ہوئی تھی۔ دو تین فرائیں چلنے کے بعد انہوں نے عجیب مغلک خیر منظر دیکھا۔ انور حید اور ڈی گاریکا بانسوں کے چند میں بھیلی ہوئی بیلوں کے جال میں نری طرح چپنے ہوئے رہائی کے لئے ہاتھ پر چیر مار رہے تھے۔ فریدی بے اختیار نہس پڑا۔ ڈی گاریکا نے رہمنا کو دیکھ کر چیخ ماری۔ اگر انور سے سہارا نہ دیتا تو گر پڑا ہوتا۔ پھر بھی تھوڑی دری کے لئے وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ شاید وہ رہمنا کی زندگی سے مابیوس ہو چکا تھا۔ فریدی رہمنا کو اتنا کر کر آگے بڑھا۔

”یہ کیا ہوا.....؟“

”ہم ان خوفناک بیلوں سے بے خبر فائز کرتے ہوئے پچھے ہٹ رہے تھے کہ اچانک انہوں نے ہمیں جکڑ لیا۔“ انور نے کہا۔ ”چاقو اور کلبازی آپ کے تھیلے میں رہ گئے تھے۔“ فریدی نے چاقو کی مدد سے انہیں بیلوں کے جال سے آزاد کیا۔ حید کی نظریں رہمنا پر جھی ہوئی تھیں جو فریدی کی پیشہ پر لد کر بیساں تک پہنچی تھی۔ پھر ڈی گاریکا نے آنسوؤں اور آہوں کے درمیان رہمنا کے پیچے جانے کی داستان سنی۔

”لیکن ایک خوبخبری بھی سنئے۔“ انور نے کہا۔ ”اگر ہم اس جال میں نہ پہنچتے تو یہ ہماری

انہماں بندی بھی ہوتی۔“

”لیعنی.....؟“

”ان بیلوں کے درمیان میں ایک غار موجود ہے اور ڈی گاریکا کا خیال ہے کہ اس کا دہانہ اسی طرف ہو گا۔“

”صرف خیال ہے یا یقین بھی۔“ فریدی نے ڈی گاریکا کی طرف دیکھ کر کہا۔

”صرف خیال۔“ ڈی گاریکا بولا۔

”ہاں..... آں کدھ.....؟“ فریدی بیلوں کے بھڑوں کی طرف مڑ کر بولا۔

ڈی گاریکا آگے بڑھ کر کلبازی کی مدد سے بیلوں ہٹانے لگا۔ تھوڑی دری بعد غار کا دہانہ

وکھائی دیا۔

”تم دونوں رہوں کے ساتھ نہ ہو۔“ فریدی نے انور اور حمید سے کہا اور تھیلے سے ایک پستول اور ٹارچ نکال کر ذی گاریکا کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا گاری میں اتر گیا۔

## کئی حادثے

چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ فریدی نے ٹارچ روشن کر لی۔ آگے چل کر گار نے سرگٹ کی ٹھکل اختیار کر لی تھی۔ کائی اور سین کی بدبو سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ فریدی کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کا ہر قدم جہنم کی طرف اٹھ رہا ہو اور یہ بھی عجیب بات تھی کہ گرنی کے باوجود بھی اس کے جسم سے پیسے کی ایک بوند بھی نہ پھوٹی۔ وہ آگے بڑھتے رہے۔ دفعتاں بھی عجیب قسم کی چنپھٹا ہٹ سنائی۔ دونوں رک گئے۔ آواز کی طرف فریدی نے روشنی ڈالی اور دوسرے ہی لمحے میں اس کے پستول سے شعلہ لکھا اور ایک بہت بڑا سانپ اچھل کر ان کی راہ میں حائل ہو گیا۔ اس نے دو تین بار زمین پر سر پخا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا۔

”بڑا سچانٹا نہ ہے۔“ ذی گاریکا منتظر بانہ انداز میں بولا۔

فریدی نے اوہر ادھر روشنی ڈالنی شروع کر دی۔ ایک جگہ بہت سارے بڑے بڑے افغانے دکھائی دیئے۔

”بڑی حرمت ہوئی۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”ورنہ انہوں پر نیٹھی ہوئی مادہ بڑی خطرناک ہوتی ہے۔“

”مگر اس قسم کا سانپ یہاں خط سرطان پر کیسے؟“

”کیوں.....؟“

”یہ جارا کا سانپ تھا جو صرف جتوی امریکہ کے استوائی خطوں میں پایا جاتا ہے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”اعتیاط سے چلو..... ممکن ہے کہ اس کا ساتھی بھی مل جائے۔ یہ اپنی قسم کا

انجمنی شریر سانپ ہوتا ہے۔“

”سانپوں کے متعلق تم کیا جانتو۔“ ڈی گاریکا کے لمحے میں تحریر تھا۔

فریدی کوئی جواب دیئے بغیر بڑھتا رہا۔ آگے چل کر انہیں روشنی دکھائی دی پھر کچھ سربرز جہازیاں نظر آئیں۔ ڈی گاریکا نے سینے پر اپنے ہاتھ سے صلیب کا نشان ہنا کہ ایک لبی دعا پڑی چھپ فریدی سے بولا۔ ”بے شک یہ راستہ ایک بالکل عین نئی دریافت ہے۔“

”وہ دونوں واپسیں لوئے۔ فریدی نے انور و غیرہ کو بتایا کہ وہ ایک نیا راستہ دریافت کرنے میں سچی تجھ کا میریاب ہو گئے ہیں۔ پھر یہ بحث چھڑ گئی کہ ان کی روائی کی رات پر ملتونی کردی جائے یا اسی وقت چٹانیں پار کی جائیں۔“

”میرا خیال ہے کہ ہم دن ہی دن نکل چلیں کیونکہ ادھر کا جگل خطرات سے بھرا پڑا ہے۔“

ڈی گاریکا بولا۔

”میں بھی بھی سوچ رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمارے دشمنوں میں سے یہاں شاید

صرف ایک عین تھامیے میں نے فتح کر دیا۔“

”یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔“ حمید بولا۔

”قیاس ہے۔ اگر وہ اکیلانہیں تھا تو اس کی موت پر اس کے ساتھیوں کو کافی اودھم چانا چاہئے تھا۔ اپنی دامت میں وہ ہمارا راستہ تو بندھی کر چکے تھے۔“

تمہوزی دیر بعد وہ چل پڑے۔ رہمنا کی نقاہت ابھی دور نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اس بار اس کے باپ نے اپنی پیٹھ پر لادر کھا تھا۔

”کاش.....!“ حمید آہستہ سے بولا۔

”چپ چپ۔“ انور نے اسے چھیڑا۔ ”تم یوں ہی دھان پان ہو پیارے۔ بھلا یہ نومن کی لاش تم سے کب بھلی۔ اچھا ہی ہوا اور رہا فریدی صاحب کا معاملہ تو آن سعادت بزرگ باز و بود۔“

”اچھا ب منہ میں لگا مم دیجئے۔ ورنہ مجبوراً مجھے نواب چا بک نواز جگ بھادر بننا پڑے گا۔“

غار کے دوسرے دہانے سے نکلنے کے بعد انہوں نے خود کو ڈھلوان چٹانوں کی ایک چھوٹی سی وادی میں پایا۔ ڈی گاریکا تمہوزی دیر تک کھڑا سمعنوں کا اندازہ لگاتا رہا پھر ایک طرف انگلی انھا

کر بولا۔ ”ہمیں ادھر سے چڑھنا ہوگا۔“

چنانوں کی بناوٹ تاریخی کر بیہاں کبھی آتش فشاں پھونتے رہے ہوں گے۔ کھنی جہازیوں سے گزرتے ہوئے وہ ڈی گاریکا کے بتائے ہوئے راستے پر چڑھنے لگے۔ ڈی گاریکا نبڑی طرح تھک گیا تھا اور اب اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ رمنا سمیت چڑھائی پر نہ جل سکے گا۔ مجبوراً فریدی کو اپنی خدمات پیش کرنی پڑیں۔

”البر و نو تجھے سخت شرمندگی ہے۔“ رمنا نے آہت سے کہا۔

”پرواہ مت کرو۔“ فریدی بولا۔

راستے میں انور ڈی گاریکا اور حید ستانے کیلئے کافی جگر کے۔ مگر فریدی بدستور چڑھا۔

”البر و نو تم کوشت پوت کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔“ رمنا نے کہا۔

”وہ بھی سمجھی کہتے ہیں جنہیں میں گا گھونٹ کر مار داں ہوں۔“

”البر و نو تجھیں کشت و خون کے علاوہ کسی اور جز سے بھی دچکی ہے۔“ رمنا نے پوچھا۔

”ہاں کیوں نہیں ..... مجھے سر بزر مرغزاروں سے پیار ہے۔ میں نیلے آسمان کی بے گران دعتوں کو پیار کرتا ہوں۔ مجھے بیلے کی تھنی تھنی کلیوں سے محبت ہے۔ مجھے اس وقت افغانستان میں گلائے ہیں، جب غروب کے بعد رکنیں لمبے آہتہ تارکیوں میں گھلنے لگتے ہیں۔ مجھے ہری ہری گھاس کی سورجی خوشبو سے عشق ہے۔ مجھے چاندنی راتوں کا عظیم سنانا بے حد پسند ہے۔“

”کچھ اور بھی .....!“

”بہت کچھ .....!“

”کیا .....؟“

”اب اس وقت تو یاد نہیں آ رہا ہے پھر کبھی اطمینان سے پوچھتا۔“ فریدی اکتا کر بولا۔

”تم جو کچھ پوچھتا چاہتی ہو یہ کبھی نہ بتائے گا۔“ پیچھے سے حید کی آواز آئی۔ ”میں تجھیں بتاؤں ..... اسے مورتوں سے فترت ہے۔“

”شٹ اپ .....!“ فریدی مژ کر بولا۔

”رمنا میں تم سے حقیقت بیان کر رہا ہوں۔“

”کیوں البر و فو.....!“ رمونا نے جھک کر اس کے کان میں کہا۔

”ٹھیک کہتا ہے۔ مجھے عورتوں اور ان سے مشق کے دھکوں سے بچنی نہیں۔“ فریدی بولا۔

”لیکن نفرت نہیں کرتے۔“ رمونا نے پوچھا۔

”بھلا نفرت کیسے کر سکتا ہوں جبکہ میری ماں بھی عورت ہی تھی۔“

رمونا کچھ سوچنے لگی۔ حید نے اپنی دانت میں برا اتیر مارا تھا۔

”البر و فو تم تحفہ گئے ہو گے۔“ رمونا تھوڑی دریں بعد بولی۔

”مکرمت کرو۔“ حید چیک کر بولا۔ ”البر و فو کا دماغ پلتے دینہیں لگتی۔ یہ قدم دیکھو ہی بھی ہو کر کسی کی جان لے لیتا، اس کے باسیں ہاتھ کا کام ہے اور کسی کو قتل کرنے کے بعد اسے ذرہ بھی بھی افسوس نہیں ہوتا۔ لہذا جب تحفہ جائے گا تو تمہیں بھی کسی کھربی کھائی میں پیچک کر اس طرح مطمئن نظر آئے گا جیسے اس نے اپنے کان پر ریکھتی ہوئی جیونتی جھاڑ دی ہو۔

فریدی بے اختیار خس پڑا اور رمونا بھی کچھ خائف سی نظر آنے لگی، اپنک اس کے دل کی وجہ کن تیز ہو گئی۔ فریدی اس تبدیلی کو محسوں کے بغیر نہ رہ سکا۔ اسے حید کی اس حرکت پر خصہ آگیا۔

”ٹھہرو.....!“ وہ حید کی طرف مڑ کر بولا۔ حید رک کر اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

”اب تم لے چلو گے رمونا کو۔“ فریدی نے کہا۔ اس کی سمجھیگی دیکھ کر حید سہم گیا۔

”میں.....میں۔“

”چلو اخھاؤ.....!“ فریدی سخت لہجے میں بولا۔ اس نے رمونا کو خیجے اتار دیا تھا۔

”دیکھنے خالق کی بات نہیں۔“ حید گھبرا کر اردو میں بولا۔

”میں سمجھیگی سے کہہ رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا اور اپنے ہوت بھیجنے لئے۔

”اوپر بکھنے سے پہلے ہی مر جاؤں گا۔“

”چلو.....!“ فریدی مکاتاں کر بولا۔

”اَنَّا لَهُ وَاَنَا اِلَيْهِ راجِحٌ۔“ حید رمونا کے آگے جھکتا ہوا بولا۔ فریدی نے رمونا کو اشارہ کیا

اور وہ چپ چاپ اس کی پیٹھ پر چڑھ گئی۔ حید سیدھا ہوتے وقت بڑی طرح ڈگ گایا۔

"اب یہ تم سے باقاعدہ محبت شروع کر دے گی۔" فریدی زہر خد کے ساتھ بولا۔

"چلو چلو آگے بڑھو۔ اگر تم ذرا بھی رکے تو بڑی شاندار ٹھوکر سید کروں گا۔"

ہر ہر قدم پر حمید کی آنکھوں کے سامنے تارے ناپنے لگتے تھے۔ رہونا خاصی تدرست اور دراز قد بڑی تھی۔ رہونا بھی محسوس کر رہی تھی کہ حمید زیادہ دور تک نہیں چل سکتا۔ لیکن وہ خاموش تھی نہ جانے کیوں۔ اس وقت وہ فریدی سے گفتگو کرنے میں خوف محسوس کرنے لگی تھی۔

"میں رہونا سیست کسی گہری کھائی میں چھلا بگ لگادوں گا۔" حمید فریدی کی طرف، مزک  
ہانپتا ہوا بولا۔

"اچھا خدا حافظ..... قیامت کے دن ملاقات ہوگی۔" فریدی سلام کے لئے ہاتھ اٹھانا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ڈی گاریکا اور انور کافی دور تھے۔ ڈی گاریکا کی وجہ سے انور بھی آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔

فریدی تھوڑی دور چلنے کے بعد مڑا۔ حمید رہونا کو اتنا کر ڈی گاریکا وغیرہ کی طرف لوٹ رہا تھا اور رہونا گرتی پڑتی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ فریدی تیزی سے اُنکی طرف لوٹ پڑا۔  
"تو اس نے تمہیں اتنا دیا۔" فریدی نے کہا۔

"میں اب نہیں ہوں۔" رہونا نے آہستہ سے کہا۔

"آؤ!" فریدی زمین پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"نہیں..... نہیں.....!" رہونا بے اختیار روپڑی۔

"بیوقوف لڑکی، پنگل کہیں کی۔" فریدی بہس کر بولا۔ "میں نے اس کی قیچی کی طرح چلنے والی زبان بند کرنے کی کوشش کی تھی۔"

رہونا بدستور واقعی رہی اور فریدی نے اسے پینچھے پر اٹھایا۔

"میرے ساتھی پر بُری طرح عشق کا بھوت سوار رہتا ہے۔" فریدی بہس کر بولا۔ "اسے اس وقت میں نے اتنا دیا۔"

رہونا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کسی خوفزدہ اور بے بس پچھے کی طرح سکیاں لے رہی تھی۔

"البر و نور! آدمی ضرور ہے مگر صرف دشمنوں کے لئے۔" فریدی نے اسے پھر والا سادیا۔

چنانوں کی آخری سطح پر بیٹھ کر فریدی نے رمونا کو ایک درخت کے تئے کے سہارے بخدا دیا اور خود ایک سگار سلاکا کر ڈی گاریکا وغیرہ کا انتظار کرنے لگا۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی کہ یہاں چنانوں کی سطح بالکل ہمارا ہو گئی تھی۔ حد نظر تک گھنے جگل پھیلے ہو گئے تھے۔ اسی چنانوں پر گھنے جگل کی موجودگی مجرے سے کم نہ تھی۔ یہاں اسے سفل کے بے شمار درخت دکھائی دیئے جو بڑے بڑے سرخ پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔

”تمہیں بھوک لگ رہی ہو گی۔“ فریدی نے رمونا سے کہا۔

”نہیں تو.....!“ رمونا آہستہ سے بولی۔

”آخر تم مجھ سے خوفزدہ کیوں ہو۔“ فریدی خس کر بولا۔

”نہیں خوفزدہ تو نہیں۔“ رمونا پھیلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ”مجھے اس کا افسوس ہے کہ تم دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔“

”جھگڑا.....!“ فریدی متھیر ہو کر بولا۔ ”اس کے ہوتوں پر مسکراہٹ بھیل گئی اس نے ایک درخت کی جڑ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں اسے چھوٹے بھائی کی طرح عزیز رکھتا ہوں۔ وہ دن بھر میں سینکڑوں بار مجھ سے روٹھتا اور منتا ہے۔“

فریدی کچھ اور کہنے جا رہا تھا کہ ڈی گاریکا وغیرہ بھی بیٹھ گئے۔ حمید کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے فریدی کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

”مجھ میں تو اب چلنے کی سکت نہیں رہ گئی ہے۔“ ڈی گاریکا بیٹھتا ہوا بولا۔

”فکر مت کرو۔ میرا ساتھی تمہیں لے چلے گا۔“ فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

”لعنت ہے اسکی زندگی پر۔“ حمید نے جلا کر کہا اور تیزی سے ایک طرف بڑھنے لگا۔ فریدی نے جھپٹ کر اسے پکالیا اور دبوچ کر اس کا سر سہلانا ہوا آہستہ آہستہ کہنے لگا۔

”چ چ..... میرے راج دلارے۔ برخوردار سلمہ، یہ تمہاری محبوبہ دنوواز کے والد صاحب سلمہ ہیں۔“

”کیا بات ہے۔“ ڈی گاریکا ان کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”میں عورت نہیں ہوں کہ تمہاری پیٹھ پر لد کر چلوں گا۔“

"ہم دونوں آپس میں مذاق کر رہے ہیں۔" فریدی نے مکرا کر کہا اور حید کو سچتا ہوا سوئے کے پاس لایا۔ پھر اس نے حید کو اس طرح بھگ کرنا شروع کیا کہ وہ بے اختیار چینے لگا۔  
چوڑی دیر بعد رمیٹا چھلیوں اور گوشت کے ڈبے کھول رہی تھی۔ مختصر سادہ خوان بچھ گیا۔  
"یہ رات سیکھنی گزاری جائے۔" ڈی گاریکا نے کہا۔ "یہاں درندے نہیں معلوم ہوتے۔"  
"اور اگر انہوں نے روموی کو مار ڈالا تو....." انور نے کہا۔ "یہ تو ظاہر ہے کہ ڈان ونسٹ یہاں پہنچ گیا ہے ورنہ وہ راستہ نہ بند کرتے۔"

"یہاں رات کو سفر کرنا انتہائی خطرناک ہے اور جب ہم نہ ہوں گے تو روموی کا کیا بنے گا۔ ویسے تو ممکن ہے کہ ہم اسے کسی نہ کسی طرح بچاہیں۔"  
وہ رات انہوں نے دیں بسر کی اور پاری باری سے سب لوگ جا گئے رہے۔  
دوسرا صحیح کو سفر پھر شروع ہو گیا۔ وہ کمی کھنے تک کھتے جگلوں سے گزرتے رہے و فتحاڑی گاریکا پٹنے پٹنے رک گیا۔

"میرا اندازہ غلط نہ کلا۔" اس نے پرمادمت انداز میں کہا۔ "میں سمجھتا تھا کہ اس سست میں پٹنے پر ہم جلدی رسیوں کے پل تک پہنچ جائیں گے۔"  
رسیوں کا پل.....! "فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"ہاں چنانوں کے درمیان ایک گہری کھائی پر بنایا گیا تھا۔ دونوں چنانوں کا فاصلہ میں پچیس فٹ سے زیادہ نہیں۔ اس کے آگے پھر کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ یہ پچیس فٹ چوڑی دراز میلوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ فی الحال اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم کسی بہت اوچے درخت پر چڑھ کر گرد پیش نظر دوز اُسیں ورنہ کب تک اس طرح بھکلتے پھریں گے۔"

حید نے براسانت بنایا۔

ڈی گاریکا ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "بس یہ تمیک رہے گا۔ ہمیں صرف اس دراز کا پتہ لگانا ہے۔ اس کے بعد پل میں ٹلاش کروں گا۔"  
"لیکن درخت پر چڑھے گا کون۔" انور نے کہا۔ "کم از کم مجھ میں تو احتے اوچے درخت پر چڑھنے کی بہت نہیں۔"

"تم میں کسی بات کی ہمت نہیں۔" حید نے اپنا تمہیلا زمین پر گراتے ہوئے کہا۔ رانفل اتار کر تھیلے سے لکھا دی اور اب اپنے جوتے اتار رہا تھا۔ فریدی پر تشویش انداز میں حید کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تم چڑھ جاؤ گے۔" فریدی نے پوچھا۔

"کیوں نہیں؟ کیا آپ مجھے بھی انور سمجھتے ہیں۔" حید نے اس انداز میں کہا کہ رونا ہنس پڑی۔

دوسرا لمحے میں وہ بندر کی پھرتی کے ساتھ درخت کے سپاٹ تھے پر چڑھ رہا تھا اور رونا نہیں جانتی تھی۔ حید رونا کی لکھتی ہوئی ہنسی سے لطف اندوں ہوتا ہوا ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چکر کھلتا اور پر کی طرف جا رہا تھا۔ ایک جگہ رک کر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑا میں چکر دوڑ پر مغرب کی طرف ایک چوڑی سی سیاہ لکیر دکھائی دی جس کا سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ حید تھوڑی دیر تک اور ادھر دیکھ کر راستے کا تعین کرتا رہا۔ پھر نیچے اترنے لگا۔ دھنٹا اسے ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کوئی اس کے پیچے موجود ہو۔ حید نے پٹک کر دیکھا دوسری سرخ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گھور رہی تھیں۔ ان آنکھوں کے نیچے ایک چینی سی ناک تھی۔ نچلا جبڑا آگے کی طرف نکلا ہوا تھا۔ تھوڑی کے گرد سفید بالوں کے بڑے بڑے پیچے تھے۔ حید ایک شاخ سے پھسل کر دوسری پر آ رہا۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ اور پر کی شاخ دوبارہ اس کی گرفت میں آگئی ورنہ پڑیاں سرمد ہو جاتیں۔ وہ اب تک حید کی طرف گھور رہا تھا۔ دھنٹا اس نے اپنا منکھوا۔ ساتھ ہی حید کا بھی منکھل گیا اور بے اختیار چینیں نکلنے لگیں۔

"ڈرونہیں۔" نیچے سے فریدی کی آواز آئی۔ "میں نے اسے دیکھ لیا وہ ایک بے ضرر قسم کا بندر ہے۔"

حید کی چینیں سن کر وہ اچھلا اور دوسری شاخ پر چلا گیا۔ حید نے اب دیکھا کہ اس کے سارے جسم پر بھی نیچے نہیں بال تھے۔ حید تیزی سے نیچے اترنے لگا اور تقریباً دس فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگادی۔

"جیوقوف آدمی وہ بندر تھا۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "انٹھرہ پواند کہلاتا ہے۔ دیکھو جغرافی

یاد رکھنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے ورنہ تم جیسی شہید ہو گئے ہوئے، مگر مجھے اب جغرافیہ کی محنت پر بھی شیر ہونے لگا ہے۔ کیونکہ جغرافیہ کی رو سے اس قسم کے بندروں خط سلطان پر نہیں پائے جاتے۔“

”تم چیختے کیوں گلے تھے۔“ رمنا نفس کر بولی۔

”جیسی کب رہا تھا۔“ حمید بورنے کی ایکٹنگ کرتا ہوا بولا۔ ”میں تو رونے لگا تھا۔“

”کیوں.....؟“ رمنا نے بھی ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

اس باریش اور برگزیدہ بندروں کیلئے کربلے اختیار دادا جان مر جوم یاد آگئے تھے۔

”خیر..... خیر.....!“ فریدی منہ بنا کر بولا۔ ”غیر دلچسپ باتیں مت کرو۔ کام کی بات کرو۔“

”کام کی بات یہ ہے کہ وہ بندروں ہمارے نام اور پتے لکھ کر لے گیا ہے۔ اب باقاعدہ خط و کتابت کرتا رہے گا۔ اس سے طرفین کی خیر و عافیت وغیرہ معلوم ہو جایا کرے گی۔“

”بکومت.....!“ فریدی جیسی کربلا اور رمنا پھر ہنسنے لگی۔ فریدی درخت کی طرف بڑھا وہ

”دہی چڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ حمید نے دوز کرامے پکالیا۔

”اٹھے اونچے درخت سے خود کشی بے کار رہے گی کیونکہ سراغ رسماں لاش نہ پچان پائیں گے کیا فائدہ۔“ اس نے کہا۔

فریدی راتے پلٹ کر اس کی گردون پکالی۔

”بب بب بتاتا ہوں۔“ حمید تملکا کر چکا۔ فریدی نے گرفت ڈھلی کر دی۔ وہ منہ بنا کر

بولا۔ ”مغرب کی طرف وہ دراز موجود ہے۔ شاید دو میل کا فاصلہ ہو گا۔ تو گردون چھوڑیے تا۔

آپ مذاق پر آمادہ ہوں تب بھی میری ہی شامت، اور میں مذاق کروں تو شامت در شامت۔“

فریدی اس کی گردون چھوڑ کر ڈی گاریکا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پھر وہ لوگ مغرب کی طرف چل پڑے۔ کچھ دور چلنے کے بعد ڈی گاریکا کو کچھ سننے لگا۔ فریدی بھی چوک پڑا۔ وہ متنی تیز نظر وہ سے ڈی گاریکا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”جنگلی قیاں کا جنگلی نقارہ۔“ ڈی گاریکا زیر لب بڑھ لیا۔ ”یا تو وہ کسی سے جنگ کر رہے ہیں یا پھر ان کے کسی بڑے تہوار کا موقع ہے۔“

ہوا کے تیز جھوٹکے کے ساتھ پھر نقارے کی آوازیں لہراتی ہوئی آئیں اور جنگل کی وسعتوں

میں ڈوہنی چلی گئیں۔

ہمیں کافی محتاج رہنا پڑے گا۔ ڈی گاریکا فریدی وغیرہ کی طرف مرکر بولا اور چلتے لگا۔  
نقاروں کی آوازیں کہیں دور سے آتی معلوم ہو رہی تھیں۔ بھی ہلکی اور بھی تیز۔

ایک گھنٹے بعد وہ دراز کے قریب پہنچ گئے۔ فریدی نے کنارے جا کر نیچے کی طرف جھانٹا۔  
پانچ یا چھ سو فٹ سے کم گہرا تی نہ رہی ہو گی۔ اور پھیس تمیں فٹ کی دوڑی پر دوسرا چھانٹوں کا  
سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ڈی گاریکا شمال کی طرف چلتے لگا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے جاتے تھے  
نقاروں کی آوازیں قریب ہوتی معلوم ہو رہی تھیں۔

”ممکن..... یا لکل ناممکن..... اب کیا ہو گا۔“ ڈی گاریکا لڑکمڑاتا ہوا بولا۔ اگر وہ ایک  
درخت کے تھے کا سہارا نہ لے لیتا تو اس کا گرجانا بتتی تھا۔

”کیا ہوا۔“ فریدی چینا۔ ڈی گاریکا سنبھل چکا تھا۔ اس کے ہونٹ ملے۔ مگر آواز نہ  
ستائی دی۔ فریدی نے آگے بڑھ کر اسے جھیجھوڑا اور وہ اس طرح چوک پڑا جیسے سوتے سوتے جا گا  
ہو۔

”پل کاٹ دیا گیا۔“ وہ ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے بولا جس کے تھے سے موٹی  
موٹی رسیاں پٹی ہوتی تھیں۔

”اب کیا ہو گا۔ اب کیا ہو گا۔“ وہ اس طرح بڑ بڑا یا جیسے اس پر، سریا کا دورہ پڑ گیا ہو۔

## غیر متوقع انجام

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ڈان وسعت وغیرہ نے ہمیں یہاں داخل ہوتے دیکھ لیا ہے۔“  
فریدی نے کہا۔ ”ورسہ پل کے کائٹے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ کیونکہ انہوں نے اپنی دست میں  
راستہ ہی بند کر دیا تھا، لیکن انہوں نے رات ہی کو ہم پر حملہ کیوں نہیں کر دیا۔“  
”ممکن ہے انہوں نے آج ہی ہمیں دیکھا ہو۔“ انور نے کہا۔

"تم غیک کہتے ہو۔" فریدی نے کچھ سوچنے ہوئے کہا۔ "اگر ہم کوشش کریں تو جلد ہی انہیں جائیں گے۔"

"مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔" ذی گاریکا مایوسانہ لبجھ میں بولا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"البر و نومایوس ہوتا نہیں جاتا۔" فریدی لاپرواں سے بولا اور وہ اس اونچے درخت کو کچھ سے اوپر تک دیکھ رہا تھا جس کے سہارے رسیوں کا پل بنایا گیا تھا۔

"وہ دیکھو۔" حمید چینا۔ سب کی نظریں اس کے ہاتھ کی طرف اٹھ گئیں جو دراز کے پار اشارہ کر رہا تھا۔ بہت دور ایک ابھری ہوئی چٹان پر کئی آدمی چلتے دکھائی دے رہے تھے۔

"وہی ہوں گے۔" فریدی نے کہا اور تھیلا کھول کر کلبازی کیا لئے لگا۔ بقیر لوگ اسے حرث سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے درخت کے تنے پر کلبازی سے ضربیں لگانی شروع کر دیں۔

"کیا تمہارا دماغ بھی جواب دے گیا۔" ذی گاریکا نے کہا۔

"کیوں؟ میں اس دراز پر ایک دوسرا پل بنانے جا رہا ہوں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ذی گاریکا کچھ سوچنے لگا۔ پھر دھنٹا اچھل کر بولا۔ "البر و نوم معمولی آدمی نہیں ہو۔ نتشے کے فوق البشر ہو۔"

پھر وہ سب باری باری سے درخت پر کلبازی چلاتے رہے اور شام ہوتے ہوئے انہوں نے اسے گراہی لیا۔ درخت دوسری طرف کی چٹانوں سے جالا تھا۔

مگر اس کے چکنے تے پر چلتا آسان کام نہیں۔ ذی گاریکا نے کہا۔

"جسیجس تمہارا دماغ سوچنے کے قابل نہیں رہ گیا۔" فریدی بس کر بولا۔ اس نے اپنی رانفل کا گردھے پر لٹکائی اور سامان کا تھیلا پیشہ پر باندھا اور درخت کے تنے پر بیٹھ کر دونوں طرف پر ادھر ادھر لکاتے اور پھر اس کی حالت دیکھ کر بے اختیار ہنسی آگئی۔ وہ تنے پر دونوں ہاتھ تیک ٹیک کر پھٹکتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دوسرے کنارے پر بیٹھ کر اس نے ان کی طرف دیکھا اور قہقہہ لگاتے ہوئے ہاتھ ہلانے لگا۔ پھر باری باری سے سب نے اس کی تحلید کی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب دوسرے کنارے پر بیٹھے ہوئے چائے کا انتظار کر رہے تھے۔ رہوٹ نے اشٹوپ پر پانی چڑھا دیا تھا اور اب دو دو حصے کے ڈبے میں سوراخ کر دی تھی۔

"یہ سوراخ میرے دل میں ہو رہا ہے۔" حمید نے فریدی کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔  
 "اور اگر میں تمہارے سر میں بھی سوراخ کر دوں تو۔" فریدی نے بجھا ہوا سار پیچک کر کہا۔  
 "خدا کی حتم..... اس کی انقلابیاں ..... ہے ہے۔"

"بس اب چپ بھی رہو..... ورنہ میں اس کی ناگ توز دوں گا۔" فریدی نے کہا۔  
 "کیوں؟ کیوں؟ کیا کیا ہے اس بے چاری نے۔"  
 "کچھ نہیں.....!" فریدی حمید کو گھور کر بوا۔ "یہ اس لئے کروں گا کہ وہ پھر تمہاری پیٹھ پر  
 لد کر سفر کر سکے اور اس بار میں تمہاری کھال گرا دوں گا احمد کہنیں کے۔"

انہیں اچھی طرح یقین ہو گیا تھا کہ ڈاں و مسدت جزیئے میں ان۔ ظاہر سے امام نہیں  
 ہے۔ اس لئے ڈی گاریکا کی تجویز پر انہوں نے راستہ بدل دیا ڈی گاریکا کا خیال تھا کہ اس طرح  
 وہ ڈاں و مسدت کو راستے عی میں جائیں گے۔

وہ پھر کو وہ ایک دیران حصے سے گزر رہے تھے۔ جنگلوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ چاروں  
 طرف کھنچی رنگ کی اوپنجی پنجی چنانیں بکھری ہوئی تھیں۔ فریدی وغیرہ کی پانی کی بوتوں میں کافی  
 پانی موجود تھا۔ ورنہ اس سنگلاخ حصے کو دیکھتے ہوئے ان میں سے ایک آدھ کا ہارٹ قتل ضرور  
 ہو جاتا کیونکہ اس قسم کی چنانوں میں پانی تو بڑی چیز ہے پانی کا فریب دینے والی رہت بھی نہیں  
 ملتی۔

دھنعا فریدی پلنے پلنے رک گیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سنبھل کی کوشش کرتا رہا پھر اپنے ساتھیوں  
 کو رکنے کا اشارہ کر کے ایک چنان پر چڑھ گیا اور جب وہ واپس آیا تو اس کی آنکھیں پر اسرار طور  
 پر چمک رہی تھیں۔

"وہ آرہے ہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "تم لوگ خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔"  
 تھوڑی دیر بعد انہیں قدموں کی آہیں سائی دینے لگیں۔

"وہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے کیونکہ کافی شب میں ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "تم لوگ اپنے  
 جو تے اتارلو۔"

"وہ بے شکنگی پلنے لگے..... پلنے رہے حتیٰ کہ سورج دور کی پہاڑیوں میں جھکنے لگا۔" وہ

برابر قدموں کی آوازیں سنتے رہے تھے اور فریدی بھی کسی نہ کسی پوشیدہ مقام سے دوسری طرف چھانگتا آیا تھا۔ ایک بار اس نے رک کر اپنے ساتھیوں کو بھی رکنے کا اشارہ کیا۔

”وہ لوگ یہاں پر اڈاں رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمیں بھی رک جانا چاہئے۔ وہ تعداد میں دکھیں۔“

فریدی تھوڑی دریکھ کچھ سوچتا رہا پھر ذی گاریکا کو چاہب کر کے بولا۔ ”کہاں نہ ہم رومنی کو سینیں چھین لیں۔“

”مگر یہ کس طرح ملکن ہے۔ ہم صرف چار ہیں۔“ ذی گاریکا نے کہا۔

”فکر مت کرو۔ ابھی میرے ہاتھ میں ایک ٹرمپ کارڈ موجود ہے۔“

”دیکھنے!“

”ڈان الفریدو.....!“ فریدی نے کہا۔ ”حالانکہ اس چہرے کی ہناؤٹ کچھ اُنکی تھی کہ میک اپ میں دشواری پیش آئے گی مگر خیر میں کوشش کرتا ہوں۔“

فریدی اپنے سامان کا حصہ لے کر داہنی طرف کی چنانوں کے نیچے اتر گیا اور پھر ایک گھنٹے کے بعد انہوں نے اسے ڈان الفریدو کی شکل میں دیکھا۔ اس کے چہرے پر بے شمار خراشیں معلوم ہو رہیں تھیں جن میں خون جم کر سیاہی اختیار کر چکا تھا۔ ہونٹ زخمی تھے۔ پیشانی کے درم نے آنکھوں کو قریب قریب ڈھک کر بولा۔ آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ تھیں۔ فریدی نے انہیں اپنی زبان دکھائی جو معمول سے زیادہ موٹی نظر آ رہی تھی۔

”میری زبان بھی زخمی ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”ظاہر ہے اُنکی صورت میں ڈان ونسٹ بجھ سے میرے سمجھ لے جائے اور آواز کی توقع نہ رکھے گا۔“

”تم ایک خطرناک کام کرنے جا رہے ہو۔“ ذی گاریکا پر تشویش لجھے میں بولا۔

”تو میں کھیاں کب مارتا رہا ہوں۔“ فریدی نے بہس کر کہا۔ ”خر..... تم لوگ آرام کرو۔“

”میں بھی چلتا ہوں۔“ حید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بڑے بہادر نظر آ رہے ہو۔ جی نہیں تشریف رکھئے۔“ فریدی نے کہا اور اوپری ٹپی چنانیں پھلانگتا دوسری طرف اتر گیا۔ ڈان ونسٹ کے کپ میں روشنی ہو رہی تھی۔

چلنے پڑنے دھنا فریدی نے ایک چینی ماری اور لائکنڈر اگر پڑا اور اس نے محصول کیا کہ کچھ آدمی اس کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ کئی ٹارچوں کی روشنیاں اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔

”اڑے یہ تو القریڈہ ہے۔“ کسی نے کہا۔ ”چلو جلدی اسے اٹھاؤ۔۔۔ لیکن احتیاط سے کسی قدر رُختی ہو گیا ہے۔“

”و تم آدمی فریدی پر بجک پڑے۔ لیکن انہوں نے ابھی ہاتھ ہی لگائے تھے کہ فریدی اچھل پڑا۔ دوسراے لئے میں وہ ایک ابھرتی ہوئی چٹان کی اوٹ میں تھا۔“

”خبردار!“ وہ ریوا اور نکال کر بولا۔ ”چیچھے ہشودرنہ سب کو ختم کر دوں گا۔“

”القریڈہ اس کی ضرورت نہیں۔“ کسی نے دوسری طرف سے کہا۔

”ڈان ونسٹ!“ فریدی تھیر آمیز لبھ میں بولا۔ ”شکر ہے تیرا۔ شکر ہے اے خدا۔“

اور پھر وہ چٹان کی اوٹ سے نکل آیا۔ ڈان ونسٹ اسے سہارا دے کر کپ کی طرف لے گا۔

رشیدہ کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھی تھی۔ ڈان ونسٹ نے فریدی کو ایک چٹان کے سہارے بخاد دیا۔

”میں بیر و نی جنگل تک ان کے چیچھے لگا آیا تھا۔“ فریدی آہستہ سے بڑھ لیا۔

”لیکن مجھے حرمت ہے کہ وہ اندر کیسے داخل ہوئے۔“ ڈان ونسٹ نے کہا۔ ”انہیں دیکھ کر میں نے رسیوں کا پل بھی کاٹ دیا تھا۔“

”انہوں نے بانسوں کے جنگل میں ایک دوسرا راستہ دریافت کر لیا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”ای راستے سے میں داخل ہوا ہوں۔ وہ آگے نکل گئے اور میں ایک مصیبت میں پھنس گیا۔ ایک بن ماں نے میرا چیچھا کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر مجھے کچھ اچھی طرح یاد نہیں کر میں اس دراز میں کیسے جا پڑا۔“

”دراز میں۔“ ڈان ونسٹ حرمت سے بولا۔ ”لیکن پھر تم اس میں سے نکلا کس طرح۔“

”یہی تو بتانے جا رہا ہوں۔“ فریدی نے اپنی پھولی ہوئی چیٹانی پر ہاتھ رکھ کر سکی لیتے ہوئے کہا۔ ”میں دیوانہ دار دراز میں دوڑ رہا تھا اور یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ دہل جا نکلا جہاں

رسیوں کا پل تھا۔ مگر میں نے کیا دیکھا؟ فریدی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

”کیا دیکھا.....؟“ ڈان ونسٹ کے لبھ میں اضطراب تھا۔

”پل والا بڑا درخت دراڑ کے آر پار پڑا تھا اور اس کی رسی دراڑ میں لٹک رہی تھی۔“

ڈان ونسٹ پہلے تو کچھ سمجھا لیکن پھر دفعہ اچھل پڑا۔ فریدی اس کی طرف دھیان دیئے بغیر بولا رہا۔ ”وہ چیز میرے لئے تائید غیری تھی۔ میں کسی نہ کسی طرح چھٹا اور پھسلتا ہوا رسی لٹک پہنچ گیا۔ اب مجھے اس وقت اچھی طرح یاد نہیں کر سکتا کہ سہارے کس طرح اوپر پہنچا۔“

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ اسی درخت کے سہارے دراڑ کے اس پار آگئے ہیں۔“

ڈان ونسٹ نے گھبراۓ ہوئے لبھ میں کہا۔ تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”تم نے مجھے واڑلیس کے ذریعہ اطلاع دی تھی کہ تمہیں اولیاری کا بھوت دکھائی دیا تھا۔“

”یہ ان کی ایک خطرناک حرکت تھی۔“ فریدی نے کراہ کر کہا۔ ”وہ روہوی کا ساتھی انور

تھا۔ انہوں نے اس چہ اولیاری کا میک اپ پر کر دیا تھا۔“

”انور.....!“ رشیدہ بے اختیار چینی اور پھر خس پڑی۔

”خاموش رہو۔“ ڈان ونسٹ نے اسے ڈائٹا۔

”اس کے ساتھ دو آدمی اور ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”البرنو اور اس کا ساتھی؟“ ڈان ونسٹ نے پوچھا۔

”ہاں! لیکن جانتے ہو البرنو کون ہے؟“

”تمہیں۔“

”میں الاقوامی شہرت کا مالک انپکٹر فریدی جس نے مصر میں وہیں کی مشنی آئندگی کا پڑا۔“

”لگایا تھا۔“

”غدار.....ڈی گاریکا۔“ ڈان ونسٹ مٹھیاں پھینک کر بولا۔ ”لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا۔“

”اس کے پاسپورٹ سے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن تمہیں اس کی اطلاع نہ دے سکا۔

کیونکہ انہوں نے میری گمراہی شروع کر دی تھی۔“

رشیدہ نے پھر قہقہہ لگایا اور جیج کر بولی۔ ”اگر واقعی ان کے ساتھ فریدی بھی ہے تو یہ سمجھو لو۔“

کہ تمہاری موت تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔“

”خاموش رہو۔“ ڈان ونسٹ اسے مکا دکھا کر چینا۔

”میں بہت تھک گیا ہوں۔“ فریدی مضمحل آواز میں بولا۔ ”تجھے ایسا عجوس ہوتا ہے جیسے  
میں مجھ تک زندہ نہ رہ سکوں گا۔“

”آگ بخداو.....!“ ڈان ونسٹ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”ساری روشنیاں گل کر دو۔“  
تحوڑی دیر بعد وہاں اندر ہمراجھیل گیا۔

”ڈان ونسٹ میں تھک گیا ہوں۔ تجھے براغٹی چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔

”براغٹی..... ہمارے پاس صرف دو بولیں رہ گئیں ہیں۔ زیادہ پہنے کی کوشش نہ کرنا ہم  
بھگے ہوئے ہیں۔“

ڈان ونسٹ نے اس کے ہاتھ میں ایک بوگل تھا دی۔ فریدی نے تھوڑی سی براغٹی  
اندر ہمرے میں گردی پھر اس کی جیب سے ایک پڑیا لٹکی دوسرے لمحے میں پڑیا کا سارا سخوف  
بوگل میں تھا۔

”شکریہ.....!“ فریدی ایسے انداز میں بولا چیسے وہ ابھی تک سائیں روکے ہوئے بوگل  
میں مت لگائے رہا ہوا رپھر اس نے ٹول کر بوگل ڈان ونسٹ کو واپس کر دی۔ بوگل ڈان ونسٹ  
اور اس کے ساتھیوں میں گردش کرتی رہی۔ فریدی چھیڑ چھیڑ کر ان سے گھنگو کرنے لگا۔ تھوڑی ذری  
سمک دہ بولتے رہے پھر ان کی آواز اس آنی بند ہو گئی۔ فریدی نے دو تین بار ڈان ونسٹ کو زور  
زور سے پکارا گیں جواب ندارد پھر وہ آہستہ آہستہ ٹول ہوا رشیدہ کی طرف بڑھنے لگا۔ رشیدہ  
چونک پڑی۔

”یہ کیا حرکت؟“ اس نے سخت لمحے میں کہا۔

”چپ چپ..... میں ہوں فریدی۔“

”اوہ.....!“ رشیدہ قریب قریب چین پڑی۔

”بے وقوف لڑکی خاموش رہو۔“ فریدی نے کہا اور اس کے ہاتھ پر کھونے لگا۔  
تحوڑی دیر بعد وہ چنانوں سے گزر رہے تھے۔

”ڈی گاریکا اور اس کی لڑکی کو میری اصلاح نہ معلوم ہونے پائے۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ  
نچے صرف البرتو بھیجتے ہیں۔“

ڈی گاریکا وغیرہ رشیدہ کو دیکھ کر اچھل پڑے۔ رشیدہ انور کے شانے سے لگی ہوئی نری  
طرح رو ری تھی۔

”تم بھی کبھی اس طرح روئی ہو۔“ حمید نے آہستہ سے رمونا سے پوچھا۔

”میں کہوں روئی۔“

”البرتو میں کس طرح تمہارا شکریہ ادا کروں۔“ ڈی گاریکا بولا۔

”بعد کی باتیں ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”صحیح ہمیں ڈان ونسٹ سے سمجھتا ہے۔“

”کیوں نہ انہیں اسی وقت مکانے لگادیا جائے۔“ رمونا نے کہا۔

”یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ میں نیند یا بیویوی میں کسی کو مارنے کا قابل نہیں۔“

”اور اگر وہ رات ہی کو نکل گئے تو۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔

”صحیح سے پہلے ان کی آنکھ کھلتی محال ہے۔“ فریدی نے کہا اور سارے لگانے لگا۔

”لیکن ہمیں ہوشیار رہنا پا جائے۔ رات میں باری باری سے ہم پھر وہ دیتے رہیں گے۔“

ڈی گاریکا نے کہا۔

رات کی تاریکی بڑھی جا رہی تھی۔ سب لوگ سو گئے۔ سوتے میں اچانک فریدی کی آنکھ کھل گئی۔ حمید رمونا اور انور کے چیز میں رشیدہ سوری تھی۔ لیکن ڈی گاریکا کا کہیں پہنچتا تھا۔ فریدی کا  
ماتحتا نہ کہا۔ وہ تیزی سے چٹاؤں پر چڑھنے لگا۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔ یا کیک اسے ایک چیز  
سنائی دی۔ فریدی کے جسم میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ آواز کی طرف جھپٹا پھر دوسرا چیز سنائی دی  
پھر تیسری اور ایک بار پھر سناٹا چھا گیا۔ وہ جگہ جہاں اس نے ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھیوں کو  
چھوڑا تھا وکھائی دے رہی تھی۔

”وہ حفاظت کریں بیٹھا۔“ فریدی بڑا بڑا۔ سامنے کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون  
اتر آیا۔ ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھیوں نے ڈی گاریکا کو جکڑ رکھا تھا۔ ڈان ونسٹ پوری قوت  
سے اس کا گلا دبا رہا تھا۔ فریدی نے رانفل چھتیائی ”دھائیں“ چٹائیں گوئی اٹھیں۔ فریدی نے

پھر دوسرا قاتر کیا اور بجا گا۔

آدمیوں کے بجا گئے کی آوازیں اسے سنائی دی۔ فریدی اس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں ڈیگاریکا دو لاشوں کے چمیں پڑا تھا۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔ فریدی نے آہتہ سے اسے چبیش دی۔

"البرفو.....! ڈی گاریکا چلا یا۔" کیا وہ لوگ بجاگ گئے۔

"ہاں یہ کیا پاگل پین تھا۔ میرے منع کرنے کے باوجود بھی تم چلے آئے۔"

"مگر یہ بہت بُرا ہوا..... وہ لوگ بچ کر نکل گئے۔ اب ہماری جان کی خیر نہیں۔"

"کوئی پرداہ نہیں۔" فریدی نے اسے اٹھایا۔ "تمہیں چوت تو نہیں آئی۔"

"نہیں البرفو..... مجھے اولیاری کے انتقام نے انداھا کر دیا تھا۔ جب تم لوگ سو گئے تو میں اٹھایے سب بیویوں پڑے تھے۔ میں نے ایک کے سینے میں تجھر اتار دیا۔ اس کی جنگ سے دوسروں کی آنکھ کھل گئی۔ جب تک وہ ہوشیار ہوں میں دوسرا کو بھی ختم کر چکا تھا کہ اچانک ان لوگوں نے مجھے پکڑ لیا۔ میں بے قابو ہو گیا مگر تعجب ہے البرفو ان میں کسی کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہ تھا۔"

فریدی اور ڈی گاریکا کو دیکھ کر وہ اچمل پڑی۔

"البرفو تم بہت اچھے ہو۔" وہ تشكرا آمیز لبجھ میں بولی۔

"میرے تعلق کیا خیال ہے۔" حمید نے دخل دیا۔

رمونا نے اسے گھوکر دیکھا۔ حمید نے خاموشی سے گردن جھکا لی۔

"سب لوگ تیاری میں مصروف ہو گئے اور سورج نکلتے نکلتے یہ چھوٹا سا قافلہ سنگارخ چٹانوں کو عبور کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

ستواتر دو دن بعد سفر جاری رہا۔ اس دوران میں کوئی قابل ذکر حادثہ نہیں نہیں آیا۔ آہتہ آہتے جگلوں اور پھاڑوں کے آثار ختم ہوتے جا رہے تھے۔ ڈی گاریکا کی تجویز پر ایک جگہ رک کر فریدی، حمید اور انور نے اپنی مشکلیں تبدیل کر لیں۔ انور ڈی گاریکا کے لڑکے اولیاری کی خصل میں تھا۔ فریدی اور حمید نے ڈی گاریکا کی دی ہوئی دو قصاویر کے مطابق میک اپ کیا تھا۔ ڈی

گاریکا نے انہیں بتایا کہ شہر میں داخلے کے وقت باہر سے آنے والوں کے متعلق کافی چھان میں کی جاتی ہے۔

”مجھے خوف ہے کہ کہیں ڈان ونسٹ نے شاہی محلہ سراجِ رسانی کو اپنی آمد سے مطلع نہ کر دیا ہو۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔

”کس طرح.....!“ فریدی نے پوچھا۔

”وازِ لیس کے ذریعہ۔“

”وازِ لیس.....!“

”ہاں..... تم کیا سمجھتے ہو۔ ہم لوگ کافی ترقی یافتے ہیں۔ اس معاملے میں کسی یورپین ملک سے پہچپے نہیں۔“

”خبر کہاں سے بھیجی ہوگی۔“ فریدی نے پوچھا۔

”میکسیکو کی بندرگاہ ویرا کروز سے۔“

”لیکن کیا یہ چیز خطرناک نہیں۔“ فریدی پکھو سوچتا ہوا بولا۔ ”تمارے پیغامات دوسرے بھی سن سکتے ہیں۔“

”یہی تو خاص بات ہے۔“ ڈی گاریکا نے مسکرا کر کہا۔ ”تمارے ٹرانس میٹر سے الگ تمثیل ہیں۔ ہمارے ٹرانس میٹر پر نظر کئے ہوئے پیغامات صرف ہماری عیاری سیوگ میشنوں پر سے جاسکتے ہیں۔“

”تو پھر اب کیا کہتے ہو۔“ فریدی اکتا کر بولا۔

”ہم ایک خیر راستے سے شہر میں داخل ہوں گے۔“ ڈی گاریکا نے کہا ”اور انکی صورت میں انور کے لئے اولیاری کامیک اپ مخدوش ہے۔ خود مجھے اور رہونا کو بھی اپنے طبقے تبدیل کرنے پڑیں گے۔“

دوسری ایکم کے مطابق انہوں نے احتیاطی تدایر کرنے کے بعد راستہ بدلتے دیا۔ اس طرح انہیں چھتیں گھٹنے تک اور سفر جاری رکھنا پڑا اور جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو فریدی وغیرہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ چاروں طرف بڑی عالیشان عمارتوں کا جال سائکھرا ہوا تھا۔ لیکن انہیں یہ

ایک عجیب بات دکھائی دی کہ ساری عمارتیں بزرگ سے رگی ہوئی تھیں اور عمارتوں کی چھوٹیں پر پودے اور جھاڑیاں نظر آری تھیں۔ انہیں کوئی ایسی عمارت نظر نہ آئی جس کی چھت پر چھوٹے چھوٹے درخت نہ دکھائی دیتے رہے ہوں۔ ڈی گاریکا حمید اور انور کی حیرت پر جنہیں

”میں سمجھتا ہوں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اس جزیرے پر پرواز کرنے والے غیر ملکی ہوائی

جہاز سے محفوظ رہنے کے لئے تم لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔“

”لیکن بعض بد قسمت ہوائی جہاز“ ڈی گاریکا نے خس کر کہا۔ ”جن کی پرواز بچی ہوتی ہے مار کر گرانے جاتے ہیں تم نے اکثر اپنی طرف کے اخبارات میں اس حتم کی خبریں پڑھی ہوں گی کہ فلاں طیارہ بجر اٹلانٹک اور بحر کریم کے درمیان پرواز کرتا ہوا پر اسرار طور پر عاست ہو گیا۔ وہ پر اسرار طریقہ ہماری طیارہ میکن بندوقوں کا رہیں مت ہے۔“

”بہت خوب.....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میرا دل چاہتا ہے کہ بقیہ زندگی اسی پر اسرار جریے میں گزار دوں۔“

”جی.....!“ رمنا پر سرت بجھے میں چینی۔

”قطی.....!“ فریدی بخوبی سے بولا اور حمید کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

”اگر ایسا ہو سکے تو ہم اسے اپنی خوش نصیبی سمجھیں گے۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔

”لیکن تم نے تو کہا تھا کہ غیر ملکی یہاں رہ سکتے ہی نہیں؟ آخر کب تک اس حالت میں رہوں گا۔“ فریدی نے پوچھا۔ ڈی گاریکا گز بڑا گیا۔

”البر و نو ہمارے یہاں اگر قاگان اور مقدس باب مل کر کوئی حکم دے دیں تو اسے سب مانی لیتے ہیں۔“ ڈی گاریکا نے مخفی سائنس لیتے ہوئے کہا۔

صح کے ہلکے ہلکے پھیلنے ہوئے دھنڈ لگے میں وہ شہر کے غیر آباد حصے سے گزرتے رہے۔

ڈی گاریکا کی ایکم کے مطابق ان لوگوں کو سب سے پہلے مقدس باب کے حضور میں حاضر ہونا تھا۔

صح ہو چکی اور شہر سے باہر نکل کر ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دامن میں یہ قائلہ پہنچ چکا تھا۔ پہاڑی کے شیب میں چنانوں سے ڈھکا ہوا ایک قلعہ دکھائی دے رہا تھا لال لال فیتنے لگائے ہوئے۔ ساہیوں کی دو روپیہ قطار پہرا پڑھی۔ اس قائلہ کو آتے دیکھ کر انہوں نے اپنی

راہکلیں اٹھائیں۔ ڈی گاریکا نے اپنے دوپوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ فریدی اور انور وغیرہ نے اس کی تکمیل کی۔ سپاہیوں کے پاس پیچتے ہی رشیدہ نے بیان پازوکھولا اور سپاہیوں کے چڑی میں کڑی ہو گئی۔ مکاتاں کر اس نے اپنا بازو لہرایا۔

”سی نورا.....!“ ایک ان میں سے حیرت سے چیخا اور وہ سب رشیدہ کے گرد آ کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے پازو پر پا ہوانشان صاف دکھائی دے رہا تھا۔

”قاگانیے زندہ باد.....!“

”سی نورا روہولی زندہ باد۔“

سپاہیوں نے فخرے لگائے اور اپنی ٹکنیس جھکاؤیں۔

مقدس باپ خاروں کی آواز سن کر باہر نکل آئے تھے۔ فریدی نے دیکھا ایک لمبا تر ٹکڑا بڑھا آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی خوبصورت سفید ڈاڑھی اور آنکھوں میں ایک خاص تمہاری چمک نے فریدی کو یہ سچنے پر مجبور کر دیا کہ آدمی ہوشیار ہے۔

ڈی گاریکا سے دیکھ کر جھکا۔ احرار اماں اس نے مقصدس باپ کی عبا کو بوس دیا اور کھڑا ہو گیا۔

رشیدہ کو دیکھ کر اس نے تھیس اس رہایا اور اس کی پیچتے پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

اچانک خاروں کی آواز سنائی دی۔ فریدی چونک پڑا۔ ڈی گاریکا کے چہرے پر ہوا بیان چھوٹنے لگیں۔ خاروں کی آواز تیز ہوتی گئی۔ مقصدس باپ نے مرکز ڈی گاریکا کی طرف دیکھا۔

”قاگان.....! مگر وہ کس سے لڑے گا۔“

دیکھتے دیکھتے سامنے کا میدان گرد و غبار سے اٹ گیا۔ مقصدس باپ نے اشارہ کیا اور ایک سپاہی نے پاس پڑے ہوئے خاروں کو زور زور سے چیننا شروع کر دیا اور تھوڑی ہی دری میں سچ سپاہیوں کی قطار نکلنے لگی۔

سامنے کا غبار چھٹ گیا تھا۔ اڑتے ہوئے بزرگ پھریرے نے قارے بجاتے ہوئے فوج آری تھی۔ ان کی ٹکنیس کی ایساں دھوپ میں چونک رہی تھیں۔ آگے آگے ایک شخص تکمیل کوار لئے ہوئے تھا۔ جس سے خون کے قطرے ٹک رہے تھے۔ غالباً یہ اعلان جگ تھا۔ سپاہیوں کے چڑی میں ایک شخص کے سر پر چاندی کا پھتر لگا ہوا تھا۔ غالباً یہ قاگان تھا اور اسی کے ساتھ ایک شخص اور

تھا۔ دور سے فریدی نے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بلا کی سنا کی جھلک رہی تھی۔ فریدی نے ایک نظر میں پچھاں لیا۔ یہ شخص ڈان ونسٹ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

## خوفناک جنگ

فوج سامنے آ کر رک گئی۔ مقدس باب پڑیں سے چلا آیا۔  
”تمہروں۔“

لبے لبے قدم بڑھانا ہوا صفوں کے چمچ سے گزر کر وہ قاگان کے سامنے پہنچا۔ فریدی نے حیرت سے دیکھا کہ قاگان کے سپاٹی بھی اسے دیکھ کر تھیما جنگ کئے۔  
”کیا چاہیے ہو۔“

”آپ کے پاس جو آدمی آئے ہیں یہ سب خدار اور بدیں ہیں۔“  
قاگان کے ساتھی ایک ساتھ چلائے۔

”یادا ہے کی چونٹی پڑی گاریکا کو چھانی دو۔“

جسح جیسے عی خاموش ہوا مقدس باب نے کہا۔

”انہیں سے کوئی پرسی نہیں۔ یہ لوگ سی نورا روہولی کی ساتھ آئے ہیں۔ سی نورا روہولی جو فاگانی ہے۔ مگر جھمیں یقین نہیں ہے تو اسکا شان دیکھو لو۔“ مقدس باب کی آواز کوئی۔ انہیں نے رشیدہ کی طرف اشارہ کیا۔ رشیدہ نے جلدی سے کپڑے ہٹانے شروع کئے۔ مقدس باب دہاں سی مڑا اور رشیدہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے چلا۔ ابھی وہ اپنی فوجیں ہی کے درمیان تھا۔

”دھائیں۔۔۔!“ ایک کوئی سرسراتی ہوئی رشیدہ کے کان کے پاس سے نکل گئی اور جب تک دوسرا فائر ہو، فریدی نے قاڑ کیا اور ڈان ونسٹ کا پستول زمین پر تھا دوسرا طرف سے لگاتار قاڑ شروع ہو گئے۔ مقدس باب نے رشیدہ کی طرف دیکھا۔ دونوں نے اشارہ کیا اور ادھر کے سپاہیوں نے بھی جوابی حملہ شروع کیا۔

دو پھر ہو بھلی تھی۔ لٹائی بڑے زور شور سے جاری تھی۔ ڈان و نسٹ اور فاگان کے ساتھی تعداد میں زیادہ تھے مگر ادھر لوگ بھی بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ڈی گاریکا نے حید، فریدی، رشیدہ اور انور کو ایک حفاظ مقام پر پہنچا دیا تھا۔

لٹائی کا منظر بھی اُنک ہوتا جا رہا تھا۔ زمین خون سے رنگ گئی تھی۔ فریدی ڈی گاریکا کے جانے کے بعد وہاں سے نکلا۔ قلعہ کی ایک چھوٹی سی فصیل پر بیٹھ کر اس نے جگ کی حالت دیکھنی شروع کی۔

دونوں فوجیں ایک دوسرے میں غث پٹ ہو گئی تھیں۔ تعداد میں کم ہونے کی بنا پر وہ محسوس کر رہا تھا کہ اب پادری کے ساتھی چیکپے ہٹ رہے ہیں اسے اپنی پشت پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔ اس نے چوک کر دیکھا۔

"البر و نو! ہم لٹائی ہار گئے۔" ڈی گاریکا کے لجھ میں اداسی تھی۔

"مگر یہ ایک دم لٹائی کیسے چھڑ گئی۔"

"مقدس باب اور فاگان میں بہت دونوں سے ان بن تھی اور دونوں اپنی طرف سے لٹائی میں مصروف تھے۔ ذرا سے موقع کی دری تھی سودہ ہاتھ آگیا۔"

فریدی خاموشی سے نتارہ۔ اس کی نظریں سامنے والے میدان پر تھیں۔ سورج ڈوب رہا تھا اور شام کی پھیلتی سرگیں دھندا ہوں میں اس کے ساتھی بھاگ رہے تھے۔ ڈان و نسٹ اور فاگان کے ساتھی فصیل کے نیچے بک پہنچ گئے تھے۔ غبار سے اُنھوئے میدان میں ہزارہا لاثیں دکھائی دے رہی تھیں۔ فریدی کا تپ اٹھا۔ اتنا انسانی خون بلا وجہ بھالیا گیا؟

"اب کیا ہو گا۔۔۔ البر و نو! اب کیا ہو گا۔" ڈی گاریکا کے لجھ میں بدحوابی تھی۔ "تم اس کے ذمہ دار ہو۔۔۔ تم۔۔۔؟" وہ اچاک فریدی کے اوپر چلانے لگا۔

"تم ڈان و نسٹ کو چھوڑتے اور نہ آج ہم کو یہ دن دیکھا پڑتا۔" وہ روپڑا۔

"خوصلہ رکھوڑی گاریکا۔" فریدی نے اسے اٹھایا۔

دونوں اپنے کمرے کی طرف لوٹ آئے۔

قلعہ بند کروادیا گیا۔ چاروں طرف سے حاصرہ کر لیا گیا تھا۔

فریدی تھوڑی دیر تک تو حمید وغیرہ سے باشی کرتا رہا پھر پچکے سے نکل گیا۔ حمید وغیرہ پہلے تو کچھ تکمیل کرنے میں دیر ہوئی تو ان کی تشویش بڑھ گئی۔  
”آخر کہاں چلے گئے؟“ رشیدہ بولی۔

”اب یہ سب کچھ مت پوچھو۔“ حمید طنزی بجھے میں بولا۔ ”آخر انہیں تمہاری تاجپوشی کا بھی تو انتظام کرتا ہے۔“

”ملک عالم.....!“ انورینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ ”یہ تالائیں تھیں کہتا ہے۔“  
”اے انور میں چاند اماردوں گی۔“ رشیدہ جلا کر بولی۔

”ضرور ضرور.....حضور عالی۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”یہ بدتریز اسی لائق ہے۔“  
”حمد صاحب مہربانی کر کے.....“ رشیدہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

”احبی ہم صاحب و احباب کہاں۔ ہم تو خاصے گدھے ہیں۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔ ”فریدی صاحب کے ابتداؤ تھوڑے صاحب ہیں۔“

وہ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر جنجنگلا کر کہنے لگا۔ ”فریدی صاحب کو تو خیر قلل ہونا ہے۔ آج تھے تو خیر کل ہی ہو جائیں گے..... ارے میں..... ارے میری کم بختنی کیوں آتی رہتی ہے بختنی۔ ارے کوئی بناتا بختنی..... ارے! ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا کوئی آواز دینا میری طرف سے ارے بخاتی کوئی ہے۔“

حمد اچھل کر اول فول بک رہا تھا۔ جیسے اچاک دماغ خراب ہو گیا ہے۔  
”ابھی تک تو کچھ نہیں ہوا تھا۔“ انور اس کا گریبان پکڑ کر بولا۔ ”مگر اب شاید تمہاری شامت آئی گئی ہے۔“

”بس بس بکواس مت کرو۔“ حمید نے گزر کر کہا۔ ”سب کچھ تم دونوں کی بدولت ہوا۔ ارے غصب خدا کا کہاں یہ منہوس جزیرہ اور کہاں میں۔ ارے کم بخت اتنا تو سوچو کر ابھی تک میری شادی نہیں ہوئی۔ اگر میں یہاں مارا گیا تو میرا بیوڑھا بابا پھل کھل کر جوان ہو جائے گا۔ آج مجھے شہزاد کی یاد بری طرح ستارہ ہی ہے۔ مگر نہیں تو بے لا حول ولا قوہ۔ آج کل کی لڑکیاں قاتل اعتماد نہیں۔ اگر وہ بھی کسی جزیرے کی شہزادی نکل پڑی تو اپنا تو.....!“

حیدری سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

رشیدہ بھی کے مارے دوہری ہوئی جا رہی تھی۔

"اب چپ بھی رہو۔ یہاں جان پر نبی ہے اور تمہیں یہ لفوبت سوچھ رہی ہے۔" انور آتا

کر بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔" رشیدہ بھی روکتے ہوئے بولی۔ "آخ فریدی صاحب کی اتنے غیر سجادہ آدمی سے کیسے نجتی ہے۔"

"تم اسے غیر سجادہ سمجھتی ہو۔" انور نے کہا۔ "اڑے باپ رے باپ..... اتنا بھائیک آدمی میری نظر سے گزرا ہی نہیں۔ یہ بھی میں وہ سب کچھ کر گز رتا ہے جو بڑے بڑے سجادہ ہو کر بھی نہیں کر سکتے۔ یہ کم بخت یہ قوف بن کر یہ قوف بناتا ہے۔"

"ہے آدمی پرنداق، مگر حضرت گھے کہاں۔" رشیدہ اٹھتے ہوئے بولی۔

آدمی رات سے زائد گزر پچلی تھی۔ دن بھر کی دھائیں دھائیں کے بعد اس وقت قضا پر سکون تھی جیسے طوفان آ کر تھم گیا ہو۔ فریدی کا اب بھکر کھل پڑا تھا۔ رشیدہ دروازے کے قریب جا کر رک گئی۔ سامنے ہی ڈی گاریکا کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

"البر نو کہاں ہے؟"

"ابھی تک نہیں آیا۔"

"اچھا میرے ساتھ آؤ۔ ..... تمہیں مقدس باپ یاد کر رہے ہیں۔"

رشیدہ ڈی گاریکا کے ہمراہ اس کے کمرے کی طرف چل پڑی۔

ایک بڑے سے ہال میں پادری تھا بیٹھا ہوا تھا۔ اوپرے اوپرے لے قانوں میں کافوری شعیں جل رہی تھیں۔ سلیب کا ایک بڑا سانشان کرے کے اندر مال مریم کی تصویر کے اوپر بنا ہوا تھا۔ پادری کافی محفک نظر آ رہا تھا۔

"سی نورا رو مولی..... مجھے اپنی جان کا ذرخیل مگر یہ ہزاروں آدمی بفت مارے جائیں گے۔" اس نے اس لہجے میں کہا۔

رشیدہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

”میرے پاس وہی وقت کا آدمی بھٹ لے اکر آیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ قاگان میری ساری شرطیں مانتے کو تھیں اسے صرف مجھے ڈی گاریکا اور اس کے ساتھیوں کو تھیارے سمت اس کے حوالے کر دینا ہوگا۔“ میرے خیال میں تم لوگ بھاگ جاؤ۔“ مقدس باپ کہتا رہا۔ رشیدہ کو یہاں کے تابع و تختے کوئی دیپنی نہ تھی۔ وہ تو محض فریدی کی وجہ سے چلی آئی تھی۔ فریدی کوں آیا تھا؟ وہ دیپنیں لا جاتی تھیں۔ مگر پھر بھلی اے شبہ تھا کہ کوئی ایسی وجہ ضرور ہے جس کی بنا پر فریدی سرمدار ہا تھا۔

”مگر تم اب جا بھی کیسے سکتے ہیں۔ راستہ چاروں طرف سے گمراہوا ہے۔“ رشیدہ کچھ چکلتے ہوئے بولی۔

”یہ میرا ذمہ۔“ پادری نے تالی بجائی۔ دو آدمی اندر داخل ہوئے۔

”سی نورا کو قلعہ کے باہر لے جاؤ۔“

رشیدہ ابھی چدقدم آگے بڑھی تھی کہ وہ آدمی بھلکے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ جھکائے اور ائے قدموں واپس چلے گئے۔ پادری کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔  
— ”پنک حرام....!“ وہ چلا یا۔

— ”ڈی گاریکا.....!“ وہ چینا۔

— ”جیسے ہی ڈی گاریکا اندر داخل ہوا وہ بر س پڑا۔

— ”کتنے میں تجھے جلاڈالوں کا۔ تو میرے خلاف بھڑکاتا ہے۔ سی نورا ضرور واپس جائے گی اور تو بھی یہاں نہیں رہ سکتا۔ تم سکھوں کو اندازہ کر کے نکال دیا جائے گا۔ تاکہ تم پھر یہاں نہ آسکو۔“ وہ چلا رہا تھا۔ ڈی گاریکا کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔

”رحم..... مقدس باپ۔“ وہ بچوں کی طرح پھوٹ کر رونے لگا۔ ”میں نے جو کچھ کیا وہ آپ ہی کے اشارے پر کیا۔ مجھے سزا مرت دیجئے۔ آپ جو کچھ کہیں گے وہی ہوگا۔“

”مچ چار بجے تھیں تانبے کی کان والے راستے سے باہر نکال دیا جائے گا۔“

”اوہ خدا.....!“ وہ چینا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

رشیدہ کی قوت ٹکر جواب دے رہی تھی۔ وہ سیدھی انور کے پاس پہنچی۔ دروازے میں داخل

ہوتے ہوئے اس نے دیکھا۔ انور بے چینی سے ٹہل رہا ہے۔ رشیدہ کو دیکھتے ہی وہ چیخ آئھا۔

”دھوکا رشو! ہذا زبردست دھوکا۔ اب ہم نہیں ٹھیک سکتے۔ پادری روپیہ اور اقتدار کے لامگی

میں آ کر قاگان سے مل گیا۔ اب کوئی دم میں ہم لوگ مارڈا لے جائیں گے۔“

چشم زدن میں رشیدہ کی سمجھ میں سب پچھ آ گیا۔ پادری قاگان سے ساز باز کر رہا تھا مگر

اپنے پاہیوں کے ڈر کی وجہ سے کھلم کھلا اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے

اس نے یہ کھلیل کھیلا۔

”مگر تم سے یہ کس نے بتایا۔“ رشیدہ نے پوچھا۔

”رمونا نے۔“

”فریدی صاحب آئے۔“

”نہیں..... کم بخت حمید کا بھی پتہ نہیں ہے۔“

”رشوڈار لگ.....“ اور رشیدہ اس کا مند دیکھنے لگی۔

”ترنے سے پہلے میں ایک بار..... تم سے کہہ دینا ہی چاہتا ہوں کہ ..... مجھ تھم سے .....!“

”کہتے کیوں نہیں پیٹا کر محبت تھی اور اب اس وقت نہ کہو گے تو کب کہو گے۔“ پیچھے سے

آواز آئی۔ رشیدہ اور انور دونوں نے چوک کر دیکھا۔ حمید کرے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کا

سارا چہرہ کچھ میں لات پت تھا کہ جگ سے پھٹی ہوئی قمیش سے خون رس رہا تھا۔ اس کے چہرے

پر بے پناہ اداہی تھی۔ ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح وہ دھڑام سے کری پر آگرا اور نئے

نیلی بار حمید کو اتنا اس دیکھا تھا۔

”یہ کیا ہوا.....؟“ دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

”انور..... عالی میں نہیں کہہ سکتا..... میں یقین ہی نہیں کر سکتا..... مگر مگر.....!“

”ارے کہو گے بھی .....!“

”خدانخواست فریدی صاحب شاید اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔“

”آئیں.....!“

”ہاں انہیں تابنے کی کان میں دھکیل دیا گیا اور اس قلعے کے نیچے ڈانکا میٹ لگا دیا گیا۔

ہے۔ چارچ کر ۵۳ مٹ پر عمارت اڑا دی جائے گی۔ یعنی اب سے صرف ایک گھنٹہ بعد۔۔۔ فریدی صاحب کو کان میں گرتے ہوئے ایک پاہی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور تم جانتی ہو کہ کان آگ اور لادے کی ایک بھتی ہے۔“  
”آ.....!“ وہ غمہ عال ہو کر گر پڑا۔

ایساںک رات کا سنا ڈھائیں کی ویٹ ٹاک آوازوں سے ٹوٹ گیا۔

ساری فھا چکاریوں اور شخلوں سے سرخ ہو گئی۔ آسان میں سرخ سرخ بڑے بڑے ٹکڑے روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگے۔ زمین دلیل انجی اور چنانیں اس طرح ٹوٹ کر رہے گئیں چیزیں ششیں کے ٹکڑے جبختا جاتے ہیں۔ شور بڑھتا گیا۔ آسان پر دیوتا نگے ہو کر تاثر و تاثر رہے تھے اور رات کی دیوبی کے جیزوں سے خون بہہ کلا تھا۔ زمین جل انجی تھی۔ ماحول لرز کر رہا تھا۔ ویٹ ٹاک، ہمیں اور بھائیک جزیرہ ڈھماکوں سے کانپ رہا تھا۔

## فریدی کا قتل

فریدی جب باہر کلا تو ابھی خامی رات ہو چکی تھی۔ اسے محسوں ہو رہا تھا کہ حالات نے اسے بڑی طرح بچھی میں کس لیا ہے۔ ابھی تک اس کا سابقہ آدمیوں سے پڑتا رہا تھا مگر یہاں تو ایک پوری حکومت سے لا ایسی کا سوال تھا؟ محض اپنے اصول کی خاطر اس نے ڈان و سنت کو زندہ چھوڑ دیا تھا ورنہ یہ ہگامہ نہ ہوتا۔ فریدی کو اپنے اوپر جھلاہٹ محسوس ہوئی۔ کاش وہ رشیدہ کو پاتے ہی و اپس چلا جاتا۔ اس نے سوچا، مگر بار بار سیکھی خیال اس کے دل میں چکلیاں لیتا رہتا کہ آخر وہ کون سی چیز ہے جس کی ہمارے پر یہاں کے باشندے دوسری دنیا سے بالکل عیحدہ رہتا چاہتے ہیں۔ پھر اس پر اسرار جزیرے کے بارے میں جانتے کا شوق اسے سمجھ لایا تھا۔ یہاں اتنے انسانوں کا خون دیکھ کر وہ دلیل اٹھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ ہر ممکن قیمت پر آج ہی کی رات میں اس بیگ کا خاتمہ ہو جانا چاہئے۔

فیصل کے کنارے پا ہیوں کا زبردست پھرہ تھا۔ وہ بے مقصد اور ادھر گھوتا رہا۔ قلعہ کے چاروں طرف چکر لگا کر دیوار پر چڑھ گیا۔ سامنے میدان میں بزرگیاں روشن تھیں اور فیصل کے نیچے ایک چھوٹی سی ندی آہستہ آہستہ بہہ رہی تھی۔ ذرا ہی سے فاصلے پر پہاڑوں کی بلند چوٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی یہ حصہ قدرے محفوظاً بچھ کر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ پہاڑی اور ندی سے گمراہونے کی بنا پر اس طرف جملہ کا کوئی اندر یہ شہر تھا۔

ایک پاس اس سایہ سے حرکت کرتا معلوم ہوا۔ وہ چونکہ پڑا۔ سایہ دھیرے دھیرے فیصل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جلد ہی اس نے اپنے کو ایک کنگوڑے کے آڑ میں چھپا لیا۔ سایہ اسی کے قریب آ کر رک گیا۔ چاروں طرف دیکھنے کے بعد اس نے اپنی کمر سے رہی کھوٹی اور فیصل کے نیچے لٹکا دیا اور پھر خود آہستہ آہستہ اترنے لگا۔ فریدی بڑی غور سے اس کی نقل و حرکت دیکھ رہا تھا۔ پانی میں دیکھنے سی اس نے اپنے قدم لٹکا دیے اور دوسرے ہی لمحے میں وہ ایک چلاگہ میں ندی کے اس پار فاگان کی فوجوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ فریدی اسے دیکھتا رہا۔ جب اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ کافی آگے چاچکا ہے تو اس نے بھی فیصل سے اتنا شروع کیا۔ عدی میں آدھے فٹ پانی کے نیچے ایک بہت بڑی چٹان تھی۔ فریدی نے اپنے قدم جمادیے۔ عدی کافی کھڑی تھی اور پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ لیکن چڑھائی کم ہونے کی بنا پر اسے اس پار دیکھنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ چٹانوں سے گلراتے ہوئے اندر ہیرے میں وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ وہ سایہ اس سے کافی دور نکل گیا تھا۔ حوشے ہی فاصلے پر خیموں کی قطاروں کے گرد روشنی میں اور پھرے دار دکھائی دے رہے تھے۔ فریدی رک گیا۔ آگے بڑھنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ وہ فوراً پیچے کی طرف مڑا۔ زمین پر بینچ کر اس نے حرکت شروع کی۔ اچانک اسے مخواہی لگی۔ اس نے شو لا۔ فاگان کی فوج کے ایک سپاہی کی لاش تھی۔ لال وردی اور ہرے فیتے سے اس نے فوراً پیچاں لیا۔ اپنا بیس اسے پہتا کر اس نے سپاہی کی وردی خود پہن لی اور اطمینان سے آگے بڑھا۔ پھرے دار چاروں طرف ٹھیل رہے تھے۔ روشنی کی تیز شعاعیں چاروں طرف بڑھ رہی تھیں۔ ان سے پچھا ہوا وہ ایک چھوٹے سے نیلے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ باوجود پہاڑی علاقہ ہونے کے اسے یہ جگہ کافی گرم محسوس ہوئی۔ اسے ایسا معلوم ہونے لگا جیسے زمین سے بیپ کہہ لئے ہوئے پانی کا سمندر

جو شمارہ رہا ہو۔ اس عجیب طریقے کی بھی انک سرراہت سے تھوڑی دری کے لئے فریدی جیسا بہادر انسان بھی سہم گیا۔ میلے کی آڑ لیتے ہوئے وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر سپاہی رہ گئے تھے تھلے سے صاف نظر آ رہا تھا۔ خیر کے اوپر ایک بڑا سامنہ الہ رہا تھا۔ جس پر ایک روپجھ کی تھلک نی ہوئی تھی۔ اچانک خیر کا پردہ اٹھا اور ایک آدمی باہر نکلا۔ فریدی نے اسے فوراً بچان لیا۔ یہ وہی آدمی تھا جسے اس نے قلعہ کی فسیل کی طرف حرکت کرتے دیکھا تھا۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اپس قلعہ کی طرف جا رہا تھا۔ خیر کا پردہ پھر اٹھا تھا اس بار دو آدمی ایک ساتھ باہر نکلے۔ فریدی چوک اٹھا۔ ان میں ایک ڈان نہست تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں کوئی چیز دبارکی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کے ساتھ بہت سے آدمی آگئے۔ ان سب کا رخ قلعہ کی طرف تھا۔ میلے سے کچھ دور آگے جب یہ لوگ نکل گئے تو فریدی بھی ان ہی کے پیچے چھپے چل پڑا۔ فسیل سے صرف تھوڑے ہی فاصلے پر وہ رک گئے۔ فریدی اب ان کے بالکل قریب پہنچ پکا تھا۔

”سوہارا نے دن ہی میں سب کام ختم کر لیا تھا۔“ ڈان نہست نے کہا۔ ”اس وقت وہ خیر دینے آیا تھا کہ قلعہ کے نیچے بارود بچا دی گئی ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ سونچیں پر لگا دیا جائے۔“

”دنیں..... نہہرو شاید مقدس باپ کو عقل آجائے اور وہ ان سب کو ہمارے حوالے کر دے۔ پھر اس کا کیا فائدہ ہو گا۔“ ڈان نہست نے کہا۔

”اس نے ہمیں کب تک وقت دیا ہے۔“ پہلا آدمی بولا۔

”چار بج کر ۵۲ منٹ کا۔“

”تو ٹھیک تو ہے۔ چار بج کر پہنچن منٹ پر سونچیں لگا دو۔ فاگان کو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔“

چلا آدمی پھر بولا۔ ”اس کا بورڈ میرے خیے میں رہے گا۔ پاری کا آدمی دیہیں آئے گا اور اس نے فیصلہ کرنے کے بعد میں سونچیں آن کر دوں گا۔ سونچیں لگانے کے بعد دیہیں پر ایک لالہست تھیات نہ کر دیا گیا۔ فریدی نے گھری پر نظر ڈالی۔ صرف دو سکھتے کے اندر یا تو اس کے ساتھی مارڈو والے جاتیں گے یا پھر انہیں فاگان کے حوالے لے کر دیا جائے گا اور وہ یہ ٹھیک کسی بھی صورت میں اسے زندہ

نہ چھوڑے گا۔ فوراً وہ آگے بڑھا اور چٹاؤں کی آڑ میں تکدر کی طرف بچوں کے میں بجا گا۔ ایک ایک منٹ بڑا قبیتی تھا۔ تھوڑی دیر تک دوڑتے کے بعد وہ تھپر گیا۔ فاگان کی فوجوں کا پڑا وہ کافی دور رہ گیا تھا۔ وہندی وہندی بزرگی جملہ لازمی تھی اور پادری کی فوجوں کا سرخ نشان روشنی میں جھلک رہا تھا۔ یا کایک فریدی کو کسی کی چاپ سنائی دی۔ وہ فوراً بینے گیا۔ پادری کی فوج کا ایک سپاہی عابد گشت میں اور آرہا تھا۔ فریدی پک کر اس کے پاس پہنچا۔ سپاہی نے فوراً را قتل انہماں۔ فریدی نے ایک جھکا دیا اور را قتل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گزپڑی وہ اسے گھور رہا تھا جیسے بچان رہا ہو۔

”میرا نام..... تم نے مجھے سی نورا اور ڈی گاریکا کے ساتھ دیکھا ہو گا اور اگر نہ بھی دیکھا ہو تو بھی یقین کرو کہ میں دوست ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”سپاہی اسے بدستور دیکھ رہا تھا۔ فریدی نے پھر کہا۔ ”مجھے اس طرح نہ دیکھو..... تم فوراً جاؤ اور ڈی گاریکا سے کہہ دو کہ پورے کا پورا قلعہ خلے میں ہے۔ سوہنہ اسے قلعہ کے نیچے سرگلیں بچھا دی ہیں اسلئے سرگلیں صاف کرنا شروع کر دو۔ جلدی جاؤ اور ابھی حملہ کر دو۔ ڈی گاریکا سے کہہ دیتا کہ یہ الیمنو نے کہا تھا۔“

فریدی نے دھکا دیتے ہوئے سپاہی سے کہا۔

”سی نورا.....!“ سپاہی چینا اور تیزی سے قلعہ کی طرف بجا گا۔

فریدی پھر واپس مڑا۔ خطرہ جوں کا توں سر پر تھا۔ وہ اگئی طرح سمجھتا تھا کہ اتنے کم عرصے میں تو سرگلیں صاف کی جائیں گے اور نہ لوگ بھاگ سکتے ہیں۔ وہ پھر اسی جگہ پر آگیا۔ سپاہیوں کا دست اسی طرح اپنی جگہ پر موجود تھا۔ ان سے لڑنا بھی بے سود تھا۔ اس لئے کہ بہر حال دو چار کو ختم کر دیئے کے بعد بھی وہ قلعہ کو نہ بچا سکتا تھا۔ اس نے دیگرے دیگرے ڈان و نست کے خیسے کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ خیسے کے بالکل پیچے پیچ کا تھا۔ جیب سے چاقو نکال کر اس نے خیسہ کا پردہ چھاڑ دیا اور اندر داخل ہو گیا۔ خیسہ کے اندر کوئی نہیں تھا۔ ڈان و نست شاید کہیں باہر چلا گیا تھا۔ فریدی نے چاروں طرف سونچ کا مین بورڈ ٹلاش کرنا شروع کیا۔ میز پر پڑے ہوئے ایک ڈبے پر نظر پڑتے ہی فریدی کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ وہ بڑھا اتھے میں کسی نے زور سے دھکا دیا اور وہ سنجھلتے سنجھلتے بھی لاکھڑا گیا۔ سامنے ڈان و نست کمزرا تھا۔ مم

بیزروٹنی میں بھی اس کا پھرہ خوفناک نظر آ رہا تھا۔

"کون ہوتا.....؟" پتوں کا رخ فریدی کی طرف کرتے ہوئے وہ گرجا۔

فریدی خاموش رہا۔

"کون ہوتا ہے کیوں نہیں..... کیا کرنے آئے تھے؟" فریدی کا ہاتھ پکڑ کر اس نے ہلاکا۔

"اوہ..... البرنو.....!" ڈان ونسٹ ہاتھ دیکھتے ہی ایک قدم پیچے ہٹ گیا۔

"تم سمجھتے رہے ہو گے کہ میں اس وردی اور میک اپ کی وجہ سے نہ بچان سکوں گا۔ میں بیان کی خیر پلیس کا افسر اعلیٰ ہوں اور گوار کے مقابلہ کے روز سے یہ ہاتھ سمجھنے ہیش سے یاد تھا۔ کیوں آئے تھے بیان؟"

فریدی خاموش رہا۔

"اچھا لواب تم مر جاؤ..... شبابش..... مگر دیکھو ہنتے ہوئے مرنا۔ مجھے ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہے جو مر تے وقت بھی گزگڑا نے لگیں۔" ڈان ونسٹ نے تھنگی سے کہا اور ٹرینگر دبادیا۔

فریدی زور سے اچھلا اور چشم زدن میں وہ ڈان ونسٹ کے اوپر تھا۔ اس کا پتوں گر چکا۔ وہ پھر بورڈ کی طرف پکا مگر فائزہ کی آواز سن کر سپاہی خیر کے پیچے حصہ کی طرف سے داخل ہو چکے تھے۔ گلیاں پلنے لگیں تھیں۔ فریدی نے سامنے کے دروازے کی طرف رخ کیا وردی سے اس نے کافی قائدہ اٹھایا اور دھکا دیتے ہوئے وہ باہر نکل آیا۔ مگر چاروں طرف سے بیٹھاں بجھے گئی تھیں اور ڈان ونسٹ اپنے سپاہیوں کے ہمراہ برابر پیچھے دوڑتا آ رہا تھا۔ فریدی نے اور تھر بھاگا کا شروع کیا۔ دھکا اسے احساس ہوا جیسے زمین کے نیچے کوہ آتش فشاں پھٹ پڑا ہو۔ اس کے ٹکوئے جلتے گئے تھے۔ وہ رک گیا۔ ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھی کوئی چلاتے ہوئے آئے آگے ہوتے آرہے تھے۔ سامنے ایک بہت بڑے غار کا دہانہ سادھائی دیا۔ ایک گولی سرسری ہوئی اس کے کھڑھے کو چھوٹی ہوئی نکل گئی۔ فریدی نے جوابی فائزہ کیا اور غار کی طرف نظر ڈالی۔ گری اور تیش سے اس کا ہم گھٹا جا رہا تھا۔ سامنے غار ایک بھتی کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس بھتی کے اندر کچھ پک رہا ہو۔ کھد بد کھد بد کی پر شور آواز سارے ماحول پر حادی تھی۔ عجیب طرح کی بد بودار بھاپ نکل رہی تھی۔ فریدی کا سارا جسم پیسے سے شرابور ہو رہا تھا۔ اب

اس کے سامنے دو تی راستے رہ گئے تھے اور دو فتوں میں موت تھیں دکھائی دیتے رہی تھیں۔ یا تو عار میں کوڈ پڑے اور یا ڈالنے والے کے ہاتھوں نکتے کی موت نہ راجا ہے۔ اس نکتے پہلے کوڈ سرے پر ترجیح دی اور عار میں چلا گئ اگادی۔ قلعہ کی طرف سے اسے کسی بکے کوئی چلانے کی آواز سنائی دی۔

”جاؤ لالہ یہی“ تھا دنہایا۔

امتنی یہوئی تھی کہ تم بھاپ اسے تھی فریدی کو ادازہ ہو گیا تھا کہ جیسا کوئی کان ہے جیا لو جی تھے پھر کرنے کی تباہ پر اسے پورا علم تھا کہ کمی کان کس حد تک خطرناک ہوتی ہے کوڈ نے پہلے اس نے ایک بار غول اتھے عار کی گمراہی کو دیکھا تھا گیر تھی انہی پڑی ہوئی دراٹ کی ایک چٹان پر اس نے اپنے پیر جمادیے۔ تقریباً سو فٹ ایکھ کھراں میں سرخ پانی کا بدبو دار نالہ بہر رہا تھا۔ اندرا کی لالہ کنگارہ کی ملاح سرخ چٹانیں پانی کے پرستہ ہوئے سائے اور اپنی سرخی کی وجہ سے زیادہ بھی اسکے مغلوم ہو رہی تھیں۔ چٹان پر کھڑی کھڑے فریدی نے داہتی طرف تریاہ چڑا کی دیکھ کر حکم کشنا شروع کیا۔ انہیں سیرے میں نکلتے ہوئے وہ اسکی طرف بڑھتا رہا۔ قدرت کا بیان یا ہوئی راستہ ہوئی توور تک اندرا چلا گیا تھا۔ جب اندھر انہا قابل برداشت ہو گیا تو اور اس نے تاریچ جلائی۔ دو فٹ پڑھنے کے لئے سرگن تھا راستے سے وہ گزرو رہا تھا۔ اپنی کاشوف اسے اب بھی اوپس اٹھا۔ ندیے سے اپنے پوپر ایک چٹان سا نامارکھ کھائی دیا۔ فریدی نے پارہوں طرف نظر دوڑا۔ اور اسی گردے سے اپنے پوپر ایک چٹان سا نامارکھ کھائی دیا۔ اس خوشی سے چل پڑا۔ اس نے فوراً تار کاٹ دیا۔ ڈاہماہیٹ کے میں سوچنے سے کٹ جانے کی وجہ سے اسے اب بچھائی ہوئی سرگن کے پھٹ جانے کا خطرہ دور ہو گیا تھا۔ اسی تار کی سمت فریدی بھی چل پڑا۔ تھاہر تھا کہ یہ راستہ قلعہ کا اندر تک بجا تھا۔ اسی سرگن کے اندر فریدی کافی دور تک کل آیا تھا۔ صاف ہوا نہ لگتے۔ اس کا دم گھٹت رہا تھا۔ سانس پھول گئی تھی۔ اس کا سر پکڑنے لگا۔ پارہوں طرف اب شور سانائی لائیں لگا۔ جیسے پانی کی بہت تیز دھارا اپر ہے گر رہی ہو۔ یا کیک اسے ہوڑی زور کا پکڑ آیا۔ اس نے سنبھالا چاہا۔ پھل والی دیوار پر اس کا ہاتھ پڑا اور پھر بھر کرتے ہوئے تو دلے نیچے گرنے لگا۔ فریدی سنبھل کر نیچے رہے چڑا۔ ہوا کا ایک تیز جھونکا اندر آیا۔

فریدی کے حواس کچھ درست ہوئے۔ اس نے دیکھا چند ہی قدم پر سرخ پانی کی ایک تیز دھار اپر سے گرد بیٹھی اور پانی نبھ کی طرف گر کر تار کی محل میں بہ رہا تھا۔ اسکی ہوتی گیس نے اتنا زبردست اندر ہمراپھیلا رکھا تھا کہ فریدی اس کے علاوہ کچھ اور نہ دیکھ سکتا تھا۔ اچانک اسے نمیں محسوس ہوئی۔ پانی جیسے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بے تھاشہ اس نے پیچھے کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بڑی بڑی چٹائیں بھی دھکلایا گیا۔ اس طرف بھاری بھاری پھر اپنے آپ لڑک رہے تھے۔ وہ جیسے جیسے پیچے ہٹتا گیا سرگفت پیچھے کی طرف دھتی جا رہی تھی۔ پانی اب نبھ کی طرف گرنے کی بجائے پھیل رہا تھا اور گیس بھر رہی تھی۔ یہ کان پھٹ جانے کے آثار تھے۔ فریدی نے باور تیزی سے پیچھے بھاگنا شروع کیا۔ وہ پھر غار کے دہانہ تک آگپا تھا۔ گری اور جدت سے اس کا بدن بخشنکا جا رہا تھا۔ اس نے اوپر کی طرف اچھلتا چاہا۔ ذرا سا اندازہ غلط ہونے پر وہ نبھے گر جاتا۔ اس نے اوپر چھڑنا شروع کیا۔ اسے زمین پتی ہوتی معلوم ہوتی۔ سارا زور لگا کروہ اور کیطرف اچھلا اور ایک سانس میں وہ باہر تھا۔ غار سے باہر نکلتے ہی اسے اپنے قدم لڑکھراتے ہوئے معلوم ہوئے سارا زور لگا کروہ چلایا۔

”بھاگ جاؤ..... کان پھٹ رہی ہے۔“ پختے ہوئے وہ بے تھاشہ بھاگا۔ بڑے زور کا دھماکہ ہوا اور فریدی نے اپنے کانوں میں الگیاں دے لیں۔ ایک جھٹکا اور لگا فریدی چکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

”لگا تار دو تین گھنے تک دھماکے ہوتے رہے۔ زمین دل کر اپنے بینے کے اندر چھائے ہوئے خزانہ کو گلتی رہی۔ بڑی بڑی چٹائیں روئی کے گاہوں کی طرح اڑ گئیں۔ فاگان کی فوجیں کان پھٹے سے تھوڑی دیر قبل اسی راستے پر قلعہ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ کان پھٹتے ہی اردو گرد آدمی میل سک کی زمین پھٹ گئی۔ قلعہ کی قصیل سک کر پڑی گمراہ محفوظ رہا۔“

فریدی کو جب ہوش آیا تو صح ہو چکی تھی۔ طوفان رک گیا تھا۔ اس جگہ سے صرف چند گز کے قابلے پر ساری زمین ایک بھی ایک خندق نماغار میں پول گئی تھی۔ پانی اور سک ابھر آیا تھا۔ فاگان کے ساتھی جس جگہ پر اپنا پڑا ڈالے ہوئے تھے وہاں سوائے کہرے محبوب غار کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ فریدی کا سارا جسم دکھر رہا تھا۔ اس کے بدن پر آبلے پڑ گئے تھے۔ اس سے اٹھانے

جانا تھا۔ بہت کر کے وہ انھا اور گھستنے گھستنے قلعہ کی طرف چلا۔ قلعہ کی سامنے والی دیوار گر پڑی تھی اور اب صرف ایک لمبا سارا ست نظر آ رہا تھا۔ فریدی نے دیکھا اس کی طرف کوئی آ رہا ہے۔ فریدی اسے دیکھتے ہی چیخا۔

”حمدی!“

آواز سنتے ہی حمید نے بھاگنا شروع کیا۔ فریدی کے قریب آ کر وہ ٹھک گیا۔

”ارے.....!“ حمید فریدی کی ٹھل دیکھ کر چلا اٹھا۔

”مگر اونہیں..... میرا میک اپ بیڈ گیا ہے۔“ فریدی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہم ب لوگ تو آپ سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ مگر مجھے یقین تھا کہ فریدی کو ابھی آغوش میں لینے کی ہت زمین میں نہیں ہے۔“ حمید بولا۔ ”ذرائعہر یے میں اور لوگوں کو بالوں۔“

تحوڑی ہی دیر بعد ڈی گاریکا، رہمنا، انور اور رشیدہ آ گئے۔ ڈان و منٹ اور قاگان کے ہزار ہا ساتھی کان پھٹ جانے سے لقرابل ہو گئے۔ قلعہ کی دیوار کے نیچے دب کر پادری بھی مر گیا تھا۔ رشیدہ نے قلعہ کی اندر کی فوج کو اپنے قابو میں کر لیا تھا۔

تمن روز کے اندر فریدی کے زخم مچھر گئے۔ پروگرام کے مطابق دوسرا ہی دن شہر یوں کے عام جلسوں میں رشیدہ نے باقاعدہ طور پر رہمنا کوئی فاگانیہ بنانے کا اعلان کیا۔ ڈی گاریکا کو مقدس باب کی جگہ دی گئی۔

اسی روز فریدی نے ڈی گاریکا کو بیٹا کر کہا۔ ”اب ہم لوگ جائیں گے۔“

”اور میں بھی انہیں لوگوں کی ساتھ جاؤں گی۔“ رشیدہ نے کہا۔

”نہیں..... کی نور اتم نہ جاؤ۔“ ڈی گاریکا بولا۔

”میں ضرور جاؤں گی۔..... جی فاگانیہ رہمنا میری چک تھارا ساتھ دے گی۔ مجھے جانے ہی دو۔ میں یہاں نہیں رہ سکتی۔“

ڈی گاریکا اصرار کرتا رہا۔ لیکن رشیدہ کسی طرح تمہرے پر تیار نہیں ہوئی۔

”میں..... میں بھی البرتو کے ساتھ جاؤں گی۔“ رہمنا جذبات سے بھرے ہوئے مجھے میں

بولی۔

"تمہارے دل میں کو تمہاری ضرورت ہے اور دل کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا چاہئے۔"

فریدی نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"البرتو.....؟" اس نے فریدی کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ اُنکی آنکھوں سے آنسو

پہنچا تھے۔ "تم بیسی یاد رکھو گے۔"

"اچھا اچھا نمیک ہے۔" فریدی نے گلزوڑا کر کہا اور اٹھ کرڑا ہوا۔ حمید نے ایک زور دار

قہقہہ لکھا۔



دوسرے روز حمید انور شریدہ اور فریدی کو پورے شاہی اہتمام کے ساتھ ڈی گاریکا اور دوڑنا نے رخصت کیا۔ جزیرہ دانشگ سے آگے ٹکل کر حمید نے طلبیان کا سافس لیا۔ فریدی کیمن سے نمیک لگائے بیٹھا پر اسرار جزیرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔  
ایک بات میری سمجھ میں نہ آئی۔ آخر شریدہ کے مل جانے کے بعد پھر ڈی گاریکا کے ساتھ آپ کیوں گئے۔ حمید نے پوچھا۔

"ایک تو نی دنیا دیکھنے اور دریافت کرنے کا شوق.....!"

"غائب آپ ہرے کلبس جانا چاہے تھے۔" حمید نے فریدی کی بات کا نتے ہوئے کہا۔  
"نہیں یہ بات تو نہیں۔ مگر پھر بھی سمجھ لو۔ اس کے علاوہ ایک بات کا شہر تھا اور وہ درست نہیں۔"

"وہ کیا.....؟" حمید انور شریدہ ایک ساتھ بولے۔

"لندن میں میں نے ماہر ارضیات سے ساتھا کر دانشگ کے آگے ایک پر اسرار جزیرے میں پاٹشم اور تابنے کی کائیں ہیں اور جزیرے میں اتنے ہی مجھے شہر ہونے لگا تھا کہ مجھی وہ جزیرہ ہے جہاں رشیدہ مجھے ملی تھی وہیں میں نے پاٹشم کے ذرات پائے تھے، تم جانتے ہو دنیا کی سب سے قیمتی بحث پاٹشم ہوتی ہے۔"

فریدی رکا، انور، رشیدہ اور حمید علیگلی باندھے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ”وہ کافی جو  
پہنچی تھیں وہ پلاٹھم اور تابنے کی تھیں۔ یقین کرو ان سے اتنی پلاٹھم پیدا کی جاسکتی ہے جتنا پوری  
دنیا اس وقت پیدا کر رہی ہے۔ عنقریب میں الاقواہی کیش کے تحت وہاں کام شروع کر ادول گا۔“  
فریدی خاموش ہو گیا اور جیب سے گارنال کر اس کا کونٹ توڑنے لگا۔ پچھلے لیتے ہوئے  
کشتی نیکوں پانی کو جرتے ہوئے آگے بڑھی جا رہی تھی۔

## تمام شد

— ملائکہ سیداہ میرا ...

جَلَّ جَلَّ مِنْدَادِ آنَّكَ لَكَ بِتِلِيْلِ الْكَبِيرِ تَلِيْلُ مُنْدَادِ  
أَنَّكَ لَكَ بِتِلِيْلِ الْكَبِيرِ تَلِيْلُ مُنْدَادِ أَنَّكَ لَكَ بِتِلِيْلِ الْكَبِيرِ  
أَنَّكَ لَكَ بِتِلِيْلِ الْكَبِيرِ تَلِيْلُ مُنْدَادِ أَنَّكَ لَكَ بِتِلِيْلِ الْكَبِيرِ  
أَنَّكَ لَكَ بِتِلِيْلِ الْكَبِيرِ تَلِيْلُ مُنْدَادِ أَنَّكَ لَكَ بِتِلِيْلِ الْكَبِيرِ